معاملات ریاستِ مدینہ

فلاحی ماڈل، گڈ گورننس، بنیادی انسانی حقوق، مدنی اخلاقیات

عدل وانصاف، سول فوجی افسران، مدینہ اکنامکس یکساں احتساب

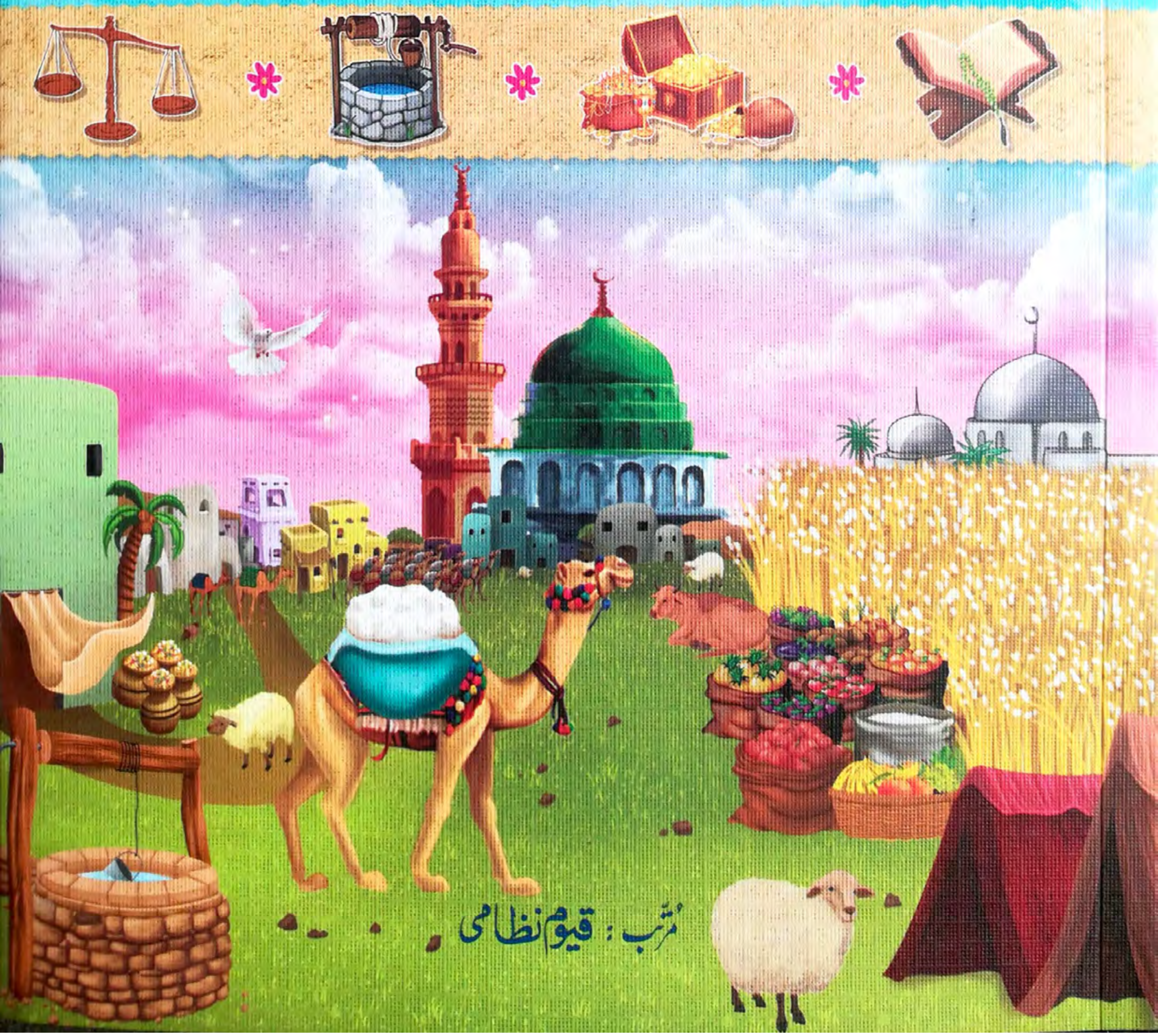

مُرتّب : قیوم نظامی

Scanned with CamScanner

قیوم نظامی ۱۱ اپریل ۱۹۴۳ء کو پیدا ہوئے۔
عطا محمد اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ سے میٹرک کرنے کے بعد ایف اے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور اور بی اے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو، ایل ایل بی اور سیاسیات میں ڈگریاں حاصل کیں۔ انہوں نے ۱۹۶۸ء میں پی پی پی میں شمولیت اختیار کر کے عملی سیاست کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ طویل عرصہ پی پی پی کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات کے منصب پر فائز رہے۔ جنرل ضیاالحق کے مارشل لاء کے دوران تحریک بحالی جمہوریت میں سرگرم حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آٹھ سال کینیڈا اور برطانیہ میں جلاوطن رہے۔ بلخ شیر مزاری کی حکومت (۱۹۹۳ء) میں وزیر مملکت کی حیثیت سے وفاقی کابینہ میں شامل ہوئے۔ ۱۹۹۶ء میں متروکہ وقف املاک بورڈ کے چیئرمین کے فرائض انجام دیتے رہے۔

قیوم نظامی کا شمار سینئر کالم نویسوں میں ہوتا ہے۔ آپ کے کالم پاکستان کے تمام قومی اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

معاملاتِ ریاستِ مدینہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

معاملات ریاستِ مدینہ

فلاحی ماڈل، گڈ گورنینس، بنیادی انسانی حقوق، مدنی اخلاقیات، عدل وانصاف، سول فوجی افسران، مدینہ اکنامکس، یکساں احتساب

مرتب
قیوم نظامی

جہانگیر بکس
• لاہور • راولپنڈی • کراچی

Scanned with CamScanner

www.jbdpress.com

ناشر: فواز نیاز

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی، سکیننگ یا کسی بھی قسم کی اشاعت کاپی رائٹ قانون کی خلاف ورزی تصور کی جائے گی۔ خلاف ورزی کی صورت میں تادیبی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

قانونی مشیر: چودھری غلام سرور نہنگ، چوہدری ریاض اختر

قیمت/- 400 روپے

For suggestions and complaints please contact
info@jbdpress.com

جہانگیر بکس

21-کلومیٹر فیروز پور روڈ، لاہور۔ فون: 85-042-35457382

پرنٹرز: طیب شمشاد پرنٹرز، لاہور

ڈسٹری بیوشن

لاہور: اردو بازار، فون: 042-37220879

لاہور: جہانگیر سنز، جوہر ٹاؤن، فون: 3-042-35290892

لاہور: جہانگیر سنز، گلبرگ، فون: 042-35771000

راولپنڈی: کتاب گھر، اقبال روڈ، نزد کمیٹی چوک، فون: 051-5539609

کراچی: اردو بازار، فون: 021-32765086

Scanned with CamScanner

انتساب

خلفائے راشدینؓ کے نام
جنہوں نے قرآن اور سیرت کی بنیادی
تعلیمات کی روشنی میں ریاست مدینہ
کو مثالی فلاحی ریاست بنایا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

فہرست

ریاست مدینہ مثالی فلاحی ریاست 9

1- عہد نبوی کی تہذیبیں 11

2- دورِ جاہلیت 17

3- ریاست کی قرآنی بنیادیں 21

4- اسلامی ریاست کی خصوصیات 35

5- ریاست کی تلاش 41

6- تعلیم و تربیت 45

7- ضابطہء اخلاق 49

8- جان و مال کا تحفظ 53

9- مواخات مدینہ 57

10- میثاق مدینہ دنیا کا پہلا دستور 61

11- ریاست مدینہ کا معاشی ماڈل 75

12- خواتین کے حقوق 85

13- شخصی آزادی 89

14- غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ 93

15- گورنینس، نظم و نسق 103

Scanned with CamScanner

16- عدل وانصاف 109

17- یکساں احتساب 119

18- تعمیر وترقی کے منصوبے 125

19- ریاست مدینہ کا پہلا انتخاب 131

20- مدنی اخلاقیات 141

21- پہلے خلیفہ کی شخصیت وکردار 151

22- ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظام حکومت 193

23- بنیادی انسانی حقوق 209

24- عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مثالی حکمران 223

25- عدل وانصاف 237

26- معاملات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ 241

27- مکمل فلاحی ریاست 255

28- خلیفہ (حکمران) کی مراعات 267

29- سول وفوجی افسران 277

30- والیانِ ریاست کا احتساب 287

31- حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظام حکومت 305

32- گڈ گورنینس کے اصول [حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات وخطوط سے ماخوذ] 331

33- ریاست مدینہ کے عالمی تہذیبوں پر اثرات 359

34- مدنی سماج 363

Scanned with CamScanner

ریاست مدینہ مثالی فلاحی ریاست

اللہ کے رسول ﷺ نے ظہور نبوت کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی جس کی تکمیل آپ ﷺ کے تربیت یافتہ خلفائے راشدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کے پیغام کے مطابق اسوہ حسنہ کا بہترین ماڈل پیش کیا جو تاریخ اور احادیث کی کتب میں محفوظ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ کے بنیادی اصول طے کر دیے۔ ریاست مدینہ کی وسعت کے بعد ریاست کے لیے جو نئے مسائل سامنے آئے خلفائے راشدین نے قرآن اور سیرت کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا۔ صدیاں گزر جانے کے باوجود دنیا بھر کے مؤرخین اور مفسرین ریاست مدینہ کے بنیادی اصولوں کو آج بھی قابلِ عمل سمجھتے ہیں۔ یہ اصول چوں کہ ہدایت کی کتاب قرآن سے اخذ کیے گئے ہیں لہٰذا یہ اصول لازوال ہیں جن پر عمل کر کے آج بھی مثالی فلاحی ریاستوں کا قیام ممکن ہے۔

اس کتاب میں نئی ریاست کی تلاش سے لے کر ریاست کے قیام اور تشکیل تک کا مکمل احاطہ کیا گیا ہے اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ ایک منفرد اور جامع کتاب ہے۔ جب ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی گئی اس وقت کی دنیا کیسی تھی آپ ﷺ نے نئی ریاست کی تلاش کا مشکل مرحلہ کیسے حل کیا۔ قرآن میں ریاست کے بنیادی اُصول کیا ہیں اسلامی ریاست کن خصوصیات کی حامل ہوتی ہے۔ تعلیم و تربیت، ضابطہء اخلاق، مواخات، میثاق مدینہ، ریاست مدینہ کا معاشی

Scanned with CamScanner

ماڈل، خواتین اور غیر مسلموں کے حقوق، عدل وانصاف، گڈ گورنینس کے اصول، یکساں احتساب، تعمیر وترقی کے منصوبے، ریاست مدینہ کا پہلا انتخاب، مدنی اخلاقیات، بنیادی انسانی حقوق، مثالی حکمران کے اوصاف، مکمل فلاحی ریاست، خلیفہ کی مراعات، سول فوجی افسران، مدنی سماج اور ریاست مدینہ کے عالمی تہذیبوں پر اثرات اس کتاب کے اہم موضوعات ہیں۔

موجودہ دور کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کا حل اس کتاب میں پیش نہ کیا گیا ہو۔ جن ریاستوں کو سیاسی معاشی اور سماجی مسائل کا سامنا ہے وہ اس کتاب سے رہنمائی حاصل کر سکتی ہیں۔ انسانوں کے بنائے ہوئے سیاسی و معاشی نظام بُری طرح ناکام ہو رہے ہیں ان حالات میں ریاست مدینہ کا مثالی فلاحی ماڈل ہمارے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتا ہے آج کل پاکستان میں ریاست مدینہ کو بہت یاد کیا جا رہا ہے مگر قوم ریاست مدینہ کے بنیادی اُصولوں سے آگاہ نہیں ہے۔ یہ کتاب اس قومی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مرتب کی گئی ہے۔ انداز بیان عام فہم ہے جسے اخبار پڑھنے کی صلاحیت رکھنے والا قاری بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ فلاحی ریاست میں یقین محکم رکھنے والے افراد اس کتاب سے استفادہ کر کے عوام کے شعور کو بیدار کر سکتے ہیں۔

جہانگیر بکس کے چیف ایگزیکٹو عزیزم فواز نیاز کا دلی شکر گزار ہوں کہ وہ معاملات سیریز کو مقدس مشن کے طور پر شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا انتہائی ممنون ہوں کہ اس نے مجھے معاملات کے بارے کتب مرتب کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر ہم عبادات کے ساتھ اپنے معاملات درست کر لیں تو ہم اپنی ریاست کو امن اور سکون کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

دعاؤں کا طالب

قیوم نظامی

Scanned with CamScanner

عہد نبوی کی تہذیبیں

عہد نبوی کی دنیا آج کی دنیا سے مختلف تھی۔ امریکہ اور آسٹریلیا ابھی دریافت نہیں ہوئے تھے۔ افریقہ کا بڑا حصہ گمنام تھا۔ یورپ کے شمالی علاقے بھی انسانی رسائی سے باہر تھے۔ عرب، چین، ایران، ہندوستان، شام، مصر، عراق، حبشہ، یونان، اٹلی، فرانس، اسپین دنیا کے اہم علاقے تھے۔ سلطنت روم اور سلطنت فارس دنیا کی بالادست تہذیبیں تھیں۔

سلطنت روم

اس سلطنت کا آغاز جولیس سیزر (Julius Ceasar) سے ہوتا ہے جس کی حکومت مطلق العنان تھی۔ اغسطس (Augustus) نے رومی سلطنت کو مستحکم اور مؤثر بنایا۔ موروثی بادشاہت کا بانی اغسطس ہے۔ اس کی قوت دولت، فوج اور مضبوط حکمرانی تھی۔ قسطنین اعظم نے سلطنت روم کی تشکیل نو کی۔ دارالحکومت کو روم سے قسطنطنیہ منتقل کیا۔ یونانی زبان کو دفتری زبان قرار دیا۔ اس نے عیسائیت کو خود بھی اپنایا اور قانونی طور پر اسے سلطنت کا مذہب قرار دیا۔ عیسائیت کا زوال اس کے عروج کے فوراً بعد شروع ہو گیا۔ عیسائیوں میں دنیاوی و مادی خواہشات، عیش و عشرت، سرد مہری عوامی مسائل سے بے توجہی رومن سلطنت کے زوال کا سبب بنیں۔ سلطنت روم کا بنیادی اصول بادشاہت تھا۔ جمہوری ادارے مصنوعی اور دکھاوے کے لیے تھے طاقت کا مرکز بادشاہ ہوتا تھا۔ رومی شہنشاہ کو چرچ کی حمایت حاصل تھی یہ عقیدہ پختہ ہو چکا تھا۔ ''رومی شہنشاہیت عطیہ خداوندی ہے۔'' پاپائیت کو فروغ حاصل ہوا تو کلیسا اور ریاست کے

Scanned with CamScanner

درمیان محاذ آرائی شروع ہوگئی۔

اللہ کے رسول ﷺ کی ولادت سے قبل سلطنت روم میں جنگوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ قیصر ماریس کا تختہ اُلٹ کر فوکاس (Phocas) اقتدار پر قابض ہوگیا۔ قیصر ماریس کے پانچ بیٹے اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیئے گئے۔ سب کے سروں کو کاٹ کر شہر کے چوہراؤں پر لٹکا دیا گیا۔ ایرانی سلطنت کا حکمران خسرو سلطنت روم کے بادشاہ کا گہرا دوست تھا۔ اس نے روم پر حملہ کر کے فوکاس کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور شام میں انطاکیہ کے شہر تک پہنچ گیا۔ انطاکیہ کے لوگوں نے افریقہ کے گورنر سے مدد طلب کی۔ اس نے اپنے بیٹے ہرقل کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ہرقل نے فوکاس کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا اور اس کے خاندان کو ہلاک کر دیا۔

فارس (ایران) تہذیب

فارس یعنی ایرانی تہذیب بڑی قدیم ہے۔ روم کی طرح فارس میں بھی شخصی، موروثی، مطلق العنان بادشاہت تھی۔ بادشاہ کی حیثیت دنیاوی خدا جیسی ہوتی تھی۔ فارس کے لوگ بادشاہ کو سجدہ کرتے تھے اور ان کے قصیدے پڑھتے تھے۔ ملک وقوم پر ایک مخصوص کیانی گھرانہ متعین تھا۔ اہل فارس کے مطابق صرف اسی خاندان کو حکومت کرنے کا حق تھا۔ اس خاندان کا اگر کوئی بالغ فرد نہ ہوتا تو بچے کو اپنا حکمران تسلیم کر لیتے۔ اگر خاندان میں کوئی مرد نہ ہوتا تو عورت کو حکمران بنالیا جاتا۔

بادشاہ کی مشاورت کے لیے ایک مجلس مشاورت نامزد کی جاتی جس میں حکمران خاندان کے افراد شامل ہوتے۔ فارس کے بادشاہ عیش وعشرت کی زندگی گزارتے اور عوامی مفاد سے لاپرواہ رہتے جس کا نتیجہ بغاوتوں اور خون ریزیوں میں نکلا۔ رفتہ رفتہ نظام حکومت کمزور ہونے لگا۔ سلطنت فارس کا جلیل القدر حکمران نوشیرواں تھا جس نے 47 سال بڑے علاقے پر حکومت کی۔ حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت کسریٰ پرویز سلطنت فارس کا حکمران تھا۔ شہریوں کا بڑا طبقہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور بنیادی انسانی حقوق سے

Scanned with CamScanner

محروم تھا۔ حکمرانوں کی عیاشیوں اور عوام کی محرومیوں کی بنا پر فارس (ایرانی) سلطنت زوال پذیر ہوگئی۔

ہندوستان

ہندوستان کے قدیم تصور کے مطابق راجہ سیاسی تنظیم کا سربراہ خدائی ارادہ کا مظہر اور دیوتاؤں سے نسلی تعلق رکھنے والا اور محبوب ہوتا تھا۔ اس کی حیثیت ہر قسم کی رائے اور تنقید سے بالاتر ہوتی تھی۔ راجہ کا حکم قانون کا درجہ رکھتا تھا۔ ہندوستان میں بھی روم اور ایران کی طرح موروثی بادشاہتیں تھیں۔ ویدوں کے زمانے میں مقامی کونسل (سبھا) اور مرکزی کونسل (سمتا) کی بناء پر بادشاہ کے اختیارات محدود ہو گئے۔ عہد نبوی میں ہندوستان گمنامی اور ابتری کے دور میں تھا۔ راجاؤں میں لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔

ملک کے اندرونی و بیرونی خلفشار میں معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی عناصر کا کردار بہت کم رہا۔ طبقاتی کش مکش کا سلسلہ جاری رہا اونچ نیچ اور ذات پات بھارتی سماجی کی خصوصیت تھی۔ چار ذاتیں معروف تھیں۔ نمبر 1: برہمن، نمبر 2: چھتری، نمبر 3: ویش (زراعت، تجارت پیشہ)، نمبر 4: شودر، جو دوسری ذاتوں کے خادم تھے۔ برہمن کو کسی صورت سزائے موت نہیں دی جاتی تھی۔ نیچی ذات کی عورت سے زنا جرم نہ تھا۔ نچلی ذات والوں کو انسانی حقوق حاصل نہیں تھے۔ بت پرستی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ بدھ مت کے ماننے والے بھی ہندومت کے قریب تھے۔ اسلام سے قبل ہندوستان کی بہت سی اشیاء عرب کے بازاروں میں فروخت ہوتی تھیں۔ عرب اور ہند کے درمیان تجارتی روابط قائم تھے۔

چین

چین کی تہذیب اس قدر قدیم ہے کہ اس کے آغاز کا اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکا۔ چین کی تہذیب کا آغاز یاؤ (Yao) کے زمانہ سے ہوا۔ اس کے بعد شون، شانگ اور اینگ کے خاندان اقتدار میں آئے۔ اس کے بعد طوائف الملوکی کا طویل سلسلہ شروع ہوا جو ہان (Han) خاندان

Scanned with CamScanner

تک جاری رہا۔ اس زمانے میں علمی و سیاسی قوت نے فروغ پایا۔ سوئی خاندان کے دور میں چین کے حالات مستحکم ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت سوئی خاندان کی حکمرانی تھی۔

چین میں بدھ مت، کنفیوشس ازم اور بت پرستی کو فروغ ملا۔ روم، ایران اور ہندوستان کی طرح چین میں بھی آمریت اور مطلق العنانیت کا دور دورہ تھا۔ بادشاہ کا حکم قانون کی طرح چلتا تھا۔ چین کے لوگ بادشاہ کو "شہنشاہ فرزند آسمان" کہتے تھے۔ ان کے عقیدے کے مطابق آسمان نر اور زمین مادہ تھی دونوں نے مل کر کائنات کو جنم دیا۔ چین کے لوگ بادشاہ کو مائی باپ سمجھتے تھے اور اس کے ہر حکم پر عمل کرتے تھے۔

عرب

عرب کی تہذیب بھی بڑی قدیم ہے۔ قوم نوح کا قصہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔ فرعون اس قوم کا حکمران تھا جو اپنے آپ کو خدا سمجھتا تھا۔ فرعون اللہ کے عذاب کا شکار ہوا اور سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ قوم نوح کے بعد قوم عاد حکمران ہوئی۔ قوم عاد دنیا کی تہذیب کی بانی تھی۔ اس قوم کے دور میں صنعت و حرفت کی ترقی کی وجہ سے عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ عاد حکومت کا مرکز یمن تھا۔ قوم عاد کو عرب کے اندر اور باہر کے کئی علاقوں پر حکومت کا موقع ملا۔ عاد کی جانشینی ثمود کو حاصل ہوئی قوم ثمود کا دارالحکومت حجر تھا اور وادی کا نام القریٰ تھا۔ ثمود فن تعمیر کے ماہر تھے۔ پہاڑ کاٹ کر مکان بناتے تھے قوم ثمود کی اصلاح کے لیے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ عرب کے علاقے میں کبھی کوئی منظم ریاست قائم نہ ہوسکی جس کو مرکزی حیثیت حاصل ہو اہل یمن تہذیب و تمدن، معاشرت کے حوالے سے عرب کے دوسرے علاقوں سے آگے تھے۔ قدیم عرب میں بھی بادشاہتوں اور قبیلوں کا رواج تھا۔ مکہ کی شہری ریاست کو خانہ کعبہ کی وجہ سے بڑی اہمیت حاصل تھی۔

لوگ دنیا کے مختلف علاقوں سے حج اور عمرے کے لیے آتے اور تجارت کے مواقع پیدا کرتے۔ مکہ کے قریش کی پورے عرب میں عزت و احترام تھا۔ قبیلے کے سردار مشاورت سے

Scanned with CamScanner

منتخب ہوتے البتہ سردار کو امتیازی حقوق حاصل نہیں تھے۔ اُونٹ اہل عرب کے لیے بڑا اہم تھا۔ اہل عرب عمومی طور پر خانہ بدوش تھے۔ حالات اور ضرورت کے مطابق رہائش تبدیل کرتے رہتے۔ کئی مقامات پر تجارتی بازار بھی تھے۔ خیمہ میں رہنے والے بدوی جانوروں کے گوشت اور دودھ پر گزارہ کرتے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دورِ جاہلیت

ظہورِ نبوت سے پہلے عرب کو "جلی ہوئی زمین" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔صحراؤں میں انسان نما جانور رہتے تھے۔ فساد اور خون ریزی ان کی سرشت بن چکی تھی۔ قبائل کے درمیان جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ یہودی منظّم طور پر عربوں کی قبائلی عصبیت سے فائدہ اُٹھا کر لوگوں کو آپس میں لڑاتے تھے۔ یہودی اسلحہ بناتے تھے۔ عرب کے قبائل یہودیوں سے اسلحہ خریدتے تھے۔ سرمایہ دار طبقہ ہر شعبہ پر بالادست تھا۔غریب عوام پیٹ پالنے کے لیے بھیڑ بکریاں چراتے۔ کھجور کھا کر اور دودھ پی کر گزارا کرتے۔تجارت کے لیے کسی سرمایہ دار سے قرض لیتے تو زندگی بھر سود ادا کرتے۔ غریب عوام خط افلاس سے نیچے زندگی گزارتے۔ دولت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت پر قبیلے فخر کرتے۔ [مجمع البیان جلد 10، ص 534]

عورت کے وجود کو ننگ و ندامت کا باعث سمجھا جاتا۔ بیٹیوں کو رائے دینے کا حق نہیں تھا۔ بیٹیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ جاہل عرب لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔ شوہر کا قرض بیوی سے وصول کیا جاتا۔ نادار اور غریب زوجہ اگر قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہوتی تو اس کے شوہر کو قیدی بنالیا جاتا۔ [دائرہ المعارف جلد 6، ص 250]

عرب زبان و بیان کے حوالے سے خود کو تمام دنیا سے بہتر اور اعلیٰ تصور کرتے تھے۔ دوسروں کو اپنے مقابلے میں عجمی یعنی گونگا سمجھتے تھے۔ سرمایہ داروں کے عالی شان بازار عکاظ میں شعر و شاعری کے مقابلے ہوتے تھے جس کا قصیدہ زبان و بیان کے حوالے سے بہتر ہوتا اسے

Scanned with CamScanner

خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکا دیا جاتا تا کہ دور و دراز سے آنے والے لوگ شاعر کی عظمت کا اندازہ کر سکیں۔ حضرت علیؓ نے اپنی معروف و مقبول کتاب "نہج البلاغہ" میں عربوں کی حالت کے بارے میں بیان کیا ہے۔

"اے گروہ عرب تم اس وقت بدترین اُمت تھے اور انتہائی مطعونی زمین میں زندگی گزارتے تھے ایسی سنگلاخ زمین جس میں زہریلے سانپ ہوتے تھے۔ تم گندا پانی پیتے اور بدمزہ غذائیں کھاتے تھے ایک دوسرے کا خون بہانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ رشتے داروں سے دور رہتے تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے اور اعلانیہ گناہ کرتے تھے۔" [خطبات نہج البلاغہ]

عرب کے لوگ (قریش) تجارت پیشہ تھے۔ صنعت و حرفت میں پس ماندہ تھے۔ البتہ یمن میں اون کاتنے چادر اور کمبل بنانے کی صنعت موجود تھی بعض جگہوں پر جنگی ہتھیار بنائے جاتے تھے۔ عرب کے لوگ اپنے قومی اخلاق شجاعت، فیاضی، وعدہ پورا کرنا اور مہمان نوازی میں مشہور تھے۔ شراب، جوئے، دختر کشی، مسلسل جھگڑے ان کی نمایاں کمزوریاں تھیں۔

عرب کے مختلف علاقوں میں چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں قائم تھیں جن میں مکہ کو اہم حیثیت حاصل تھی جسے حضور اکرم ﷺ کے جدِ امجد قصی بن کلاب نے مکہ پر قبضہ کر کے شہری ریاست کی صورت میں قائم کیا تھا۔ [حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی جلد 1، ص 233]

مکہ کی شہری ریاست کے نظم و نسق کے لیے مختلف عہدے، منصب تشکیل دیئے گئے تھے۔
[ابن سعد: طبقات الکبریٰ]

حجابہ: خانہ کعبہ کی دربانی

سقایہ: حاجیوں کو پانی پلانا

رفادہ: حاجیوں کے لیے کھانے کا انتظام اور مالی بندوبست

لواء: پرچم، جنگی عہدہ

Scanned with CamScanner

ندوہ:　　　　　کمیونٹی سینٹر مشاورت کے لیے

قیادہ:　　　　　جنگ میں لشکر کی قیادت

اموال المحجر :　　بتوں کے چڑھاوے، نذرانے

حکومتہ:　　　　مقدمات کا فیصلہ

سفارہ:　　　　　سفارت کاری

دارالندوہ قریش کا اہم مرکز تھا۔ تمام معاملات اسی مرکز میں طے پاتے تھے۔ دارالندوہ میں سیاسی سماجی عسکری، تجارتی، انتظامی شادی بیاہ جیسے اُمور کے لیے مشاورت کی جاتی تھی۔ عرب جمہوری مزاج رکھتے تھے۔ قبیلے کا سردار مشاورت سے منتخب ہوتا اور تمام اُمور بھی مشاورت سے طے پاتے تھے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ریاست کی قرآنی بنیادیں

چھٹی اور ساتویں صدی کا زمانہ پُرآشوب تھا۔ عالم انسانی کا نظام منتشر تھا۔ سماج کی سماجی، روحانی اور اخلاقی اقدار پامال ہو چکی تھیں۔ مطلق العنانی، آمریت، جبر، فتنہ فساد، جنگ و جدل کا دور تھا۔ ریاست اور سیاست کی بنیاد طاقت پر ہوتی تھی۔ اختلاف رائے کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ آئین، قانون اور اخلاق کا کوئی تصور نہ تھا۔ نسل آدم ذہنی، فکری اور سیاسی انتشار کا شکار تھی۔ عرب کی سرزمین پر مرکزی حکومت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ قبائلی جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ بتوں کی پرستش کی جاتی تھی۔ عرب کے لوگ اخلاقی زوال کے شکار تھے۔ عدل و انصاف کا کوئی منظّم ادارہ نہیں تھا۔ امیر اور غریب میں فرق بہت زیادہ تھا۔ غریب افراد بھیک مانگنے کے بجائے خودکشیاں کر لیتے تھے۔ انسانی حقوق کا تصور بھی نہیں تھا۔ عورتوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ ان حالات میں رب کائنات نے حضرت محمد ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ان پر آخری الہامی کتاب قرآن نازل فرمائی تاکہ لوگ اس سے ہدایت اور روشنی حاصل کر کے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو منظّم کریں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے مشکلات اور مصائب کے باوجود عرب کی سرزمین پر سماجی، سیاسی اور اخلاقی انقلاب برپا کر دیا جس کے پوری دنیا پر اثرات مرتب ہوئے۔ اس انقلاب کی بنیاد رنگ، نسل، وطن، زبان، قوم، قبیلہ سرمایہ، پاپائیت اور شہنشاہیت کے بجائے دین اسلام کے سنہری اُصولوں امانت، دیانت، صداقت، مساوات، مواخات، انصاف اور احتساب پر رکھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کے مطابق لوگوں کے عقائد بھی تبدیل کیے اور قرآنی ضابطہء حیات

Scanned with CamScanner

کے مطابق نہ صرف اسوۂ حسنہ بہترین عملی نمونہ پیش کیا بلکہ ریاست مدینہ کا مثالی ماڈل بھی پیش کیا۔ ارشاد ربانی ہے:

''ہم نے اپنے رسولوں کو واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں۔''
[الحدید:25]

''اور یہ کہ تم ان کے درمیان حکومت کرو اس ہدایت کے مطابق جو اللہ نے اُتاری ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ہوشیار رہو کہ وہ تمہیں فتنے میں مبتلا کر کے اس ہدایت کے کسی جز سے نہ پھیر دیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کی ہے۔'' [المائدہ:49]

''اور دعا کرو کہ پروردگار مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے۔'' [بنی اسرائیل:80]

اللہ نے ہر مسلمان کے لیے بنیادی عقائد متعین فرمائے ہیں جن پر ایمان لانا فرض ہے لہٰذا مسلمانوں کی جو بھی ریاست ہو گی اس میں مسلم شہریوں پر فرض ہو گا کہ وہ ان عقائد پر ایمان لائیں۔

اللہ پر ایمان لانا

مسلم ریاست کے ہر مسلمان شہری کا فرض ہے کہ وہ ایک اللہ پر صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ ایمان لائے۔ کلمہ پڑھ کر ایک اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کی گواہی دے۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔ اللہ پر ایمان لانے کے بعد مسلمان اللہ کے احکامات اور ضابطہء حیات کا پابند ہو جاتا ہے۔

''اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے۔ اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے۔ جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی

Scanned with CamScanner

کوشریک ٹھہرایا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔" [النساء:116]

"یہ لوگ ان کی پرستش کر رہے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور کہتے یہ ہیں کہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اے محمد ﷺ ان سے کہیے کیا تم اللہ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں۔ پاک ہے وہ اور بالا و برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔" [یونس:18]

اللہ کے رسول پر ایمان

اللہ کے بعد اللہ کے تمام رسولوں اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا ہر مسلمان کا دینی فرض ہے۔ ارشاد ربانی تعالیٰ ہے:

"میں نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تمہیں میری آیات سناتا ہے۔ تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے۔ تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے لہٰذا تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو کفران نعمت نہ کرو۔" [البقرۃ:151-152]

اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کی اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہو جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"اے نبی کہہ دیجیے کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اطاعت اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ ان سے کہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کر لو پھر اگر تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔" [آل عمران:31-32]

Scanned with CamScanner

قرآن پر ایمان

اللہ کی آخری کتاب قرآن اور اس سے پہلے نازل ہونے والی الہامی کتب پر ایمان لانا ریاست کے ہر مسلمان کا فرض ہے۔ قرآن واحد الہامی کتاب ہے جو قیامت تک زندہ رہے گی اس کی حفاظت کی ضمانت اللہ نے لے رکھی ہے۔ قرآن آسان اور واضح کتاب ہے جو انسانوں کے لیے رہنما اور ہدایت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

> ''الف لام میم یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہدایت ان پرہیزگاروں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی ہیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔''
>
> [البقرہ:5-1]

> ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔''
>
> [البقرہ:185]

آخرت پر ایمان

اللہ، رسول اور قرآن پر ایمان لانے کے بعد آخرت پر ایمان لانا بھی ایمان اور عقیدے کا حصہ ہے۔ اسلام قبول کرنے والا مسلمان یہ تسلیم کرے کہ یہ دنیا عارضی ہے۔ قیامت کو ہر صورت آنا ہے جس کے بعد ہر انسان کی ابدی زندگی کا آغاز ہوگا جس کا فیصلہ انسانوں کے دنیاوی اعمال کے مطابق کیا جائے گا۔ گناہ گار دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور نیک لوگوں کے لیے جنت ہوگی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

Scanned with CamScanner

"یہ آیات ہیں قرآن اور کتاب مبین (واضح کتاب) کی ہدایت اور بشارت ان ایمان لانے والوں کے لیے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور پھر وہ ایسے لوگ ہیں جو آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے لیے ہم نے ان کے کرتوتوں کو خوشنما بنا دیا ہے اس لیے وہ بھٹکتے پھرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے بُری سزا ہے اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں اور اے (محمد ﷺ) بلاشبہ تم یہ قرآن پاک حکیم و علیم ہستی سے پا رہے ہو۔" [النمل: 1-6]

"اے نبی ان سے کہیے اللہ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے پھر وہی تم کو اس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اللہ کی ہے اور جس روز قیامت کی گھڑی آ کھڑی ہوگی اس دن باطل پرست خسارے میں پڑ جائیں گے۔" [الجاثیہ: 26-27]

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ریاست کے بنیادی اصول بیان فرمائے ہیں جن پر عمل کر کے ہی اسلامی ریاست وجود میں آسکتی ہے۔ ان ہی بنیادوں پر انصاف پر مبنی پُرامن معاشرہ تشکیل پاسکتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"یہ لوگ ہیں جنہیں ہم اگر زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے۔" [الحج: 41]

اللہ نے اس آیت میں نماز کو زکوٰۃ اور نیکی سے جوڑا ہے لہٰذا اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ صرف نماز ہی ہمارے گناہوں کی معافی کے لیے کافی ہوگی۔ ایک آیت میں اللہ نے مسلمانوں کو اُمت اوسط یعنی درمیانی راہ پر چلنے والی اور اعتدال پر قائم رہنے والی اُمت قرار دیا ہے لہٰذا مسلم اُمت انتہا پسندی کا شکار نہیں ہوسکتی۔

Scanned with CamScanner

"اور اس طرح ہم نے تم کو ایک بیچ کی اُمت (اعتدال کی راہ پر قائم رہنے والی اُمت بنا دیا تا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ)۔"
[البقرہ:143]

"تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کے لیے نکالا گیا ہے۔تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔" [آل عمران:110]

اللہ نے قرآن میں مسلمان اُمت کو تفرقے سے روکا لہٰذا اُمت میں فرقہ واریت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ارشاد ربانی ہے:

"تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہو گئے جنہوں نے یہ روش اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائیں گے۔" [آل عمران:105]

نیکی کی حمایت بُرائی کی مزاحمت

مسلم ریاست کا قرآنی اصول ہے کہ اس کے شہری نیک کام کریں نیکی کی حمایت کریں اور بُرائی کو روکیں۔خاموش بنے رہنا اللہ کو پسند نہیں ہے۔اگر شہری بُرائی کی مزاحمت نہیں کریں گے تو رفتہ رفتہ پورا معاشرہ بُرائی کا شکار ہو جائے گا۔ارشاد ربانی ہے:

"نیکی اور تقویٰ میں تعاون کریں اور زیادتی میں تعاون نہ کریں۔"
[المائدہ:5]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور درست بات کرو۔"
[الاحزاب:70]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو۔خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے اپنے خلاف تمہارے والدین کے خلاف یا رشتے داروں کے خلاف ہو۔" [النساء:135]

Scanned with CamScanner

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے جو شخص کوئی بُرائی دیکھے اسے چاہیے کہ اسے ہاتھ سے روکے اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے بُرا جانے یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔'' [مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ]

''سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے۔'' [ترمذی، ابوداؤد]

''جس نے کسی حاکم کو راضی کرنے کے لیے وہ بات کی جو اس کے رب کو ناراض کردے وہ اللہ کے دین سے نکل گیا۔'' [کنز العمال]

مشاورت (جمہوریت)

اللہ نے قرآن میں اپنے زمانے اور علاقائی زمینی حقائق کے مطابق سیاسی، سماجی اور معاشی معاملات چلانے کے لیے مشاورت کا اصول بیان کیا ہے جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔ ارشاد ربانی ہے:

''معاملات میں ان سے مشاورت کیجیے۔'' [آل عمران: 159]

اسلامی مفکرین اور محققین کے مطابق اسلام بادشاہت آمریت اور مذہبی پیشوائیت کے خلاف ہے اور جمہوری تصور کا حامل ہے جو اسلام کے سنہری اُصولوں، امانت، دیانت، صداقت، مساوات اور انصاف کے اصولوں کے مطابق تشکیل دیا گیا ہو۔ دور جدید میں جس کا خاکہ قائداعظم اور علامہ اقبال نے پیش کیا تھا۔ جمہوریت کا ابتدائی نمونہ خلفائے راشدین کے دور میں پیش کیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب مشاورت اور جمہوریت کے اُصولوں پر کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام تجویز کیا جس پر جمہوری اُصولوں کے مطابق مشاورت اور بحث و مباحثہ کے بعد اتفاق کرلیا گیا۔ ریاست مدینہ کے شہریوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی جو ووٹ کی ابتدائی شکل

Scanned with CamScanner

تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخابی عمل کی روشنی
میں ایک انتخابی مجلس مقرر کی۔ حضرت عمرؓ نے اس مجلس میں مشاورت کے لیے اپنے بیٹے کا نام
بھی شامل کیا البتہ دوٹوک الفاظ میں واضح کر دیا کہ ان کا بیٹا خلافت کا اُمیدوار نہیں ہوگا تاکہ
موروثی اور خاندانی خلافت کا سلسلہ شروع نہ ہو جائے۔ [طبری]

انتخابی مجلس کے رکن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے لیے وسیع پیمانے پر
مشاورت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اکثریت کا اتفاق ہوا ایک اجتماع میں ان کے ہاتھ
پر بیعت کر کے جمہوریت اور مشاورت کے تقاضے پورے کیے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
نے فرمایا میرا انتخاب خفیہ طور پر نہیں بلکہ عوام کی مرضی سے کھلے عام ہی ہوسکتا ہے۔ [طبری]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی مشاورت اور بیعت کے اُصول پر کیا گیا۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو چند اصحاب نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو خلیفہ نامزد کر دیں۔ آپ نے انکار
کیا اور فرمایا میں یہ معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کی روایت کے مطابق مشاورت اور بیعت کے
اُصول پر چھوڑ دوں گا۔ [المسعودی]

مستند روایات کے مطابق خلفائے راشدین نے مشاورت کے اُصول پر عمل کرتے ہوئے
معاملات کو چلایا اور اُمور ریاست انجام دیئے۔ مشاورت اور جمہوریت ایسا نظام ہے جس کے نتیجے
میں فلاحی ریاست تشکیل پاسکتی ہے۔ مغربی جمہوریت اسلام کے سنہری اُصولوں اور بنیادی تعلیمات
سے مطابقت نہیں رکھتی لہٰذا اسے عوامی اور فلاحی بنانے کی ضرورت ہے تاکہ ریاست مدینہ کے
تقاضے پورے کیے جاسکیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

میرے لیے اللہ کے مال میں سے اس کے سوا کچھ حلال نہیں ہے کہ ایک جوڑا گرمی کے
لیے اور ایک سردی کے لیے لوں اور قریش کے ایک اوسط آدمی کے برابر روزی اپنے گھر والوں
کے لیے لوں۔ میں مسلمانوں میں سے بس ایک آدمی ہوں۔ [ابن کثیر: البدایہ والنہایا]

اللہ کے رسول ﷺ نے اذان، غزوہ بدر کے قیدیوں، غزوہ احد، غزوہ خندق واقعہ افک

Scanned with CamScanner

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر تہمت) صلح حدیبیہ اور دیگر کئی اُمور ریاست کے سلسلے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"جس کام کو مشورے کے بغیر عمل میں لایا گیا ہو اس میں بھلائی نہیں۔ تنہا رائے کچے دھاگے کی طرح ہے اور دو رائے پختہ دھاگے کی مثل ہے۔ جب کہ تین آدمیوں کا مشورہ بٹی ہوئی رسی کے مثل ہے جو ٹوٹتی نہیں ہے اپنے معاملات میں اس آدمی سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتا ہو۔"

بیت المال

قرآن کے مفہوم کے مطابق ریاست مدینہ میں بیت المال کا شعبہ قائم کیا گیا تا کہ زکوٰۃ، صدقات، خیرات، مال غنیمت اور جزیہ سے حاصل ہونے والے مال کو قرآنی اُصولوں کے مطابق ریاستی امور اور عوام کی فلاح کے لیے استعمال کیا جاسکے۔ اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین نے زکوٰۃ اور صدقات کے مال سے ریاست مدینہ کو چلایا اور کوئی ٹیکس نافذ نہ کیا۔ ریاست مدینہ میں بیت المال کو اللہ اور مخلوق کی امانت سمجھا جاتا تھا۔ جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اس کے دوسرے روز کندھے پر کپڑے کا تھان رکھ کر بیچنے کے لیے نکلے۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے کہا امیر المومنین یہ آپ کیا کر رہے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اپنے بال بچوں کو کہاں سے کھلاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس سلسلے میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے لیے مہاجرین کے عام آدمی کو سامنے رکھ کر وظیفہ مقرر کرتے ہیں چنانچہ مشاورت کے بعد چار ہزار سالانہ درہم وظیفہ مقرر کیا گیا جو بیت المال سے ادا کیا جاتا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ میرے ترکے سے آٹھ ہزار درہم بیت المال کو واپس کر دیے جائیں یہ مال جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے کہا خدا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے آپ نے بعد میں آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا۔ [کنزالعمال]

Scanned with CamScanner

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد فرمایا، میں بیت المال کے معاملے میں تین باتوں کے سوا کسی چیز کو صحیح نہیں سمجھتا۔ حق کے ساتھ لیا جائے حق کے مطابق دیا جائے اور باطل سے اس کو روکا جائے۔ میرا تعلق تمہارے مال کے ساتھ وہی ہے جو یتیم کے ولی کا تعلق یتیم کے مال سے ہوتا ہے اگر میں محتاج نہ ہوں تو اس میں سے کچھ نہ لوں گا اور اگر محتاج ہوں تو معروف طریقے سے کھاؤں گا۔ [ابو یوسف: کتاب الخراج]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تھا۔ چند صحابہ نے مشورہ دیا کہ بیت المال سے معاویہ کی طرح لوگوں کو نوازیں اور ان کا تعاون حاصل کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تم چاہتے ہو میں ناجائز طریقوں سے کامیابی حاصل کروں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عقیل رضی اللہ عنہ کی خواہش کو مسترد کر دیا کہ بیت المال سے ان کو درہم دیے جائیں۔ [مولانا مودودی، اسلامی ریاست]

ریاست مدینہ میں بیت المال کو عوام کی امانت سمجھ کر خرچ کیا گیا۔ ریاست کے نظم و نسق کے لیے اخراجات بیت المال سے کیے جاتے۔ معذوروں، یتیموں، بیواؤں اور دوسرے مستحق افراد کے لیے وظیفے مقرر کیے جاتے۔

قانون کی بالادستی

ریاست مدینہ میں قرآن کے حکم کے مطابق قانون کی حکمرانی نافذ کی گئی۔ قانون کی نظر میں سب مساوی تھے۔ ارشاد ربانی ہے:

> ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو عدل انصاف پر مضبوطی سے ڈٹ جانے والے اور اللہ کی خوشنودی کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ گو وہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ یا رشتے دار عزیز کے۔ وہ شخص اگر امیر ہو یا غریب اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے سو تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے گریز

Scanned with CamScanner

کیا تو جان رکھو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔" [النساء:135]

ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل اس لیے تباہ ہوئے کہ وہ غربا پر حد جاری کرتے تھے اور امراء سے درگزر کرتے تھے ۔بخدا اگر فاطمہ رضی اللہ عنہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس پر حد جاری کر دیتا۔ [مسلم]

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ایک معاملے میں اختلاف ہو گیا دونوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قاضی بنایا۔ دونوں قاضی کے پاس حاضر ہوئے۔ زید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ بٹھانا چاہا مگر وہ ابی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اپنا دعویٰ پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعوے سے انکار کیا۔ قانون کی کے مطابق حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قسم لینی چاہیے تھی مگر انہوں نے تامل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود قسم کھائی اور آخر میں کہا زید رضی اللہ عنہ اس وقت تک قاضی نہیں ہو سکتے جب تک ان کے نزدیک عمر رضی اللہ عنہ اور عام آدمی برابر نہ ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک عیسائی سے اختلاف پیدا ہوا جب انہوں نے اسے بازار میں ان کی گم شدہ زرہ بیچتے ہوئے دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے مگر انہوں نے اپنی زرہ زبردستی واپس نہ لی اور اپنا مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کوئی گواہ پیش نہ کر سکے قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ [بیہقی]

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک اور مقدمے میں قاضی کے سامنے پیش ہوئے قاضی نے ان کا اُٹھ کر استقبال کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاضی سے کہا یہ تمہاری پہلی بے انصافی ہے۔ [دفیات الاعیان]

عصبیت اور تعصب سے پاک ریاست

قرآن میں اللہ نے ہر قسم کی عصبیت، تعصب اور امتیاز کو اسلام کی روح کے خلاف قرار دیا اور عزت و منصب کا معیار تقویٰ قرار دیا۔ اسلام کے مطابق جو زیادہ متقی یعنی پرہیز گار ہو وہی

Scanned with CamScanner

لیے نہیں بلکہ شناخت کے لیے پیدا کیے اللہ قابل احترام ہوگا۔ اللہ نے قبیلے اعزاز اور امتیاز کے لیے نہیں بلکہ شناخت کے لیے پیدا کیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست مدینہ کو ہر قسم کے تعصب اور عصبیت سے پاک رکھا۔ جنگ بدر میں مکہ کے لوگ عقیدے کی بنیاد پر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے اس جنگ میں خون، رشتے داری، قبیلے برادری جیسے تمام تعصبات اور عصبیتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا تعلق مختلف قبیلوں سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن زینب رضی اللہ عنہ سے کروایا اور یہ اعتراض مسترد کر دیا کہ زید رضی اللہ عنہ غلام ہیں اور عملی طور پر ثابت کیا کہ اسلام میں غلام اور آقا میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ریاست مدینہ میں مواخات کی بنیاد عقیدہ اور انسانیت کی بنیاد پر رکھی گئی۔ میثاق مدینہ ہر قسم کے تعصب اور عصبیت کے خاتمے کا بے مثال آئین ہے جس کے مطابق مدینہ کے ہر شہری کو بلاتفریق مذہب رنگ نسل اور قبیلہ مساوی حقوق دیے گئے۔ جب مکہ میں قحط پڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے تعصب سے اُوپر اُٹھ کر اہل مکہ کی مالی مدد کی۔ فتح مکہ کے بعد اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو سفیان کے گھر کو پناہ گاہ قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برادری، قبیلہ، خون، مذہب کے تعصّبات کو مسترد کر کے خانہ کعبہ کی کلید پرانے کلید بردار عثمان بن طلحہ کے سپرد کی حالاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلید کعبہ کی فرمائش کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اسلامی لشکر کا امیر نامزد فرمایا تو بعض مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ غلام کے بیٹے کو امیر نامزد کیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اعتراضات کو قبول نہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کو کسی عصبیت کی طرف دعوت دی
> وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کے ساتھ عصبیت کی بنیاد پر لڑائی کی
> اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مارا گیا۔'' [ابوداؤد]

Scanned with CamScanner

ایک اور روایت کے مطابق ارشاد فرمایا:

''اللہ قیامت کے روز تمہارا حسب نسب نہیں پوچھے گا اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔'' [ابن جریر]

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے عظیم خطبے حجتہ الوداع (آخری حج) میں تعصّبات، عصبیتوں اور امتیازات کو واضح اور دوٹوک الفاظ میں مسترد کر دیا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اسلامی ریاست کی خصوصیات

ریاست انسانوں کا ایک گروہ یا تنظیم ہے جو مشترکہ مقاصد کے لیے مل جل کر کام کرے محقق فارابی کی تحقیق کے مطابق مثالی ریاست کا معیار یہ ہے کہ وہ شہریوں کو سہولیات فراہم کرے اور ان کی اخلاقی تربیت ان کے معاشرتی رویوں کو بہتر سمت دینے کے لیے ذمے داریاں پوری کرے۔

نظریہ حاکمیت

اسلامی ریاست میں حاکمیت واقتدار اعلیٰ کا منصب اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ رب چوں کہ کائنات کا خالق ہے اور کائنات کا نظام اسی کے حکم سے چل رہا ہے لہٰذا اسلامی ریاست میں اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرنا لازم ہے۔ قرآن مجید کے مطابق حکومت اور سلطنت کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اقتدار کے دائرے میں پیغمبروں کو جو اقتدار حاصل ہوتا ہے وہ اللہ کے ہی اقتدار کا عطیہ ہوتا ہے۔ [الاصفہانی: مفردات القرآن]

کوئی انسان یا انسانی ادارہ ایسا نہیں ہوسکتا جو مطلق العنان ہو اور اسے افراد پر حکومت کرنے کے کلی اختیارات حاصل ہوں اور تمام باشندے اس کی بلامشروط اطاعت کرنے پر مجبور ہوں لہٰذا منطقی اُصول یہی ہے کہ اللہ کو مقتدر اعلیٰ تسلیم کیا جائے اور اس کے ضابطہء حیات کے مطابق ریاست کا نظم ونسق چلایا جائے۔

قانون کی پابندی

اسلامی ریاست ایک اصولی اور نظریاتی ریاست ہوتی ہے جو رنگ نسل زبان وطن جغرافیائی یا قبائلی عصبیتوں کی بجائے صرف اصول اور اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر قائم ہوتی

Scanned with CamScanner

ہے۔ اللہ کی حاکمیت پر یقین کامل رکھتی ہے اور اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔'' [الحدید:25]

اسلامی ریاست میں قانون کی نظر میں سب مساوی ہوتے ہیں۔ جن ریاستوں میں قانون کی حکمرانی نہ ہو وہ ظلم، ناانصافی اور انتشار کا شکار رہتی ہیں۔

اطاعت اور وفاداری

اسلامی ریاست میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت و وفاداری ہر مسلمان کے لیے لازمی شرط ہے۔ اس سلسلے میں اللہ کا ارشاد واضح اور دوٹوک ہے:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریقہ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔'' [النساء:59]

اولی الامر (حکمران) کی اطاعت مسلمانوں کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے تا کہ ریاست کا نظم و نسق خوش اسلوبی سے چلتا رہے اور اس میں بدنظمی پیدا نہ ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے وضاحت فرمائی:

''مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے حکمران کی بات سنے اور مانے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند ہو یہاں تک کہ معصیت یعنی اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے اور جب معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔'' [بخاری]

حکمران کا فرض ہے کہ وہ قرآن اور سنت کے مطابق حکومت چلائے اور قرآن کے

Scanned with CamScanner

بنیادی اصولوں اور تعلیمات سے انحراف نہ کرے۔ فرد اور ریاست کے درمیان توازن ہونا چاہیے۔ ریاست فرد کو بنیادی انسانی حقوق فراہم کرے اور فرد ریاست کے ساتھ وفادار رہے اور فتنہ وفساد برپا کرنے کا سبب نہ بنے۔

اہلیت و میرٹ

ریاست اور اس کے سربراہ پر لازم ہے کہ وہ ریاست کو چلانے کے لیے منصب دار اہلیت اور میرٹ پر نامزد کرے اقربا پروری سے گریز کیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں (ذمے داری) اہل امانت یعنی (امین اور دیانت دار) لوگوں کے سپرد کرو۔" [الحجرات:13]

بے شک اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے جن ریاستوں میں میرٹ کا خیال نہیں رکھا جاتا وہ انتشار اور عدم استحکام کا شکار رہتی ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ میں بے لوث، بااخلاق، امین اور دیانت افراد کو منصب دیئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خدا کی قسم ہم کسی شخص کو اپنی حکومت کے کسی منصب پر مقرر نہیں کرتے جو اس کا حریص ہو۔" [مسلم]

"اسلام میں ہر طرح کی ولایت ہر نوع کی حکمرانی ہر قسم کا منصب اور ہر طرح کی ذمے داری کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر فرض کو اس مقصد کے لیے انجام دیا جائے کہ زندگی کی ہر روش اللہ کے لیے ہو اور ہر عمل کا مقصد اللہ کے قانون کی سربلندی ہو اور تمام اختیارات کا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو۔" [ابن تیمیہ]

شورائی ریاست

اسلامی ریاست کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ یہ شورائی ریاست ہے۔ اس میں تمام انسان

Scanned with CamScanner

برابر ہیں رنگ نسل حسب نسب پر کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ ریاست کے امور مشاورت سے طے کئے جاتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

"جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اپنے معاملات مشورے سے چلاتے ہیں ہم نے جو کچھ بھی رزق ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔" [الشوریٰ:38]

اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدہ نے ریاست کے معاملات مشاورت کے اصول پر چلائے۔ اسلامی ریاست میں آمرانہ فیصلوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

مفکرین اور مؤرخین نے مشاورت کو جمہوریت کی روح قرار دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"جب تم مجھے دیکھو کہ میں سیدھے راستے پر چل رہا ہوں تو میری اتباع کرو اور اگر میں راہ راست سے ہٹ جاؤں تو مجھے ٹھیک کر دو۔" [بخاری]

ابوموسیٰ عشری سے روایت ہے:

"خلافت وہ ہے جس کو قائم کرنے میں مشورہ کیا گیا ہو اور بادشاہی وہ ہے جس پر تلوار کے ذریعے غلبہ حاصل کیا گیا ہو۔" [طبقات ابن سعد]

فلاحی ریاست

اسلامی ریاست فلاحی اور خادم ریاست ہوتی ہے جس میں سیاست کو عبادت اور خدمت سمجھا جاتا ہے۔ اپنے شہریوں کو بلاتفریق بنیادی ضروریات فراہم کرنا فلاحی ریاست کا فرض اولین ہوتا ہے۔ جس ریاست میں امراء عیش وعشرت کر رہے ہوں اور غریب بھوک سے مر رہے ہو اسے اسلامی فلاحی ریاست نہیں کہا جاسکتا۔ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

"زکوٰۃ مال داروں سے لی جائے گی اور محتاجوں میں تقسیم کی جائے گی۔" [بخاری]

Scanned with CamScanner

زکوٰۃ کو خیرات نہیں بلکہ محروموں کا حق قرار دیا گیا ہے۔

''ان کے مالوں میں محروم اور سائل کا حق ہے۔'' [الذاریات: 19]

''اے نبی ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجیے۔'' [التوبہ: 103]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عراق میں غیر مسلموں کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس میں شرط موجود تھی کہ جو شخص بوڑھا ہو جائے یا کسی آفت کا شکار ہو جائے یا مفلس ہو جائے اس سے جزیہ وصول کرنے کی بجائے بیت المال سے اس کی امداد کی جائے۔

تعلیم و دعوت

اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ ہر شہری کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرے۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو معلم بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کے شہریوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''علم کا حصول ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔'' [ابن ماجہ]

غزوہ بدر میں جو مشرکین قید ہوئے ان کی رہائی کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔ اسلامی ریاست دعوت و تبلیغ کے لیے مختلف ادارے قائم کرتی ہے جو شہریوں کی اخلاقی تربیت کا فرض پورا کرتے ہیں۔ ہر شہری کا بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغام اور ہدایت کے مطابق اوامر اور نواہی کے بارے میں تبلیغ و اشاعت کریں تا کہ سماج میں اچھائی پھیلے اور بُرائی رُک جائے۔ اسلامی حکومت غیر مسلموں کو زبردستی ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔

Scanned with CamScanner

ظہور نبو

آپ ﷺ کو مکہ

ان کے صحابہ اس

ریاست کے قیا

گئے۔ حبشہ اور

کے دوران عر

روایت کے م

میدان میں ج

آپ ﷺ نے

نرم لہجے، بہت

واپس جا کر ا

مد

حضور اکرم ﷺ

باہمی جنگو

اوس اور خز

سکے۔ اگ

Scanned with CamScanner

ریاست کی تلاش

ظہور نبوت کے بعد جب اللہ کے رسول ﷺ نے دین اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا تو آپ ﷺ کو مکہ کے قریش کی جانب سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے صحابہ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ مکہ میں رہ کر اسلام کی تبلیغ کا کام آسان نہیں ہوگا چنانچہ مسلم ریاست کے قیام اور تلاش کے لیے مکہ کے قرب و جوار میں اس وقت کے قبائل سے رابطے کیے گئے۔ حبشہ اور طائف میں اسلامی مرکز کے قیام کے لیے کوششیں کامیاب نہ ہوسکیں۔ حج کے ایام کے دوران عرب کے قبائل مکہ آتے تھے اللہ کے رسول ﷺ ان کو توحید کی دعوت دیتے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے چودہ قبائل کو دعوت دی۔ ایک روز آپ ﷺ نے منیٰ کے میدان میں چھ افراد کو حج کی رسوم ادا کرتے دیکھا ان کا تعلق مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو قرآن کی آیات سنائیں اور توحید کا پیغام دیا۔ یہ افراد اللہ کے رسول ﷺ کے نرم لہجے، بہترین رویے اور مضبوط دلائل سے متاثر ہو کر ایمان لے آئے اور وعدہ کیا وہ مدینہ واپس جا کر اہل مدینہ کو اسلام کی دعوت دیں گے اسے بیعت عقبیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

مدینہ کے لوگ یہودیوں کی پیشین گوئیوں سے واقف تھے جو سابقہ الہامی کتب میں حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے بارے میں درج تھیں۔ مدینہ کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج باہمی جنگوں سے تنگ آچکے تھے اور یہودیوں کے اثر و رسوخ اور عزائم سے بھی خوف زدہ تھے۔ اوس اور خزرج کے قبائل کو کسی غیر جانبدار لیڈر کی ضرورت تھی جو مدینہ میں امن اور اتحاد پیدا کر سکے۔ اگلے سال مدینہ کے بارہ افراد نے اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام

Scanned with CamScanner

قبول کیا اسے بیعت عقبیٰ ثانی کہا جاتا ہے نومسلموں نے عہد کیا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے چوری اور زنا نہیں کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے اور کسی پر بہتان نہیں لگائیں گے آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ بیعت عقبہ ثانی کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اسلام کا پہلا سفیر بنا کر مدینہ روانہ کیا تا کہ وہ اہل مدینہ کو اسلام کا پیغام پہنچا سکیں اور ضرورت کے مطابق رہنمائی کر سکیں۔

صعیب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی سفارت کاری رنگ لائی۔ نبوت کے تیرہویں سال حج کے لیے مدینہ کے پانچ سو افراد مکہ پہنچے ان میں تہتر مسلمان مرد اور خواتین تھیں۔ انہوں نے رات کے اندھیرے میں عقبیٰ کے مقام پر اللہ کے رسول ﷺ سے ملاقات کی اور تفصیلی مذاکرات ہوئے۔ اس ملاقات میں طے پایا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ مدینہ تشریف لائیں تو مدینہ کے لوگ آپ ﷺ کا تحفظ اور دفاع کریں گے اس مقصد کے لیے اگر دنیا سے جنگ کرنا پڑی تو وہ دریغ نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے مدینہ کے لوگوں سے فرمایا آج سے تمہارا خون میرا خون ہوگا میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔ آپ ﷺ نے بارہ خاندانوں کے لیے بارہ نقیب نامزد فرمائے اس موقع پر ابو الہیثم نے عرض کیا کہ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان عداوت ہے جس وقت اللہ نے آپ ﷺ کو غلبہ عطا کر دیا تو آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس واپس نہ آجائیں۔ آپ ﷺ نے ان کو یقین دلایا کہ جس سے تم لڑو گے اس سے میں لڑوں گا اور جس سے تم صلح کرو گے اس سے میں صلح کروں گا۔ تمہارا ذمہ میرا ذمہ اور تمہاری حرمت میری حرمت ہے۔

بیعت عقبیٰ میں جو معاہدہ طے پایا اس کی پانچ شرائط تھیں:

1- چستی اور سستی ہر حال میں بات سنو گے اور مانو گے۔
2- تنگی و خوش حالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔
3- بھلائی کا حکم دو گے اور بُرائی سے روکو گے۔
4- اللہ کی راہ میں اُٹھ کھڑے ہو گے۔

Scanned with CamScanner

5- جب میں تمہارے پاس آجاؤں گا تم میری مدد کرو گے اور اپنے بال بچوں کی طرح میری حفاظت کرو گے۔[احمد بن حنبل]

اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ کے لوگوں سے معاہدہ کرنے کے بعد مکہ سے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ قریش نے آپ ﷺ کو جبر تشدد اور اذیت کا نشانہ بنایا آپ ﷺ نے بے مثال صبر کا مظاہرہ کیا اور اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ہجرت سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذمے داری سونپی کہ وہ قریش کی امانتیں واپس کریں۔ جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو اہل مدینہ نے آپ ﷺ کا پرتپاک اور پُر جوش استقبال کیا۔ ہر انصاری کی دلی تمنا تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ اس کے گھر پر قیام فرمائیں آپ ﷺ نے یہ فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا اور فرمایا ان کی اُونٹنی جس گھر کے سامنے بیٹھے گی اسی گھر میں وہ قیام فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر پر قیام فرمایا۔

ریاست کا مرکز مسجد نبوی

اللہ کے رسول ﷺ جب اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ کی پہلی ترجیح مسجد کی تعمیر تھی تاکہ عبادت اور ریاست کا نظم ونسق چلانے کے لیے ایک مرکز موجود ہو۔ آپ ﷺ چاہتے تو ریاستی اُمور کے لیے الگ دفتر تعمیر کرتے مگر آپ ﷺ نے مسجد نبوی کو ہی ریاست کا سیکریٹریٹ بنایا۔ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب ایک کھلا میدان تھا یہ زمین دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ آپ ﷺ نے مارکیٹ کے مطابق زمین کی قیمت کا تعین کرایا اور زمین کی قیمت ادا کرنے کے بعد مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ نے یہ اصول طے کر دیا کہ اللہ کے گھر کی تعمیر جائز زمین پر کی جانی چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ امیر المومنین تھے مگر آپ ﷺ نے ایک مزدور کی حیثیت میں مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی گئیں چھت کھجور کی شاخوں سے ڈالی گئی۔ مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں قرآن کے اُصول اعتدال اور سادگی کو پیش نظر رکھا گیا۔ مسجد کے ساتھ آپ ﷺ کی رہائش کے لیے حجرے تعمیر کیے گئے۔ مسجد نبوی کا

Scanned with CamScanner

ایک حصہ تعلیم اور قیام کے لیے مختص کیا گیا گویا مسجد نبوی عبادت گاہ بھی تھی اور ریاست کا سیکرٹریٹ، سکول اور بورڈنگ ہاسٹل بھی تھی۔ زکوٰۃ اور صدقات کی تقسیم کے لیے بیت المال بھی مسجد میں ہی قائم کیا گیا۔ مسجد نبوی ریاستی اخراجات کم رکھنے کا بہترین ماڈل تھی۔ یہودیوں اور مشرکوں سے تمام معاملات مسجد نبوی میں طے پائے گئے۔ عیسائیوں کا وفد مذاکرات کے لیے آیا تو اسے مسجد میں ہی ٹھہرایا گیا اور اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کی اجازت دی گئی۔ عسکری اُمور کے لیے مشاورت بھی مسجد نبوی میں کی جاتی۔ مسجد نبوی دنیاوی اُمور کے علاوہ روحانی اور اخلاقی تربیت گاہ بھی تھی۔ مسجد مرکز سے دور ہو کر مسلمان زوال کا شکار ہو گئے۔ ریاست کے امیر کا ذاتی عملی کردار ریاست کے استحکام اور ترقی کا ضامن بنتا ہے۔ ریاست مدینہ کے بانی اللہ کے رسول ﷺ کے بے مثال ذاتی کردار نے پوری دنیا کے انسانوں کو متاثر کیا۔

Scanned with CamScanner

تعلیم و تربیت

اللہ نے ہر زمانے میں انبیاء علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ اپنی قوموں کی تعلیم و تربیت کرسکیں۔ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر جو پہلی وحی نازل کی گئی اس میں علم اور قلم کا ذکر کیا گیا ارشاد ربانی ہے:

> ''پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (عالم، جہاں) کو پیدا کیا جس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے اس نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' [1-5:96]

اللہ نے اس آیت میں علم قلم کا ذکر فرمایا ہے جس سے تعلیم و تربیت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اللہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا تو ان کو علم بھی سکھایا۔ ایک اور آیت میں ارشاد ربانی ہے:

> ''بے شک خدا نے ایمان والوں پر مہربانی کی جب اس نے ان کے پاس انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں سناتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ فاش گمراہی میں تھے۔'' [164:3]

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء کو معلم بنا کر بھیجا گیا تاکہ وہ انسانوں کو تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ نفس یعنی تربیت کریں گویا تعلیم و تربیت دونوں انسانوں کے لیے لازم ہیں۔ اللہ کے

Scanned with CamScanner

رسول ﷺ نے ہجرت مدینہ سے پہلے ایک صحابی کو معلم بنا کر مدینہ بھیجا تا کہ وہ نومسلم افراد کو قرآن کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کر سکیں ہجرت کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ میں مسجد تعمیر کی اور اس میں مکتب قائم کیا۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو تعلیم دینے کے لیے معلم نامزد فرمایا اور انہیں ''معلم حکمت'' کا منصب دیا گیا اسلام کی پہلی جنگ بدر میں جو مشرکین قید ہوئے ان میں سے جو تاوان ادا کر کے رہائی حاصل کرنے کے قابل نہ تھے ان کی رہائی کے لیے یہ شرط لگائی گئی کہ وہ مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ [السہیلی: ابن سعد]

مسجد نبوی کا ایک احاطہ مکتب اور ہاسٹل کے لیے مختص کیا گیا جسے ''صفیہ'' کہتے تھے۔ اس مکتب میں قرآن، فقہ، فن تجوید کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس زمانے کے دنیاوی علوم بھی نصاب کا حصہ تھے۔ آپ ﷺ مدرسے کی خود نگرانی فرماتے۔ مقامی طلبہ کے علاوہ دوسرے علاقوں سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے اور نصاب مکمل کرنے کے بعد واپس جاتے۔ عہد نبوی ﷺ میں نو مسجدیں تعمیر کی گئیں جن میں مدرسے بھی قائم تھے۔ مسجد کے امام اور معلم اہلیت (میرٹ) کی بنیاد پر نامزد کیے جاتے آپ ﷺ مساجد اور مدارس کا دورہ کرتے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ غیر ملکی زبانیں سیکھیں تا کہ دنیا کے ملکوں سے خط و کتابت کی جا سکے۔ تاریخ کے ریکارڈ میں اللہ کے رسول ﷺ کے تین سو خطوط محفوظ ہیں۔ [بخاری]

اللہ کے رسول ﷺ نے ہفتہ میں ایک روز خواتین کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق شفا بنت عبداللہ العدویہ نے آپ ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تعلیم دی۔ [سیوطی] اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو ہدایت فرمائی کہ وہ عورتوں کو تعلیم دیا کریں۔ [51:33]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں بے مثال خدمات انجام دیں۔ ایک حدیث کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Scanned with CamScanner

"تعلیم حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے۔" [بیہقی]

مؤرخین کے مطابق عہد نبوی میں عرب اور چین کے درمیان تجارتی روابط قائم ہو چکے تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے تا کہ وہ مثالی اور معیاری انسان بن سکیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں اوسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی خصوصی تربیت کی۔ ایک روایت کے مطابق ایک روز اللہ کے رسول ﷺ اپنے حجرہ سے نکل کر مسجد نبوی میں آئے تو دو گروہ دیکھے ایک گروہ تسبیح کر رہا تھا اور دوسرا گروہ تعلیم میں مصروف تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو گروہ تعلیم میں مصروف ہے وہ بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو عامل بنا کر یمن بھیجا تو ان کو ہدایت فرمائی کہ وہ مختلف مقامات پر تعلیم کے مرکز قائم کریں۔

ابو عبید قاسم رضی اللہ عنہ کی کتاب کے مطابق ایک خاتون اپنے گھر پر قرآن کا درس دیتیں جس میں خواتین اور مرد دونوں شریک ہوتے۔ [ڈاکٹر حمید اللہ: اسلامی ریاست]

اللہ کے رسول ﷺ مختلف علوم سے واقف تھے آپ ﷺ کی آرزو تھی کہ مسلمان تمام علوم سیکھیں۔ [حمید اللہ]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں تعلیم بالغاں کے پروگرام کو جوش و خروش سے آگے بڑھایا عاملوں اور گورنروں کو تعلیم کے فروغ کی ہدایت فرمائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا

> "اے اللہ میں اپنے تمام علاقوں کے عہدیداروں پر تجھ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے ان کو اس لیے مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے دین اور ان کے نبی ﷺ کے طریقہ کی تعلیم دیں۔" [امین اصلاحی: اسلامی ریاست]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

Scanned with CamScanner

"اپنی اولاد کی عزت کیا کرو اور انہیں اچھے آداب سکھایا کرو۔" [ابن ماجہ]

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ علم والے اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کی سورۃ طٰہٰ میں اللہ نے اپنے رسول کو یہ دعا کرنے کی نصیحت کی:

"اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔" [مشکوٰۃ]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

جو شخص علم کی طلب میں نکلا وہ گویا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے وطن واپس لوٹے۔ [مشکوٰۃ]

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ کو انبیاء کے وارث قرار دیا اور عالم کو عابد پر ایک درجہ اُوپر قرار دیا۔ [مسند احمد]

تعلیم تربیت

ریاست مدینہ کی تشکیل کا بنیادی اُصول ہے۔ تعلیم کے زیور سے آراستہ شہری ہی مثالی سماج اور ریاست قائم کر سکتے ہیں۔ جو ریاست اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ نہیں دیتی وہ مختلف نوعیت کے بحرانوں کا شکار ہو جاتی ہے۔

Scanned with CamScanner

ضابطہء اخلاق

ہجرت مدینہ اور ریاست مدینہ کی تشکیل سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی مختلف آیات میں انسانوں کو ایک ضابطہء اخلاق دیا تا کہ وہ اپنے سیاسی سماجی اور معاشی معاملات اس ضابطہء اخلاق کی روشنی میں انجام دے سکیں۔ مفسرین، مؤرخین اور محققین نے ایمانیات اور عقائد پر زور دیا مگر ضابطہ اخلاق کو نظر انداز کیا جس کی وجہ سے ریاستیں اور معاشرے اخلاقیات سے دور ہو کر مختلف نوعیت کے مسائل کا شکار ہوتے رہے۔

اللہ کا ضابطہء اخلاق چودہ فرامین پر مشتمل ہے ہر انسان بلا امتیاز اس پر عمل کرنے کا پابند ہے۔

1- تم لوگ خدائے واحد کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔

2- والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تمہارے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف نہ کہو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت اور شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔[17:25-22]

3- رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو۔

4- فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچی کرنے والے لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور

Scanned with CamScanner

شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

5- اگر ان حاجت مندوں، رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے تمہیں کترانا ہو اس بناء پر کہ تم بھی اللہ کی رحمت کو جس کے تم اُمیدوار ہو تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرمی سے جواب دو۔

6- نہ تو اپنا ہاتھ گریبان سے باندھ رکھو (بخل نہ کرو) اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو (فضول خرچ نہ بنو) کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔ [26-30:17]

7- اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔ [31:17]

8- زنا کے قریب نہ پھٹکو یہ بُرا فعل اور بُرا راستہ ہے۔

9- قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے پس چاہیے کہ وہ بدلہ لینے میں حد سے نہ گزرے اس کی مدد کی جائے گی۔

10- یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر احسن طریقے سے یہاں تک کہ وہ شباب کو پہنچ جائے۔ [34:17]

11- عہد (وعدہ) کی پابندی کرو بے شک عہد کے بارے میں تم سے جواب دہی کی جائے گی۔

12- پیمانے سے دو تو پورا بھر کو دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ہے۔ [35-36:17]

Scanned with CamScanner

13- کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو یقیناً آنکھ، کان اور دل سب کی ہی باز پرس ہو گی۔

14- زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔ تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔ [37:17]

اللہ نے قرآن میں ضابطہ حیات بھی بیان فرمایا ہے جس میں عبادات یعنی حقوق اللہ اور معاملات یعنی حقوق العباد شامل ہیں۔ اللہ نے عبادات کو معاملات سے جوڑا ہے۔ نماز، روزہ، حج کا مرکزی فلسفہ تقویٰ ہے یعنی پرہیز گاری ایسے باتوں سے پرہیز کرنا جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے قرآنی معاملات پر عمل کیے بغیر سماج میں امن اور سکون پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ جو لوگ صرف عبادات پر زور دیتے ہیں انہیں غلط فہمی یا خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے اللہ حقوق اللہ معاف کر دے گا مگر حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے۔ ریاست مدینہ کی تشکیل قرآن کے ضابطہ اخلاق کے مطابق کی گئی۔ جن ریاستوں میں اخلاقیات کو چھوڑ دیا جاتا ہے وہ ریاستیں پسماندہ اور کمزور رہتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

جان و مال کا تحفظ

ریاست مدینہ میں شہریوں کے جان و مال کے تحفظ پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہوگیا اور قاتل کا پتہ نہ چلا۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا ”اے لوگو میں تم میں موجود ہوں ایک آدمی قتل ہوگیا ہے اور قاتل کا پتہ نہیں چل رہا۔ اگر تمام آسمان والے اور زمین والے مل کر ایک انسان کو قتل کر دیں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں شدید عذاب دے گا۔“ [مسلم، طبرانی]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بنوحرقہ سے جہاد کے لیے روانہ کیا۔ جنگ کے دوران میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے مقابلے کے دوران کلمہ پڑھ لیا تھا۔ جب آپ ﷺ کو علم ہوا تو سخت ناراض ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا دلوں کا حال صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ مجھے اس دن سخت صدمہ ہوا۔ [بخاری، مسلم]

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک جماعت جہاد کے لیے بھیجی اس میں مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بھی تھے جب ہم کافروں کے قریب پہنچے تو وہ سب بکھرے ہوئے تھے ایک آدمی ایک جگہ بیٹھا تھا اس کے پاس مال تھا اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر کلمہ پڑھا۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اس واقعہ کا سخت افسوس ہوا آپ ﷺ نے فرمایا مقتول مومن تھا اس نے اپنا ایمان کافروں سے چھپایا ہوا تھا۔ مقداد تم اللہ کو اس خون ناحق کا کیا جواب دو گے۔ مقداد نے عرض کیا اس شخص نے

Scanned with CamScanner

اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا۔ اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

"اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو ہر کام میں تحقیق کر لیا کرو اور ایسے شخص کو جو تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے دنیاوی زندگی کے سامان کی خواہش میں یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ کیوں کہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو بے شک اللہ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔" [النساء: 94]

ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

سب سے بڑے گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے۔ [بخاری]

ایک اور روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمان کی جان کی حرکت کو کعبے کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا۔ [ابن ماجہ]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

ہر مسلمان کی جان و مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے اور اس کے لیے قابل احترام ہے۔ [ابن ماجہ]

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے آخری خطبہء حج میں ارشاد فرمایا

بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں مقرر کی گئی ہے اور میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔ [بخاری]

ایک اور روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

Scanned with CamScanner

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہیں کرتا نہ اسے اکیلا چھوڑتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے اور تقویٰ سینے کے اندر دل میں ہے۔ [ریاض الصالحین]

ارشاد ربانی ہے:

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول (کے حقوق) میں جانتے ہوئے خیانت مت کرو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں بھی خیانت مت کرو۔''
[الانفال:27]

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''اسی سبب ہم نے بنی اسرائیل پر حکم نازل کیا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی انسان کو بچایا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا۔'' [32:5]

اللہ کے رسول ﷺ نے فتح مکہ کے بعد بے مثال برداشت اور روا داری کا مظاہرہ کیا آپ نے انسانی جانوں کی حرمت کے پیش نظر قتل و غارت گری اور لوٹ مار سے گریز کیا اپنے اور اسلام کے بڑے دشمنوں کو معاف کر کے، انسانی تاریخ میں عفو، درگزر اور برداشت کی نئی تاریخ رقم کی اور ثابت کیا کہ آپ ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت تھے۔

جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور کہا کہ میں آپ کی جانب سے مخالفین کے ساتھ لڑنے آیا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم اس بات پر آمادہ ہو گئے ہو کہ سب لوگوں کو قتل کر دو جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک کو قتل کرنا ایسا بُرا ہے جیسا سب کا قتل۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ۔ [تفسیر ابن کثیر]

Scanned with CamScanner

ایک شہری کا بنیادی حق ہے کہ ریاست اس کی جان، مال اور عزت کا تحفظ کرے۔ اگر ریاست اپنی اس ذمے داری کو پورا نہ کرے تو گویا اس نے اللہ کے عہد کو توڑ دیا۔ ریاست شہریوں کے جان و مال کی بھی حفاظت کرنے کی ذمے داری خدا کی طرف سے اٹھاتی ہے۔ ایک حدیث میں مذکور ہے۔

پس یہ وہ مسلم ہے جس کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لے لیا ہے تو خبردار اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی ضمانت میں غداری نہ کرو۔ [مسلم]

اللہ کے رسول ﷺ نے کئی بار تاکید فرمائی۔

مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی۔ [امین اصلاحی: اسلامی ریاست]

ایک روایت کے مطابق

حکومت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی قانون کے بغیر کسی شخص کے قبضہ سے کوئی چیز نکالے۔ [ابو یوسف: الخراج]

Scanned with CamScanner

مواخات مدینہ

ریاست کا بنیادی فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو بنیادی ضروریات فراہم کرے تاکہ وہ پُرامن اور پُرسکون زندگی گزار سکیں اور ان کے جان و مال کی حفاظت کرے۔ جو صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ پہنچے وہ بے گھر تھے اور ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء نہیں تھیں اور نہ ہی روزگار کے مواقع موجود تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مہاجرین کی بحالی کے لیے حضرت انس بن مالک کے گھر پر ایک مشاورتی اجلاس بلایا جس میں نوے مہاجرین اور انصار شریک ہوئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد سب ایک دوسرے کے بھائی بن جاتے ہیں اور آپس میں مددگار اور معاون بنتے ہیں۔ آپ ﷺ نے تجویز پیش کی کہ مدینہ کے انصار مکی مسلمانوں کو اپنا بھائی بنالیں جب تک کہ مہاجر اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہو جائیں انصار ان کی کفالت کریں۔ سب نے خوشدلی کے ساتھ آپ ﷺ کی تجویز سے اتفاق کیا۔ آپ ﷺ نے ایک مہاجر مکی کو انصاری کا بھائی بنا دیا۔ اس عہد اور انتظام کو مواخات مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

انصاری مسلمانوں نے بے مثال سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مہاجر بھائیوں کو قیام کے لیے اپنے گھر دے دیے کاروبار میں شریک کرلیا ایک روایت کے مطابق ایک انصاری نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دیا۔ مواخات مدینہ نے نسل رنگ، خاندان اور وطن کے تمام امتیازات مٹا دیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مدنی بھائی حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایک دن میں آپ کے باغ میں کام کروں گا

Scanned with CamScanner

اور آپ وقت اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت میں گزاریں گے اور ایک دن میں حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں شامل رہوں گا اور ہم دونوں ایک دوسرے کو ارشادات رسول ﷺ سے آگاہ رکھیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انصاری بھائی پر بوجھ بننے کی بجائے منڈی سے کچھ چیزیں خریدیں اور فروخت کر دیں اور تجارت کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ بعض صحابہ نے مدینہ میں دکانیں کھول لیں۔

مسجد نبوی میں نادار اور مفلس مسلمانوں کے لیے ایک چبوترہ تعمیر کیا گیا جس میں چار سو مسلمان مقیم تھے جن کے قیام اور طعام کا انتظام ریاست نے کیا۔ ان کو ''اصحاب صفہ'' کا نام دیا گیا۔ ریاست مدینہ کا سبق یہ ہے کہ کسی شہری کو بھوکا نہیں رکھا جا سکتا۔ ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بستی میں کوئی فرد رات بھر بھوکا سوئے اس بستی سے اللہ کی برکت اُٹھ جاتی ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ آپ کے مالوں میں محروم اور مفلس افراد کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مواخات مدینہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو مسکن فراہم کیا اور مدد کی وہ حقیقی مومنوں میں سے ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت کرے گا اور رزق کشادہ کرے گا۔'' [74:8]

حضور اکرم ﷺ نے مواخات مدینہ کے ساتھ انصار اور مہاجرین کے درمیان ایک معاہدہ بھی کرایا جس سے دور جاہلیت کے رسم و رواج کا خاتمہ ہو گیا۔ اور قبائلی جنگوں کے امکانات ہی باقی نہ رہے۔

1- تمام مومنین دیگر انسانوں سے الگ ایک اُمت ہیں۔

2- سارے راست باز مسلمان اس شخص کے خلاف ہوں گے جو ان پر زیادتی کرے گا اور مسلمانوں کے درمیان فساد پھیلائے گا چاہے وہ کسی کا اپنا لڑکا ہی

Scanned with CamScanner

کیوں نہ ہو۔

3- کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی مومن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

4- اللہ کا ذمہ (عہد) ایک ہو گا ایک معمولی آدمی کا دیا ہوا ذمہ بھی سارے مسلمانوں پر لاگو ہو گا۔

5- مسلمانوں کی صلح ایک ہو گی کوئی مسلمان کسی مسلمان کو چھوڑ کر قتال فی سبیل اللہ کے سلسلے میں مصالحت نہیں کرے گا بلکہ سب کے سب برابری اور عدل کی بنیاد پر کوئی عہد و پیمان کریں گے۔

6- جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اور ثبوت موجود ہو گا اس سے قصاص لیا جائے گا سوائے اس صورت میں کہ مقتول کا ولی راضی ہو جائے۔

7- کسی مومن کے لیے حلال نہ ہو گا کہ کسی ہنگامہ برپا کرنے والے کی مدد کرے اور اسے پناہ دے جو کسی فسادی کو پناہ دے گا اس پر قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور غضب ہو گا۔

8- تمہارے درمیان جو بھی اختلاف رونما ہو گا اسے اللہ اور محمد ﷺ کی طرف پلٹا جائے گا۔

اس معاہدے کے بعد ایک نئے معاشرے نے جنم لیا جس کی بنیاد محبت اخوت ایثار اعتدال اور برداشت کے اُصولوں پر رکھی گئی۔ ریاست مدینہ کے شہریوں کو قرآن کے ضابطہء حیات کے مطابق زندگیاں گزارنے کا پابند بنایا گیا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

میثاق مدینہ دنیا کا پہلا دستور

اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ کے شہری نظم ونسق کو چلانے کے لیے ایک میثاق مرتب کیا جسے میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ میثاق تاریخ کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ مذہبی مفکرین اور مؤرخین نے اسے انسانی تاریخ کا پہلا دستور قرار دیا ہے۔ یہ میثاق ریاست مدینہ کے مختلف قبیلوں اور مختلف عقائد کے حامل (مسلم وغیر مسلم) کے درمیان طے پایا تھا۔ ایسی ریاست جس کے شہری مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے ہوں اس کے لیے میثاق مدینہ بہترین ماڈل ہے۔ اس میثاق میں ریاست مدینہ کے شہریوں کے حقوق وفرائض کا تعین کیا گیا ہے۔ یہ میثاق ایک دفاعی معاہدہ بھی تھا اور سماجی و سیاسی بھی تھا۔ میثاق مدینہ کی روشنی میں جو ریاست وجود میں آئی وہ مذہبی نوعیت کی نہیں تھی ہر شہری کو اپنے مذہب اور ثقافت کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت تھی۔ حضرت محمد ﷺ کی حکمرانی کو تسلیم کیا گیا میثاق مدینہ کا متن واضح اور دوٹوک ہے اس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ اس میں حکمرانی کے جو اُصول شامل کیے گئے ہیں وہ آج بھی قابل عمل ہیں جن پر عمل کر کے پُرامن سماج تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ میثاق مدینہ کے چند آرٹیکلز قابل ذکر اور توجہ طلب ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت

اور یہ کہ جب کبھی تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو تو اسے خدا اور محمد ﷺ کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اور یہ کہ دستور والوں میں جو بھی قتل یا جھگڑا رونما ہو جس سے فساد کا ڈر ہو اس

Scanned with CamScanner

میں خدا اور خدا کے رسول محمد ﷺ سے رجوع کیا جائے گا۔ خدا اس شخص کے ساتھ ہے جو اس میثاق کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔ میثاق دستور کے مطابق حضور اکرم ﷺ کو تمام ریاستی اختیارات کا مرکز و محور تسلیم کیا گیا اور اللہ کی حاکمیت کو دستور کا بنیادی عنصر قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اور جو کوئی اس کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔" [45:5]

"اور جو کچھ رسول ﷺ تمھیں دیں، لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ۔" [7:59]

یعنی جنگ یا امن، اوامر و نواہی اور حلال و حرام کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کی رو سے ہوگا اور قبائل و افراد کی حیثیت ثانوی قرار پائے گی۔

2- تحریری دستور

حضور اکرم ﷺ نے میثاقِ مدینہ خود تحریر کروایا اور اس کے پہلے آرٹیکل میں درج ہے "یہ اللہ کے نبی اور رسول محمد ﷺ کی طرف سے دستوری تحریر ہے۔" تحریر کا مقصد یہ تھا کہ میثاق کے سب فریق اس کے پابند رہیں اور اس ضمن میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونے پائیں۔

3- تقسیم اختیارات

ریاستِ مدینہ میں کئی ریاستی اکائیاں (مہاجر، انصار اور غیر مسلم) شامل تھیں لہٰذا اختیارات کو تقسیم کیا گیا۔

"قریش میں سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔"

Scanned with CamScanner

”ہر گروہ کے حصے میں اسی رخ کی مدافعت آئے گی جو اس کے مقابل ہو۔“

4- متوازن دستور

حضور اکرم ﷺ نے اس دستور کو جامد اور غیر لچک دار بنانے کے بجائے متوازن بنایا۔ اس میں مزید طبقات کی شمولیت کی گنجائش رکھی ۔ یہ معاہدہ قریش میں سے مسلمانوں اور اہلِ مدینہ میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

”اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی نہ اُن پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی اُن کے خلاف کوئی مدد دی جائے گی۔ میثاقِ مدینہ میں چونکہ گنجائش موجود تھی لہٰذا غزوہ بدر کے بعد مزید یہودی بھی اس کا حصہ بن گئے۔“

5- ریاست کی اخلاقی اساس

میثاقِ مدینہ پر عمل درآمد کے لیے اخلاقی اور روحانی اساس بھی مہیا کی گئی۔ ریاستِ مدینہ کے شہریوں سے نیکی کی توقع کی جاتی ہے نہ کہ گناہ اور عہد شکنی کی اور یہ کہ جو کوئی جس طرح کا عمل کرے گا (نیکی یا برائی) اس کے اثرات اس کی ذات پر مرتب ہوں گے۔ اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ اس کے نگہبان ہیں جو نیکی اور تقویٰ کا حامل ہو۔

6- سیاسی وحدت کا تصور

میثاقِ مدینہ میں مذہبی اور اعتقادی وحدت کے ماسوا سیاسی وحدت کا تصور دیا گیا تا کہ غیر مسلم اس میثاق کا فریق بننے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں اور مدینہ کا دفاع ممکن بنایا جاسکے۔

”تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاقِ مدینہ میں شریک فریقوں کی علیحدہ سیاسی وحدت ہوگی۔“

Scanned with CamScanner

"اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔"

7- اُمّتِ مسلمہ کا تصّور

میثاقِ مدینہ میں جہاں ایک طرف سیاسی وحدت کا تصور پیش کیا گیا وہاں پر مسلم امہ کا تصور اجاگر کرنے کے لیے مغالطوں کا ازالہ کر دیا گیا کہ مسلم اور غیر مسلم ایک ہی آئینی مرتبے کے حامل ہیں۔ متعدد دفعات میں امتِ مسلمہ کو ممتاز اور فائق مقام دیا گیا ہے۔ "اور ایمان والے باہم بھائی بھائی ہیں ساری دنیا کے لوگوں کے مقابل۔"

"اور ایمان والوں کی صلح ایک ہی ہوگی اللہ کی راہ میں لڑائی ہوگی تو کوئی ایمان والا دوسرے ایمان والے کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا جبکہ یہ صلح ان کے لیے برابر و یکساں نہ ہو۔"

"اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے اور ثبوت پیش ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا بجز اس کے کہ مقتول کا ولی خون بہا پر راضی ہو جائے اور تمام ایمان والے اس کی تعمیل کے لیے اٹھیں گے اور اس کی تعمیل کے سوا انھیں کوئی چیز جائز نہ ہوگی۔"

8- قانون کی حکمرانی

میثاقِ مدینہ میں قانون کی حکمرانی کے اصول کو تسلیم کیا گیا اور تمام شہریوں کو میثاق کا پابند بنایا گیا۔ "اور کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا اور نہ کسی کافر کی کسی ایمان والے کے خلاف مدد کرے گا۔"

"اور یہ کہ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے موالی (معاہداتی بھائی) سے خود معاہدہ برداری پیدا نہیں کرے گا۔"

Scanned with CamScanner

"جو خون ریزی کرے تو اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ذمہ دار ہوگا خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کی وفاداری کے ساتھ تعمیل کرے۔"

9- مقامی رُسوم وقوانین کا احترام

میثاقِ مدینہ تحریر کرتے وقت مختلف فریقوں کے مقامی قوانین اور رسوم کو مدنظر رکھا گیا۔

"اور بنی عوف اپنے محلّہ پر ذمے دار ہوں گے اور حسبِ سابق (اپنے قوانین اور رسوم کے مطابق) خون بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔"

اسی طرح دستور کے آرٹیکل نمبر 4 سے آرٹیکل 12 تک مدینہ کے دیگر قبائل کو اپنے قبائلی قوانین کے مطابق دیت کا فیصلہ کرنے کی اجازت دی گئی۔

10- معاشی کفالت کا تصوّر

میثاقِ مدینہ میں ایک فلاحی ریاست کا تصور اجاگر کیا گیا۔ اور سماج کے افراد پر معاشی کفالت کی ذمے داری ڈالی گئی۔

"اور ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے کو مدد کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ جن کے ذمہ زر فدیہ یا دیت ہے۔ ہر گروہ اپنے قیدیوں کا زر فدیہ ادا کر کے (رہائی دلائے گا) اور اس ضمن میں مسلمانوں کے درمیان قانون اور انصاف کے بلا امتیاز اطلاق کو یقینی بنائے گا۔"

11- دفاعی معاہدہ

میثاقِ مدینہ ایک سیاسی دستور اور دفاعی معاہدہ بھی تھا۔ اس کا مرکزی نکتہ ریاست مدینہ کا اندرونی اور بیرونی دفاع تھا۔ اس معاہدے کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فوجی سربراہ بھی تسلیم کیا گیا۔

Scanned with CamScanner

''اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر فوجی کارروائی کے لیے نہیں نکلے گا۔''

''ان تمام اتحادیوں کو جو ہمارے ہمراہ جنگ کریں باہم نوبت بہ نوبت چھٹی دلائی جائے گی۔''

''یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں گے۔''

''کسی بیرونی حملہ کی صورت میں ریاستِ مدینہ کا دفاع یہودی و مسلمانوں کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی۔''

12- بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت

میثاق میں بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا ریاست کے شہریوں کا جینے کا حق، ملکیت کا حق اور جمہوری حق محفوظ رکھا گیا۔ رنگ، نسل اور جنس کے امتیاز کے بغیر بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دی گئی۔

''اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا استحصال بالجبر کرنا چاہے یا گناہ اور تعدی کا ارتکاب کرے یا ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے اور ان کے ساتھ سب مل کر ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔''

''پناہ گزین سے وہی برتاؤ ہوگا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ، نہ اس کو ضرر پہنچایا جائے گا اور نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔''

13- مذہبی آزادی کا تحفّظ

میثاقِ مدینہ میں، مدینہ میں آباد تمام غیر مسلم قبائل کے مذہب کو تحفظ دیا گیا اور انھیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی۔ اقلیتوں کو بھی تحفظ فراہم کیا گیا۔

Scanned with CamScanner

''اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودیوں کے لیے ان کا دین موالی ہو، جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔''

''یہود سے وفا شعاری نہ کہ عہد شکنی کی توقع کی جاتی ہے۔''

14- خواتین کے حقوق کی ضمانت

میثاق میں اقرار کیا گیا کہ خواتین کی عزت، حرمت اور وقار کے منافی کوئی اقدام نہیں کیا جائے گا اور اُن کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا اور کسی عورت کو اُس کے خاندان (اہلِ خانہ) کی رضامندی سے ہی پناہ دی جائے گی۔

15- مخالفین کی سازشوں کا تدارک

حضور اکرم ﷺ کو علم تھا کہ قریش سازشوں کے ذریعے ریاستِ مدینہ میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے میثاقِ مدینہ میں ان سازشوں کے تدارک کے لیے آرٹیکل شامل کیے۔

''اور قریش کو پناہ نہیں دی جائے گی اور نہ اس کو جو انھیں مدد دے۔''

''اور کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کرے گا اور نہ کسی کافر کی کسی ایمان والے کے خلاف مدد کرے گا۔''

16- مدینہ دارُالامن ہوگا

مدینہ کو اہلِ مدینہ سے حرم تسلیم کرا لینا حضور اکرم ﷺ کی بے مثال سیاسی بصیرت کا ثبوت ہے۔

''اور یثرب (مدینہ) کا جوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے) اس دستور والوں کے لیے حرم (دارالامن) ہوگا (یعنی یہاں آپس میں جنگ کرنا منع ہوگا)۔ امن و امان

Scanned with CamScanner

کے قیام کے بغیر کوئی ریاست فعال اور متحرک نہیں ہو سکتی۔

اے آر ولسن نے اپنی تصنیف(A LITERARY HISTORY OF ARABS)میں میثاقِ مدینہ کے بارے میں تحریر کیا ہے:

"مدینہ آنے کے بعد محمد ﷺ کا پہلا کام شہر کے اندر مختلف طبقوں میں ہم آہنگی پیدا کرنا اور مختلف النوع عناصر میں امن و امان کا قیام تھا۔آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک معاہدہ طے کرایا اور اس کے ساتھ آپ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ بھی معاہدہ کیا جس کے تحت انھیں اپنے مذہب پر رہنے اور اپنی املاک کی ملکیت کا اختیار دیا گیا۔اس کے ساتھ ہی انھیں کچھ حقوق دیتے ہوئے کچھ فرائض کا پابند بھی کیا گیا۔"

جے ویل ہاسن(J. Wellhausen) نے اپنی تصنیف (Arab Kingdom and its Fall) میں میثاقِ مدینہ کے بارے میں جامع تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا:

"مدینہ کی آبادی دو گرہوں اوس اور خزرج میں تقسیم ہو چکی تھی۔قتلِ عام روز کا معمول تھا۔کوئی آدمی بھی خطرہ مول لیے بغیر باہر نہ نکل سکتا تھا۔وہاں ایسی افراتفری کا بازار گرم تھا کہ زندگی محال تھی۔اب یہاں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو اس لاقانونیت کا خاتمہ کرتی، لیکن وہ شخص غیر جانبدار ہو اور کسی مقامی حریفانہ آویزش میں شامل نہ ہو۔اندریں حالات مکہ سے پیغمبر ﷺ تشریف لائے۔گویا آپ ﷺ کو (مدینہ) میں خدا نے ہی بھیجا۔خون کا رشتہ جو تعلق باہمی کی بنیاد کے طور پر نا کام ہو چکا تھا آپ ﷺ نے اس کی جگہ عقیدے کو دی۔آپ ﷺ اپنے ساتھ اہلِ ایمان کا ایک گروہ بھی لائے اور آہستہ آہستہ آپ ﷺ نے مدینہ میں ایک دولتِ مشترکہ کی بنیاد رکھ دی جس کی اساس امتہ اللہ یعنی اللہ کا گروہ تھا۔آپ ﷺ کے سامنے جو کرنے کے کام تھے اُن میں ابتدائی کام قانون کا نفاذ اور امن و امان کی بحالی تھا۔چونکہ مدینہ میں کوئی حکمران نہ تھا سو (مذہبی حکمران) کے

Scanned with CamScanner

طور پر آپ ﷺ نے قیادت سنبھال لی۔ قوت اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی پوزیشن کو ایسے اقدامات سے محفوظ کرلیا جو ان حالات میں متوقع تھے۔ محمد ﷺ نے ان معاملات کو طے کرنے میں کمالِ بصیرت و حکمت کا مظاہرہ کیا۔ ان حالات میں مذہب کی قوت ایک سیاسی قوت کے طور پر سامنے آئی۔ اس سے ایک معاشرہ اور اس سے بڑھ کر ایک مقتدر قوت کا ظہور ہوا جس کی اطاعت کی جاتی تھی۔ ریاست کا اعلیٰ ترین حاکم ذاتِ الٰہی کو قرار دیا گیا۔ جو کچھ ہمارے ہاں بادشاہ کے نام پر ہوتا ہے اللہ کے نام پر (یعنی اللہ کی حاکمیتِ اعلیٰ کے تحت) کیا جانے لگا۔" گویا تمام ریاستی امور اللہ کی حاکمیتِ اعلیٰ کے تحت سرانجام دیئے جانے لگے۔

یہودیوں کی سازشیں

حضور اکرم ﷺ دل سے چاہتے تھے کہ مدینہ کے یہودی قبائل میثاقِ مدینہ پر نیک نیتی کے ساتھ عمل کریں۔ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح سے یہودیوں میں حسد پیدا ہوا۔ اور انھوں نے اپنے مزاج اور فطرت کے مطابق مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ وہ مکہ جا کر قریش کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے لگے۔ یہودی چونکہ سود کا کاروبار کرتے تھے لہٰذا عرب قبائل ان کے سودی قرضوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان کو یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر اسلام مضبوط بنیاد پر کھڑا ہوگیا تو ان کا سودی کاروبار ختم ہوجائے گا۔ یہودی چند کوڑیوں کے بدلے احکامِ الٰہی میں ترمیم و تنسیخ کر ڈالتے تھے۔ شرک و کفر کی حمایت کرتے اور مشرکین کو مسلمانوں سے بہتر بتاتے۔ (نعوذ باللہ) خدا کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ اپنے بعض بزرگوں کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا کہتے یا وہ درجہ دیتے۔ علانیہ جھوٹ بولتے اور حرام کھاتے۔

آپ ﷺ یہودیوں سے حسنِ سلوک سے پیش آتے، مگر یہودی منافقت اور بدسلوکی سے باز نہ آتے۔ آپ ﷺ نے ایک یہودی سے قرض لیا۔ ابھی قرض کی مہلت ختم نہ ہوئی تھی اس نے انتہائی بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھری مجلس میں آپ ﷺ کی گردن میں چادر

Scanned with CamScanner

ڈال کر زور سے کھینچتے ہوئے کہا:

"اے محمد ﷺ تم میرا قرض کیوں نہیں دیتے۔تم بڑے نادہندہ ہو۔"
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس گستاخی کا مزہ چکھانے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا "اے عمر رضی اللہ عنہ تمھیں چاہیے تھا کہ تم اسے حسنِ طلب کی تلقین کرتے اور مجھے حسنِ ادائیگی کے لیے کہتے۔" پھر آپ ﷺ نے یہودی کا قرض قدرے زیادہ واپس کرنے کا حکم دیا۔"

ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے یہودی زرگر کی دکان پر گئی جس نے اُس کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا۔ ایک انصاری مسلمان جو بازار سے گزر رہا تھا یہ توہین برداشت نہ کرسکا اور اس نے زرگر کو قتل کر دیا۔ دوسرے یہودی آئے اور انھوں نے مسلمان کو جان سے مار دیا۔ آپ ﷺ امن و امان قائم کرنے کے لیے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "بدر والوں کے انجام سے عبرت پکڑو۔"

یہودیوں نے جواب دیا "ہم قریش نہیں ہم سے معاملہ پڑا تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی اس کا نام ہے۔" یہودی میثاقِ مدینہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرنے لگے۔ آپ ﷺ کو مجبور ہو کر ان کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا پڑا۔ یہودی اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔ اسلامی لشکر نے ان کا پندرہ روز تک محاصرہ کیا آخر کار یہودیوں نے نے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ ﷺ نے بنو قینقاع کے یہودیوں سے نرمی کرتے ہوئے ان کی جان بخشی کر دی اور انھیں اسلحہ اور دوسرے ساز و سامان کے ساتھ مدینے سے باہر جانے کی اجازت دے دی، وہ فلسطین چلے گئے۔ اس واقعے کے بعد یہودیوں کے دیگر قبائل کی مسلمانوں کے ساتھ عداوت بڑھ گئی۔

بنو نضیر اور نجد کے بنو عامر کے درمیان معاہدہ حلیفی تھا۔ بنو عامر نے مسلمانوں کی ایک تبلیغی جماعت کو بلا کر غداری سے قتل کر دیا۔ تبلیغی جماعت کے حضرت عمروؓ بچ نکلنے میں کامیاب رہے۔ انھوں نے راستے میں بنو عامر کے دو لوگوں کو سوتے میں قتل کر دیا حالانکہ وہ دونوں اسلام قبول کر چکے تھے مگر حضرت عمروؓ کو علم نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو سخت ناراض

Scanned with CamScanner

ہو گئے اور مقتولوں کے رشتہ داروں سے افسوس کرتے ہوئے میثاقِ مدینہ کے مطابق دیت کی رقم ان کو بھیجی۔ آپ ﷺ بنو عامر کے حلیف بنونضیر کے پاس بھی گئے اور انھیں بھی دیت میں حصہ کی پیش کش کی۔ اس موقع پر ایک یہودی عورت نے مکان کی چھت سے ایک بھاری پتھر گرا کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سازش سے آگاہ کر دیا اور آپ ﷺ بنونضیر کے محلّہ سے واپس آ گئے۔ آپ ﷺ نے بنونضیر کو تجدید معاہدہ کی دعوت دی مگر وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ اسلامی فوج نے ان کا بھی محاصرہ کیا۔ وہ بھی دو ہفتوں کے بعد صلح پر راضی ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اسلحہ اور زمین کے علاوہ سارے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ سے باہر جانے کی اجازت دے دی۔ ان کا مسلمانون پر جو قرض تھا اس کی بازیابی کا حق بھی دیا۔ انھیں تجارت کے لیے مدینہ آنے کی اجازت بھی دی۔ بنونضیر کا بڑا حصہ خیبر میں جا کر آباد ہو گیا۔

غزوۂ خندق کے دوران جب مسلمان سخت کرب اور اذّیت میں مبتلا تھے۔ بنو قریظہ نے معاہدے کے باوجود مسلمانوں کو اندر سے کمزور کرنے کی سازشیں کیں اور خفیہ طور پر قریش کی حمایت کرتے رہے۔ جنگِ خندق میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مسلمانون نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا۔ ایک ماہ کے محاصرے کے بعد بنو قریظہ کے یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ بنو قریظہ نے قبول کیا کہ ان کے حلیف قبیلہ بنو اوس کے سردار حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ ان کی قسمت کا فیصلہ کریں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تورات کے حکم کے مطابق مردوں کو قتل کرنے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کا فیصلہ دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ تین چار سو یہودی قتل ہوئے۔ مدینہ میں یہودیوں کی تعداد بہت کم ہو گئی۔ وفات سے قبل آپ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھوا کر کچھ غلہ قرض لیا تھا۔

جزیرہ نمائے عرب میں آباد یہودیوں میں ایک بڑا نام کعب بن اشرف کا تھا۔ وہ مدینہ میں رہتا تھا جہاں پر اس کا اپنا قلعہ تھا۔ وہ بہت مالدار، حسین اور فصیح اللسان تھا۔ کعب مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ جنگِ بدر کے بعد وہ مکہ پہنچ گیا جہاں پر اُس کی بہت آؤ بھگت کی گئی۔ کعب نے بدر کے مقتولوں کے بارے میں مرثیے لکھ کر قریش کے دلوں میں اشتعال پیدا کیا اور اُنھیں بدلہ

Scanned with CamScanner

لینے پر اُکسایا۔ مکہ میں طویل عرصہ قیام کے بعد کعب مدینہ واپس آیا تو اس نے مدینہ میں بھی اشتعال انگیزی شروع کردی۔ اس کی باغیانہ سرگرمیاں حد سے بڑھ گئیں۔ کعب حضور اکرم ﷺ کی پاک ازواج کے بارے میں بھی توہین آمیز اشعار محفلوں میں پڑھنے لگا۔ آپ ﷺ نے کعب، بن اشرف کو ایسی حرکتوں سے باز رہنے کو کہا مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آپ ﷺ ریاست کے سربراہ تھے۔ امن و امان کا قیام آپ ﷺ کی ذمہ داری تھی۔ آپ ﷺ نے امن کو یقینی بنانے کے لیے صحابہ سے دریافت فرمایا ''کون ہے جو کعب بن اشرف کی خبر لے؟'' حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے یہ ذمے داری قبول کرلی اور منصوبہ بندی کر کے کعب بن اشرف کو قتل کردیا اور توہینِ رسالت کا بدلہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

> ''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرو اور جو شخص تم میں سے ان سے دوستی کرے گا تو وہ انھی میں سے ہے بے شک خدا ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے محبت کرتے ہیں۔''

یہودی قبیلے بنوالمصطلق کے ساتھ غزوہ کے دوران ایک دن چشمہ سے پانی لینے پر ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ قریش اور انصار تلواریں نکال کر ایک دوسرے کے مقابل ہوگئے مگر چند لوگوں نے بیچ بچاؤ کروادیا۔ اس موقع پر عبداللہ بن ابی نے انصار کو یہ کہہ کر اکسانے کی کوشش کی کہ انصار نے جن مہاجرین کو پناہ دی اب وہی انصار کو چیلنج کرنے لگے ہیں۔ اب بھی موقع ہے کہ انصار مہاجرین کو مدینہ سے نکال دیں۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ تک پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جوش میں آگئے اور عبداللہ بن ابی کو قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمد ﷺ اپنے ساتھ والوں کو قتل کردیا کرتے ہیں۔'' جب عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ کو علم ہوا کہ آپ ﷺ اس کے باپ سے ناراض ہیں تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں اسے قتل کرنے کے بجائے اس پر مہربانی کروں گا۔'' جب منافق عبداللہ بن ابی کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے

Scanned with CamScanner

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ضد کے باوجود اپنی چادر اس کے کفن کے لیے عنایت فرمائی اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی دلی خواہش تھی کہ میثاق مدینہ کے فریق یہودی میثاق پر عمل کریں مگر انہوں نے اشتعال انگیزی اور انتہاء پسندی شروع کر دی۔ اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے ضابطہء اخلاق کے ساتھ جڑے رہے بُرائی کا جواب نیکی سے دیا اور اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ میثاق مدینہ ایسی ریاستوں کے لیے مشعل راہ ہے جن میں مسلم اور غیر مسلم آباد ہوں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ریاست مدینہ کا معاشی ماڈل

اسلام سے پہلے

عرب چوں کہ قبائلی جنگوں میں اُلجھے رہتے اور بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ان کے پاس ہدایت کی کوئی کتاب نہیں تھی اس لیے اسلام سے پہلے دور کو جہالت اور تاریکی کا دور کہا جاتا ہے۔ اسلام نے عربوں کو روشنی کے دور میں داخل کیا اور وہ عروج حاصل کر کے پوری دنیا پر حکمرانی کرنے لگے۔ مکہ کے قریش تجارت کے حوالے سے پورے عرب میں معروف تھے۔ مکہ میں پہاڑ تھے اور زرعی زمینیں نہیں تھیں۔ قریش کی آمدن کا بڑا ذریعہ حج تھا پورے عرب سے لوگ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آتے وہ صدقات بھی دیتے اور تجارت بھی کرتے۔ قریش کے سردار جناب ہاشم نے تجارت کو فروغ دیا۔ تجارتی کاروان کو ڈاکہ زنی سے بچانے کے لیے سکیورٹی کا نظام وضع کیا۔ عرب کے علاقوں سے تاجر چین اور ہندوستان کے علاقوں تک سفر کرتے۔ پرفیوم، چمڑے کی مصنوعات اور سونا برآمد کیا جاتا جب کہ چین سے ریشم کا کپڑا خریدا جاتا۔ خواتین کو بھی تجارت کے مواقع حاصل تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مکے کی معروف تاجر تھیں انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے نکاح کیا تھا۔ جناب ہاشم نے مدینہ کی تاجر خاتون سلمٰی سے نکاح کیا۔

عرب میں سرمایہ سود پر دیا جاتا تھا۔ جو سرمایہ کار خود تجارت نہیں کرنا چاہتا تھا وہ اپنا سرمایہ کسی تاجر کو سود پر دے دیتا۔ عکاظ مکہ کی مشہور مارکیٹ تھی۔ عالمی تجارت کے لیے جو تجارتی کاروان مکہ سے چلتے ان میں 2500 اُونٹ شامل ہوتے۔ [محمد منیر احمد: مدینہ اکنامکس] مکہ کے

Scanned with CamScanner

مقابلے میں مدینہ زراعت اور تجارت کا مرکز تھا۔ مدینہ کی منڈی یہودیوں کے قبضے میں تھی۔
اسلام سے پہلے معیشت کے کوئی اخلاقی اور سماجی اُصول نہیں تھے۔ اشیاء کی فروخت کے لیے
جھوٹی قسمیں کھائی جاتیں۔ مال فروخت کرنے کے لیے دھوکہ اور فریب کی کھلی اجازت تھی۔
ناجائز منافع کمانے کے لیے ہر حربہ جائز تھا۔ خریدار کے مفادات کے تحفظ کے لیے کوئی قانون
نہیں تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ ظہورِ نبوت سے پہلے تجارتی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ ایک بار
جب وہ گندم لے کر مکہ سے باہر گئے تو گندم بارش سے بھیگ گئی۔ آپ ﷺ نے گیلی گندم کو الگ
کر کے سستی قیمت پر فروخت کیا۔ اس اقدام سے آپ ﷺ عالم عرب میں صادق اور امین کے
نام سے معروف ہو گئے۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کا سامان تجارت بھی لے کر جاتے
اور دیانت کی وجہ سے منافع زیادہ ہوتا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی شخصیت اور
کردار سے متاثر ہو کر آپ ﷺ کو شادی کا پیغام بھیجا جو آپ ﷺ نے قبول کر لیا۔

ظہورِ نبوت کے بعد

اللہ تعالیٰ نے ظہورِ نبوت اور نزولِ قرآن کے بعد معاشی نظام کے بنیادی اُصول متعین فرمائے
سود کو بتدریج ختم کر دیا اور دیانت دار تاجروں کو شہیدوں جیسا رتبہ عطا فرمایا ابو سعید رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

> "سچا اور امین تاجر قیامت کے روز نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔" [ابن ماجہ]

اللہ کے رسول ﷺ نے ذاتی طور پر تجارت کا بے مثال ماڈل پیش کیا۔

1- آپ ﷺ مال فروخت کرنے کے لیے قسمیں نہیں کھاتے تھے۔
2- وعدہ پورا کرتے تھے۔
3- منافع جائز اور مناسب رکھتے تھے۔
4- مال کے بارے میں درست معلومات دیتے۔

Scanned with CamScanner

5- مال کے عیب کو چھپاتے نہیں تھے۔
6- سود کی بنیاد پر تجارت نہیں کرتے تھے۔

مدینہ میں یہودیوں کی مارکیٹیں تھیں آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے ایک خیمے میں پہلی مارکیٹ قائم کی۔ آپ ﷺ نے تاجروں کو ہدایت کی کہ وہ مال منڈی میں فروخت کریں تا کہ تجارت صاف اور شفاف رہے آپ ﷺ نے مڈل مین کی حوصلہ شکنی کی تا کہ خرید وفروخت تاجر اور خریدار کے درمیان رہے اور مڈل مین استحصال نہ کر سکے۔ عالمی معاشی ماہرین نے حضرت محمد ﷺ کو انسانی تاریخ کا پہلا اکانومسٹ قرار دیا۔ ریاست مدینہ میں کاشتکاروں، صنعت کاروں اور صارفین کو معاشی استحصال سے محفوظ رکھنے کے لیے مارکیٹ کے بنیادی اصول طے کیے گئے۔ لوٹ مار، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ اور ناجائز منافع خوری کو ختم کیا گیا۔ دیانت اور صداقت کو تجارت کا بنیادی اُصول قرار دیا گیا۔ مدینہ کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں تھا۔ لوگ رضا کارانہ طور پر صدقات دیتے تھے۔ غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا جاتا۔

ایک موقع پر اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو گیا صحابہ کرام نے مشورہ دیا کہ اشیاء کی قیمتیں مقرر کر دی جائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ قیمتوں کے تعین کا اختیار نہیں رکھتے۔ اشیاء کی قیمتیں منڈیاں طے کرتی ہیں۔ تاجر اگر دیانت دار ہوں تو معاشرے میں خوشحالی آتی ہے۔ جب معیشت اخلاقیات سے عاری ہو جائے تو سماجی اور معاشی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ معیشت کو ڈیمانڈ اور سپلائی کے اصول پر منظم کیا گیا۔ مدینہ کی ریاست میں بنک موجود نہیں تھے لہٰذا سود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سرمایہ کار اور تاجر براہ راست تجارت میں شریک تھے۔ معاشی نظام اس اصول پر کارفرما ہونا چاہیے کہ اس سے سماج میں خوشحالی بھی آئے اور صارفین کو اشیاء موزوں نرخوں پر دستیاب ہوں۔ ریاست مدینہ میں سرمایہ داری، جاگیرداری اور اجارہ داری کی اجازت نہیں تھی۔ قرآن کا واضح معاشی اصول تھا کہ دولت چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو بلکہ پورے سماج میں گردش کرے تا کہ ریاست کے تمام شہری مستفیض ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کھجوروں کے پکنے تک

Scanned with CamScanner

فروخت کرنے سے منع کر دیا تا کہ دھوکہ دہی کا احتمال ہی باقی نہ رہے۔ مدینہ میں کسی تاجر کو اشیاء کی کوالٹی کو چھپانے کی اجازت نہ تھی۔ اسلامی معیشت کا جھکاؤ صارف یعنی خریدار کی جانب ہے تا کہ اس کا استحصال نہ ہو سکے۔ انسان چوں کہ اپنی فطرت اور مزاج کے اعتبار سے لالچی، جھگڑالو اور جلد باز ہوتے ہیں لہٰذا ان کی نگرانی کے لیے تجارتی اور معاشی ضابطے بنانے پڑتے ہیں تا کہ سماج متوازن رہے اور فساد کا شکار نہ ہو۔ اشیاء کی پیداوار اور تقسیم کے نظام کو اخلاقی و سماجی اقدار سے جوڑا جاتا ہے۔ اسلام نے شراب کی فروخت، جوئے اور سٹے بازی پر پابندی لگائی ہے۔ تاجر کے لیے لازم ہے کہ اشیاء کی کوالٹی کے بارے میں درست معلومات خریدار کو دے اور اشیاء کے عیب کو نہ چھپائے۔ مدینہ میں خریدار کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ خریدی ہوئی چیز واپس کر دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ایک تاجر مارکیٹ سے کم ریٹ پر اشیاء فروخت کر رہا تھا۔ اسے روک دیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ وہ اشیاء مارکیٹ کے ریٹ پر فروخت کرے یا تجارت ترک کر دے۔ اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کر کے ناجائز منافع خوری کی اجازت نہیں تھی۔ [محمد منیر احمد: مدینہ اکنامکس]

آپ ﷺ ایک روز مدینہ کی مارکیٹ میں تھے آپ ﷺ نے گندم کی بوری میں ہاتھ ڈالا نیچے گندم گیلی تھی۔ دکاندار نے بتایا گندم بارش سے بھیگ گئی تھی آپ ﷺ نے فرمایا گیلی گندم کو چھپانے کی بجائے اُوپر رکھو جو دغا کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ [الغزالی]

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اشیاء کے عیب کو ظاہر نہ کرے وہ اللہ کے غضب کا شکار رہتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ [ابن ماجہ]

قرآن میں اللہ نے جھوٹ، ناپ تول میں کمی بیشی، دھوکا، فریب، سود، بدنیتی، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری کے بارے میں واضح احکامات فرمائے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

''پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان نہ کیا کرو اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے پھرو۔''

Scanned with CamScanner

[181-183:26]

تجارت کا بنیادی قرآنی اصول امانت اور دیانت ہے تا کہ ناانصافی کی وجہ سے سماج فساد کا شکار نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

''اپنے اموال کو آپس میں باطل کی راہ سے نہ کھاؤ باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو۔'' [29:4]

''وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود لینا حالاں کہ سودے کو اللہ نے حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔'' [275:2]

''اور جو مال جمع کرتا ہے اور اسے گن گن کر رکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ زندگی کا موجب ہو گا ہر گز نہیں وہ ضرور حطمہ (دوزخ کی آگ) میں ڈالا جائے گا۔'' [2-4:104]

''اور جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مفتوحہ بستیوں کے لوگوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور پیغمبر کے قرابت داروں کے اور یتیموں کے اور حاجت مندوں کے اور مسافروں کے لیے ہے تا کہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں گردش نہ کرتا رہے۔'' [7:59]

اس آیت میں سرمایے کا اصول واضح ہے اللہ کی منشاء یہ ہے کہ دولت کی تقسیم منصفانہ ہونی چاہیے تا کہ کوئی محروم نہ رہے اور سرمایہ چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو اور پورے سماج میں گردش کرے۔ اللہ نے قرآن میں بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرو جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے استفسار کیا کہ ہم کتنا خرچ کریں تو اللہ نے وحی کے ذریعے ارشاد فرمایا جو ضرورت سے زیادہ ہو وہ خرچ کر دو۔

ابیض بن جمال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے نمک کی کان واپس لے لی جب آپ ﷺ کو احساس ہوا کہ نمک کی کان سے سب مسلمانوں کا مفاد وابستہ ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

Scanned with CamScanner

"اجتماعی مفاد کی ضروری اشیاء ذاتی ملکیت میں نہیں دی جاسکتیں۔"
[ترمذی، ابن ماجہ]

ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے بازاروں اور مارکیٹوں میں محتسب مقرر کیے تاکہ صارفین کے مفادات کا تحفظ کیا جاسکے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے تجارت کے بنیادی اُصول بیان فرما دیے تاکہ تجارتی لین دین میں کسی کو خسارہ نہ ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تجارتی قافلوں کو بیع کرنے کے لیے پہلے جا کر نہ ملو اور نہ ہی ایک دوسرے کی بیع پر بیع کرو اور نہ ہی خریدنے کے ارادے کے بغیر قیمت بڑھاؤ اور نہ شہری آدمی دیہاتی کے لیے خرید و فروخت کرے اور نہ ہی بکری کا دودھ زیادہ دکھانے کے لیے دودھ دوہنا بند کرو۔" [بخاری]

سوداگر کو پہلے جا کر نہ ملو بس جو شخص اسے جا ملا اس سے کچھ خرید لیا تو جب مال کا مالک بازار میں آئے گا اس کو اختیار ہے۔ [بخاری]

ایک شخص نے غلام خریدا کچھ عرصہ بعد اسے غلام میں عیب نظر آیا اس شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے شکایت کر دی۔ آپ ﷺ نے وہ غلام واپس کرا دیا۔ پہلے مالک نے کہا اس شخص (خریدار) نے غلام سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ فائدہ ذمے داری کے عوض ہے۔ [ابوداؤد]

اللہ ہرگز نہیں چاہتا کہ امیر اور غریب میں اس قدر فرق ہونے لگے کہ امیر عیش وعشرت کرنے لگیں اور غریب بھوک سے مرتے رہیں۔ اسی لیے اللہ نے زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور احسان کا حکم دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

"کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا پس افسوس خرابی ان نمازیوں کے لیے ہے جو نماز کی (روح) سے بے خبر ہیں وہ لوگ

Scanned with CamScanner

عبادت دکھلاوے کی کرتے ہیں اور استعمال کی معمولی سی چیز بھی مانگنے پر
نہیں دیتے۔" [الماعون:7-1]

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

"تم میں سے جس شخص کے پاس ضرورت سے زیادہ سواری ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے۔ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ کھانے پینے کی اشیاء ہیں وہ اس کو لوٹا دیں جس کے پاس نہیں ہیں۔" [مسلم]

اس حدیث سے واضح ہے کہ ضرورت سے زیادہ جو کچھ بھی ہو اس پر محروموں کا حق ہے اور یہی ہدایت اللہ نے قرآن میں کی ہے۔

حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیں آذربائیجان میں خط لکھا کہ اے عتبہ بن مرقد یہ دولت نہ تیری کمائی ہے، نہ تیرے باپ کی کمائی ہے، نہ تیری ماں کی کمائی ہے اس لیے مسلمانوں کے گھروں میں رزق پہنچاؤ جس طرح اپنے گھر والوں کو پہنچاتے ہو۔ [مسلم]

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

"اے ابن آدم ضرورت سے زیادہ مال خرچ کر دینا تیرے لیے زیادہ اچھا ہے اگر تو اس مال کو خرچ کرنے سے روک لے گا تو یہ تیرے لیے شر کا باعث ہو گا۔ البتہ ضرورت کے مطابق بچا کر رکھنا تیرے لیے عار کا باعث نہیں۔ انفاق کا آغاز اپنے رشتے داروں سے کر۔" [مسلم]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے افسروں، گورنروں کو حکم نامہ جاری کیا:

1- غیر معمولی کھانا نہ کھائیں۔
2- قیمتی اور نفیس لباس نہ پہنیں۔
3- اعلیٰ گھوڑوں پر سواری نہ کریں۔
4- ضرورت مندوں پر اپنا دروازہ بند نہ کریں۔

Scanned with CamScanner

اگر خرید و فروخت کے اسلامی اصولوں پر عمل کیا جائے تو ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ اور ناجائز منافع خوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

باہمی رضامندی

اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ تمہاری باہمی رضامندی سے کوئی تجارت ہو۔ [مؤطا مالک]

اللہ کے رسول ﷺ نے جبر اور زبردستی کی تجارت سے منع فرمایا۔ [ابوداؤد]

نرم مزاجی

اللہ کے رسول ﷺ نے تجارت میں نرم مزاجی کی ہدایت فرمائی۔

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو خرید و فروخت میں آسانی پیدا کرے۔" [بیہقی]

"اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے جو تمہارے لیے نرم ہو اور خرید و فروخت میں بھی نرم مزاج ہو۔" [ترمذی]

عیب ظاہر کرنا

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

"جو شخص عیب والی چیز بیچے اور خریدار کو ظاہر نہ کرے وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے اور فرشتے اس پر مسلسل لعنت کرتے رہیں گے۔" [ابن ماجہ]

ناپ تول

ناپ تول کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

"اور ناپ پورا رکھا کرو۔ سیدھے ترازو سے تولو یہ انجام کے اعتبار سے بہتر ہے۔" [بنی اسرائیل:35]

Scanned with CamScanner

معاملہ تحریر کرنا

تجارتی معاملات اور معاہدوں کو تحریر کر لینا چاہیے تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ ارشاد ربانی ہے:

''اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت کے لیے آپس میں قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔'' [البقرہ:282]

وعدہ پورا کرنا

ریاست مدینہ میں وعدے پورے کیے جاتے اور معاہدات پر عمل کیا جاتا۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

''اور وعدہ پورا کیا کرو بے شک وعدہ کی پوچھ گچھ ہو گی۔'' [بنی اسرائیل:34]

قسمیں کھانا

اللہ کے رسول ﷺ نے تجارتی معاملات میں قسمیں کھانے سے منع فرمایا:

''خرید و فروخت میں قسمیں کھانے سے بچو اس سے مال تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔'' [مسلم]

دھوکہ

اچھا مال دکھا کر خراب مال دینا دھوکہ ہے اللہ کے رسول ﷺ نے تجارت میں دھوکے فریب سے منع فرمایا۔

بیع پر بیع

فریقین کے مابین طے شدہ بیع (فروخت) کو خراب کرنے کی غرض سے قیمت بڑھا دینا ناپسندیدہ فعل ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

''آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ ہی اپنے بھائی کی منگنی پر اپنی منگنی کرے۔'' [مسلم]

Scanned with CamScanner

اشیاء کی غیر موجودگی

خرید و فروخت کے وقت اشیاء کی موجودگی آنے والے منفی معاملات کے محفوظ رکھتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

"تو ایسی چیز نہ بیچ جو تیرے پاس نہیں ہے۔" [بخاری]

ریاست مدینہ کا معاشی ماڈل آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہے جس پر عمل کر کے معاشی استحکام حاصل کیا جا سکتا ہے اور فلاحی ریاست کی تشکیل بھی کی جا سکتی ہے۔

Scanned with CamScanner

خواتین کے حقوق

ریاست مدینہ میں اسلام کی تبلیغ اور فروغ میں خواتین نے شاندار اور یادگار کردار ادا کیا۔ اللہ اور رسول ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ انہوں نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی ساری دولت اللہ کے راستے میں خرچ کر دی۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رحلت فرمائی ان کے کفن کے لیے پیسے نہیں تھے لہٰذا ان کو اوڑھنی میں ہی دفن کر دیا گیا۔ اسلام کی پہلی شہید ابو جہل کی کنیز سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں انہوں نے اسلام قبول کیا اور ابو جہل نے انہیں خانہ کعبہ کے سامنے سینے میں نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ اسلام کی پہلی ہجرت حبشہ اور مدینہ میں خواتین بھی شامل تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے خواتین کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے احادیث کی صورت میں سیرت رسول ﷺ کو آنے والی نسلوں تک منتقل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن فاطمہ سے قرآن سیکھ کر ایمان لائے۔ جنگ احد میں ام عمارہ آپ ﷺ کے حفاظتی دستے میں شامل تھیں۔ انہوں نے بڑی دلیری کے ساتھ اپنا فرض پورا کیا جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے سراہا جنگ حنین میں بھگدڑ مچنے پر مسلمان مجاہد پسپا ہوئے اس وقت درجن بھر صحابہ کرام نے آپ ﷺ کا دفاع کیا ان میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیگم ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ خواتین جنگوں میں شریک ہوئیں انہوں نے زخمیوں کو پانی پلانے، مرہم پٹی کرنے، کھانا پکانے اور کیمپوں کی حفاظت کرنے کے فرائض ادا کیے۔

قرآن میں اللہ نے عورت اور مرد کے مساوی حقوق کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

"اے لوگو! اپنے اس خدا سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا
اور پیدا کی اس سے اس کی بیوی اور پھیلائے ان دونوں سے بہت سارے
مرد اور بہت ساری عورتیں۔" [النساء:1]

اللہ نے قرآن میں اس آیت میں واضح کر دیا کہ انسانی معاشرے میں مرد اور عورت دونوں اہمیت کے حامل ہیں۔ البتہ صلاحیتوں کے سلسلے میں دونوں میں فرق ہے جس پر غرور نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی دوسرے کو حقیر سمجھنا چاہیے۔ ارشاد ربانی ہے:

"اور اللہ نے عورت اور مرد میں سے ایک دوسرے کو جو فضیلت دی ہے اس
پر فخر نہ کرو مرد حصہ پائیں گے اس میں سے جو وہ کمائی کریں گے اور عورتیں
حصہ پائیں گی اس میں سے جو وہ کمائی کریں گی۔ اللہ سے اس کی بخشش
میں حصہ مانگو اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔" [النساء:32]

اس آیت سے ظاہر ہے کہ فضیلت میں بھی دونوں برابر کے حصہ دار ہیں۔

ایک روایت کے مطابق اسماء بنت یزید اللہ کے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ میں جو گزارشات کرنے والی ہوں وہ عورتوں کی جماعت کی متفقہ سوچ ہے اور ان کی نمائندگی کر رہی ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ہم آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی پیروی کی۔ ہم عورتوں کا یہ حال ہے کہ ہم پردوں کے اندر رہنے والی اور گھروں کے اندر بیٹھنے والی ہیں ہمارا کام یہ ہے کہ مرد ہم سے اپنی خواہش نفس پوری کر لیں اور ان کے بچے اُٹھائے پھریں۔ مرد جمعہ، جماعت، جنازہ و جہاد میں ہم سے بازی لے گئے وہ جب جہاد میں جاتے ہیں تو ہم ان کے گھر بار کی حفاظت کرتی ہیں اور انکے بچوں کو سنبھالتی ہیں تو کیا اجر میں بھی ان کے ساتھ ہم کو حصہ ملے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ خاتون کی فصیح و بلیغ تقریر سننے کے بعد صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے اس سے زیادہ عمدہ کسی عورت کی تقریر سنی ہے۔ تمام صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ نہیں۔ آپ ﷺ نے اسماء رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میری یہ بات سب عورتوں کو پہنچا دو کہ تمہارا گھر کے کام

Scanned with CamScanner

کرنا اپنے شوہروں کوخوش رکھنا ان کاموں کے برابر ہے جو مرد کرتے ہیں۔ اسماء رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ کا شکریہ ادا کیا اور خوش ہو کر واپس چلی گئیں۔ [امین اصلاحی: اسلامی ریاست]

مردوں کی معاشرتی ذمے داریاں اس نوعیت کی ہوتی ہیں کہ اللہ نے ان کو عورتوں پر ایک درجہ فوقیت دی ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ مرد عورتوں پر غالب اور بالادست ہو جائیں۔ارشاد ربانی ہے:

"اور عورتوں پر جس طرح ذمے داریاں ہیں اسی طرح دستور کے مطابق ان کے حقوق بھی ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ ترجیح ہے۔"

[البقرہ:228]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم جہاد کو سب سے افضل نیکی سمجھتی ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں آپ نے فرمایا

"نہیں بلکہ تمہارے لیے افضل نیکی حج ہے۔" [بخاری]

ام ورقہ بنت نوفل سے روایت ہے کہ انہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی اجازت مانگی آپ ﷺ نے ان کو اجازت نہ دی۔ وہ قرآن کی عالمہ تھیں۔ انہوں نے اس بات کی اجازت مانگی کہ ان کو نماز اور قرآن کی تعلیم کے لیے اپنے گھر پر عورتوں کو جمع کرنے کی اجازت دی جائے آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی چنانچہ محلّہ کی عورتیں جمع ہوتیں وہ ان کی امامت کرتیں۔ [ابوداؤد]

عورتوں کے جہاد میں شرکت کے بارے میں مختلف احادیث بیان کی گئی ہیں جن کے مطابق عورتیں زخمیوں کو پانی پلاتیں اور بعض جنگوں میں موقع کے مطابق جنگ میں حصہ بھی لیا۔ اسلام میں عورتوں کو مساوی شہری اور سماجی حقوق حاصل ہیں۔ خواتین ذاتی ملکیت رکھ سکتی ہیں۔ انہیں تحریر و تقریر کی آزادی ہے۔ خواتین کو مردوں کی طرح قانونی حقوق حاصل ہیں۔ ریاست

Scanned with CamScanner

خواتین کی بنیادی انسانی ضروریات کی ذمے دار ہوتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ خواتین سے مشاورت کرتے ان کی رائے کو اہمیت دیتے بازار مارکیٹ کے بعض معاملات بھی ان کے سپرد کرتے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے آخری حج کے خطبے میں خواتین کے حقوق پر زور دیا۔ ریاست مدینہ میں ان تمام رسومات کو ختم کر دیا گیا جو عورت کے وقار کے منافی تھیں۔ عورت کی عزت، وقار اور بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ دیا گیا۔ باپ اور شوہر کی وراثت میں عورت کا حصہ مقرر کیا گیا۔

Scanned with CamScanner

شخصی آزادی

اللہ نے انسانوں کو ضابطہء حیات کے ساتھ پیدا کیا ہے لہٰذا ان کا فرض ہے کہ وہ اس ضابطہء حیات کے مطابق زندگی کے معاملات پورے کریں اسلامی نظام میں افراد کو آزادی دی گئی ہے اس کی آزادی جب تک ایک حد تک رہے اور دوسروں کی آزادی کے لیے خطرہ نہ بنے اس کی آزادی پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی شخص کی آزادی کے فطری حق کو محض شک شبے اور بے بنیاد الزامات پر سلب کرلیا جائے۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

> حکومت کا امیر جب لوگوں کے اندر تہمت کے بہانے ڈھونڈنے لگ جائے تو پھر ان کو بگاڑ کے رکھ دیتا ہے۔ [ابوداؤد]

حکومت کی انتظامی کارروائی سے سماج میں بے چینی اور انتشار پیدا ہوتا ہے جو حکومت کو عدم استحکام کا شکار کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔

> جس حد تک ممکن ہو شہریوں کو سزا سے بچاؤ کوئی گنجائش بھی اگر نکلتی ہو تو ان کو چھوڑ دو یہ بات کہ حکمران کسی شخص کو چھوڑنے میں غلطی کر جائے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ اس کو سزا دینے میں غلطی کر جائے۔ جب تک بچانے کی راہ مل رہی ہو اس وقت تک لوگوں کو سزا سے بچاؤ۔ [ترمذی]

ریاست مدینہ میں اس بنیادی اصول پر عمل کیا گیا کہ کسی شہری پر مقدمات چلائے بغیر اور

Scanned with CamScanner

الزام ثابت کرنے سے پہلے گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ ایک روایت کے مطابق ایک شخص شکایت لے کر اللہ کے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ اس شخص نے سوال کیا میرے پڑوسی کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا آپ ﷺ نے اس کا سوال سن کر پڑوسی کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ [ابوداؤد]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے۔ ایک روز ان کے بیٹے محمد بن عمرو نے ایک مصری کو کوڑے مار دیے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس ڈر سے کہ یہ خبر مصر میں پھیل گئی تو انتشار پیدا ہوگا مصری شہری کو قید کر دیا۔ وہ قید سے فرار ہو کر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گورنر اور اس کے بیٹے کو طلب کر لیا اور مصری کو گورنر کے بیٹے کو کوڑے مارنے کو کہا جب اس نے کوڑے مار لیے تو آپ نے فرمایا کہ بیٹے کو جرأت باپ کی وجہ سے ہوئی۔ لہٰذا عمرو بن عاص کو بھی کوڑے مارو۔ مصری نے کہا امیر المومنین جس نے مجھ سے زیادتی کی اس سے میں نے بدلہ لے لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں اس کا اختیار ہے تو معاف کرتا ہے تو کر دے ورنہ میری طرف سے ان سے بھی بدلہ لینے کی اجازت ہے پھر عمرو بن عاص سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"اے عمرو تم نے لوگوں کو غلام کب سے بنا لیا ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا۔" [الفاروق ہیکل]

عراق کا ایک شہری امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ آیا اور اس نے شکایت کی کہ اس کو گرفتار کرنے کے لیے سازش کی جارہی ہے اور جھوٹی گواہیاں تیار کی جارہی ہیں آپ نے اس کو تسلّی دی اور کہا کہ اسلامی ریاست میں کسی شہری کو عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر قید نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

"اے علی جب تمہارے سامنے دو فریق معاملہ پیش ہوں تو ان کے درمیان اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک دونوں کا بیان نہ سن لو۔"

[ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد]

Scanned with CamScanner

کسی شخص کو محض اس بناء پر گرفتار نہیں کیا جاسکتا کہ ایک فرد نے اس پر الزام لگایا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ ٹھوس شہادت کے بغیر کسی کو گرفتار نہیں کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص کو تھوڑی دیر کے لیے روکا اور بعد میں اسے رہا کر دیا۔ [الخراج]

اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں ایک مثال بھی ایسی موجود نہیں ہے کہ ریاست کے کسی شہری کو ثبوت اور شہادت کے بغیر سزا دی گئی ہو اور اسے صفائی کا موقع نہ دیا گیا ہو۔ [امین اصلاحی: اسلامی ریاست]

ریاست مدینہ میں قانون ہر شخص پر مساوی نافذ ہوتا تھا کوئی شخص اپنے منصب، سرمایے اور قبیلے کی بنیاد پر قانون سے بچ نہیں سکتا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین نے بھی اپنے آپ کو قانون کے تابع رکھا۔

ایک نومسلم شہزادے نے ایک غریب دیہاتی کو تھپڑ مارا۔ اس جرم کی سزا یہ تھی کہ غریب دیہاتی نومسلم شہزادے (جو ایک ریاست کا والی تھا) کو تھپڑ مارے۔ شہزادے نے یہ گوارا نہ کیا اور ریاست مدینہ کی حدود سے باہر بھاگ گیا اور مرتد ہو گیا۔ ریاست نے یہ گوارا کر لیا مگر قانون کی حکمرانی پر کوئی سمجھوتہ نہ کیا۔ [امین اصلاحی: اسلامی ریاست]

عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے خطبے میں فرمایا اے لوگو میں اپنے عاملوں کو تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں ماریں اور تمہارے مال ناجائز طریقے سے لیں۔ بلکہ میں ان کو اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ تم کو دین اور نبی ﷺ کی سنت سکھائیں اگر کسی کے ساتھ زیادتی ہو تو میرے علم میں لائے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس کو زیادتی کرنے والے سے قصاص ضرور دلاؤں گا یہ سن کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اُٹھے اور بولے اے امیر المومنین آپ اگر کسی کو گورنر بنائیں اور وہ کسی کو سزا دے تو کیا آپ اس سے بھی قصاص دلوائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ضرور قصاص دلواؤں گا میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنی ذات کو بھی قصاص کے

لیے لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ خبردار لوگوں کو مارو پیٹو نہیں کہ ان کو ذلیل کر کے رکھ دو۔

[کتاب الخراج]

ریاست مدینہ میں خون رنگ نسل قبیلہ اور دولت کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں تھا بلکہ عزت کا معیار تقویٰ تھا۔ ہر شہری کا معاشرتی اور سماجی ایک ہی درجہ تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف شاخوں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے کہ تمہاری آپس میں شناخت ہو اللہ کے نزدیک تم سے عزت والا وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرتا ہے اور متقی ہے۔" [الحجرات:13]

ہر شخص کی کفالت کی ذمے داری ریاست کی ہوتی ہے جس کا کوئی کفیل نہ ہو اور وہ معذور یا بے روزگار ہو ریاست اس کی ذمے داری قبول کرتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

"میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہیں اس کی جانب سے دیت ادا کروں گا اگر اس کے ذمے کچھ واجب الادا ہو گا اس کی وراثت لوں گا اگر اس نے چھوڑی ہو۔" [ابوداؤد]

ریاست مدینہ میں معاشی مساوات پر بھی عمل کیا گیا۔ حکومتی اخراجات پورے کرنے کے بعد جو سرمایہ بچتا اسے سب شہریوں میں برابر تقسیم کر دیا جاتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

"اس مال (فے) میں کوئی شخص کسی سے زیادہ حقدار نہیں ہے میں بھی اس میں سے کسی سے کچھ زیادہ لینے کا حق نہیں رکھتا اور خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو صفا کے پہاڑوں میں جو چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا ہو گا اس کو بھی اس مال میں سے حصہ پہنچے گا اور اس کے لیے اس کو کوئی زحمت نہیں اُٹھانی پڑے گی وہ بدستور اپنی جگہ بکریاں چرا رہا ہو گا۔" [کتاب الخراج]

Scanned with CamScanner

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ جس انداز سے ریاست مدینہ میں کیا گیا اس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے عہد ناموں اور فرامین کی صورت میں غیر مسلموں کے حقوق کو تحریری صورت میں محفوظ فرمایا۔ عہد نبوی میں اہل نجران (عیسائی) سے کیا گیا معاہدہ آج بھی تاریخ کے ریکارڈ میں موجود ہے۔

"اللہ کے رسول محمد ﷺ اہل نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے ان کے خون ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال ان کے راہبوں اور پادریوں ان کے موجود اور غیر موجود افراد ان کے مویشیوں اور قافلوں اور ان کی مذہبی جگہوں کے ضامن اور ذمے دار ہیں جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو پھیرا نہیں جائے گا۔ ان کی عبادت گاہوں اور حقوق میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ نہ کسی پادری کو اور نہ عبادت گاہ کے خادم کو خواہ اس کا عہدہ معمولی ہو یا بڑا اس سے انہیں نہیں ہٹایا جائے گا اور ان کو کوئی خوف و خطر نہیں ہوگا۔" [طبقات ابن سعد، بلاذری: فتوح البلدان]

خلفائے راشدین کے دور میں اس معاہدہ پر عمل کیا گیا البتہ نئے حالات کے مطابق معمولی ترامیم کی گئیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر بھی یہودیوں کے اموال کے بارے میں اعلان فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں مجاہدین جلدی میں یہودیوں کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نماز کے بعد فرمایا

Scanned with CamScanner

اے لوگو تم یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے ہو خبردار سوائے حق کے غیر مسلم شہریوں کے اموال سے لینا حلال نہیں ہے۔[مسند احمد، ابوداؤد]

ریاست مدینہ میں غیر مسلموں کو مساوی قانونی حقوق حاصل تھے ان کے مذہب میں مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ان کے اموال، جان اور عزت و آبرو کی حفاظت مسلمانوں کی طرح ریاست کی ذمے داری تھی۔غیر مسلموں کو ان کی اہلیت کے مطابق ریاستی امور کو چلانے کے لیے منصب دیے جاتے تھے۔اپنے مذہبی نمائندے اور عہدیدار منتخب کرنے کے غیر مسلم خود ذمے دار تھے۔

جب کوئی لشکر جہاد کے لیے روانہ ہوتا تو آپ ﷺ اسے ہدایت فرماتے

"خبردار زمین میں فساد نہ مچانا اور احکامات کی خلاف ورزی نہ کرنا۔کھجور کے درخت نہ کاٹنا۔جانوروں کو ہلاک نہ کرنا، پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا، کسی عبادت گاہ کو نہ گرانا، بچوں، بوڑھوں، عورتوں کو قتل نہ کرنا۔گرجا گھروں میں رہنے والوں کو تنگ نہ کرنا۔" [مؤطا امام مالک، کنز العمال]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں دمشق اور شام کی سرحدوں پر گئے تو انہوں نے غیر مسلموں سے یہ معاہدہ کیا۔

1- ان کے گرجے اور خانقاہیں منہدم نہیں کیے جائیں گے۔
2- وہ نماز پنجگانہ کے سوا اپنا ناقوس بجا سکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔
3- وہ اپنی عید پر صلیب نکال سکتے ہیں۔[ابو یوسف: الخراج]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو ہدایات جاری کیں۔

مسلمانوں کو غیر مسلم شہریوں کو تنگ کرنے ان کا مال ناجائز طور پر کھانے سے روکا جائے۔[ابو یوسف: کتاب الخراج]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اسلامی ریاستوں سے کوئی وفد آتا تو ان سے غیر مسلم

Scanned with CamScanner

شہریوں کے احوال دریافت فرماتے کہ کسی غیر مسلم کو تنگ تو نہیں کیا جاتا۔ [طبری]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں غیر مسلموں کے بارے میں فرمایا

''میں غیر مسلم شہریوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے کیے ہوئے وعدے پورے کیے جائیں ان کی حفاظت کی جائے ان کے لیے حقوق کے لیے بوقت ضرور لڑا بھی جائے ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔'' [بخاری]

شام کے سفر کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے عامل ٹیکس وصول کرنے کے لیے غیر مسلم شہریوں کو دھوپ میں کھڑا کر کے سزا دے رہے ہیں آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا بے شک جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں ان کو اللہ قیامت کے دن عذاب دے گا۔ [ابو یوسف: کتاب الخراج]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ کمزور، بوڑھے اور معذور غیر مسلم شہریوں سے ٹیکس نہیں لیتے تھے بلکہ بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر فرماتے تھے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جابیہ آئے تو غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو کھانا مانگ رہا تھا آپ نے اس سے کھانا مانگنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں یہودی ہوں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں ٹیکس ادا نہیں کر سکتا۔ آپ نے اس کا ٹیکس معاف کر دیا اور اپنے عامل سے کہا تم جوانی سے اس سے ٹیکس وصول کر رہے ہو اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے اس کا ٹیکس ختم کر دو اور بیت المال سے اسے وظیفہ دو۔ [ابن عساکر]

قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

''کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو صحیفے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد پر اُترے اور جو کتابیں موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور

Scanned with CamScanner

ملیں سب پر ایمان لائے ہم ان پیغمبروں میں دوسرے انبیاء کو پروردگار سے سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم خدائے واحد کے فرمانبردار ہیں۔"

[84:3]

سعید بن میسّب سے روایت ہے ایک مسلمان اور یہودی اپنے تنازعہ کا فیصلہ کرانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ یہودی نے کہا اللہ کی قسم آپ نے حق پر فیصلہ کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تمہیں کیا پتہ کہ حق کیا ہوتا ہے اس نے کہا تورات کے مطابق جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے دو فرشتے اس کے دائیں بائیں ہوتے ہیں جو اسے حق کا الہام کراتے ہیں جب قاضی حق پر فیصلہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیتا ہے تو فرشتے غائب ہو جاتے ہیں۔ [الترغیب]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو شام کی فتح کے بعد فرمان لکھا مسلمانوں کو منع کرنا کہ ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں نہ ان کو نقصان پہنچائیں نہ ان کے مال بے وجہ کھائیں ان کی تمام شرائط پر عمل کیا جائے۔ ان کا مذہب نہ بدلا جائے اور ان کے مذہبی امور میں مداخلت نہ کی جائے۔ [طبری]

مسلمان مکّہ میں اقلیت میں تھے مکّہ کی اکثریت نے ان کو ہر قسم کے جبر و تشدد کا نشانہ بنایا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا۔ میثاق مدینہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور بحیثیت انسان ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سب انسانوں کے نبی ہیں اور رحمتہ اللعالمین یعنی تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے جو سب انسانوں کے لیے ہے۔ قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے کہ انسان سب انبیا پر اور الہامی کتب پر ایمان لائیں۔ اقلیتوں کو مساوی حقوق دینا اسلامی ریاست پر لازم ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ میں اقلیتوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور محسن انسانیت ﷺ کے لقب سے معروف

Scanned with CamScanner

ہوئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"خبردار جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) گواہ بنوں گا۔" [ابوداؤد]

غیر مسلموں کے حقوق کے لیے یہ حدیث بڑی جامع، واضح اور دوٹوک ہے جس پر ہر مسلم ریاست کو عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مسلمان نے ایک اہل کتاب غیر مسلم کو قتل کر دیا۔ مقدمہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میں اہل ذمہ (اقلیتوں) کا حق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمے دار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو قتل کرنے کا حکم دیا اور سزا پر عملدرآمد کیا گیا۔ [ابن ابی حاتم]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم وفود سے مثالی حسن سلوک کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے عیسائیوں کی خود میزبانی فرمائی اور ارشاد فرمایا

"یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے لیے ممتاز و منفرد حیثیت رکھتے ہیں اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں بذات خود ان کی تعظیم و تکریم اور مہمان نوازی کروں۔" [ابن ماجہ]

ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا چودہ رکنی وفد مدینہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اس وفد میں شامل مسیحوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے عقیدے کے مطابق مسجد نبوی میں اللہ کی عبادت کریں۔ [طبقات ابن سعد]

ایک جنگ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتحادی یہودی مرنے لگا تو اس سے پوچھا گیا کہ تمھاری بڑی جائداد ہے اس کا وارث کون ہوگا۔ اس نے کہا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری جائداد کے وارث ہوں

Scanned with CamScanner

گے۔ یہ غیر مسلم کی جانب سے اقلیتوں کے ساتھ مسلمانوں کے حسن سلوک کا اعتراف تھا۔

جب مکہ فتح ہوا تو ایک انصاری کمانڈر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے کہا ''آج لڑائی کا دن ہے۔'' یعنی آج کفار سے جی بھر کر انتقام لیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ان سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کے سپرد کر دیا اور ابوسفیان سے فرمایا ''آج لڑائی کا نہیں بلکہ رحمت اور برداشت کا دن ہے۔'' [قرطبی]

امام یوسف اپنی معروف تصنیف ''کتاب الخراج'' میں لکھتے ہیں کہ عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں تعزیرات اور دیوانی قانون دونوں میں مسلمان اور غیر مسلم اقلیت کا درجہ مساوی تھا۔ ایک دفعہ مصر کے گورنر عمرو بن العاص کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق سزا دی جس کی شکایت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انھوں نے سرعام گورنر کے بیٹے کو سزا دلوائی اور فرمایا

''عمرو تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ رکھا ہے حالاں کہ ان کی ماؤں نے انھیں آزاد جنا تھا۔''

ریاست مدینہ میں اقلیتوں کو درج ذیل حقوق دیے گئے۔

مساوات کا حق

ریاست مدینہ میں تعزیرات میں مسلم اور غیر مسلم کا درجہ مساوی تھا۔ مسلمان کا مال غیر مسلم چراتا یا غیر مسلم کا مال مسلمان چراتا دونوں کو مساوی سزا دی جاتی۔ غیر مسلم کو تکلیف پہنچانا، اس کو گالی دینا، مارنا، اس کی غیبت کرنا اسی طرح ناجائز تھا جس طرح مسلمان کے لیے ناجائز تھا۔ غیر مسلموں کو جان و مال کے تحفظ کا بھی مساوی حق حاصل تھا۔

رازداری کا حق

غیر مسلموں کو نجی زندگی کے سلسلے میں رازداری کا حق حاصل تھا۔ کوئی شخص ان کی اجازت کے بغیر ان کے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ قرآن کی تعلیم بھی یہی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے گھر میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔

Scanned with CamScanner

مذہبی آزادی کا حق

اللہ کا واضح ارشاد ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا وہ آج بھی تاریخی کتب میں موجود ہے جس میں درج ہے۔

"عیسائیوں کی جانیں، ان کی شریعت، زمین، مال، ان کی عبادت گاہوں اور گرجا گھروں کی حفاظت کی جائے گی۔ کسی پادری کو اس کے مذہبی مرتبے اور منصب سے ہٹایا نہیں جائے گا۔"

معاشی آزادی کا حق

ریاست مدینہ میں غیر مسلموں کو مکمل معاشی حاصل تھی۔ مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کو بھی سودی کاروبار کی اجازت نہیں تھی کیوں کہ سود پر مبنی نظام پورے سماج کے لیے بربادی کا سبب بنتا ہے۔ غیر مسلم اپنے محلوں میں شراب اور سور فروخت کر سکتے تھے جو مسلمانوں کے لیے حرام تھا۔ اگر کوئی مسلمان غیر مسلم کی شراب یا خنزیر کو نقصان پہنچاتا تو اسے تاوان دینا پڑتا۔

بیت المال سے وظیفہ کا حق

ریاست مدینہ میں اگر کوئی غیر مسلم معذور ہو جاتا تو اسے بیت المال سے گزارہ الاؤنس وظیفہ دیا جاتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک یہودی کو صدقہ دیا جو آپ ﷺ کی رحلت کے بعد بھی دیا جاتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اندھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ جو غیر مسلم کسی وجہ سے معذور یا بے روزگار ہو جاتا تو اس کا جزیہ ختم کر کے بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا جاتا۔

تحفظ و سلامتی کا حق

ریاست مدینہ میں غیر مسلموں کو تحفظ و سلامتی کا حق حاصل تھا اور یہ ریاست کی ذمے داری تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ "یہودی، عیسائی اور ہر ذمی کی دیت مسلمان کی

Scanned with CamScanner

دیت کی طرح ہے۔" اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیت کی بنیادی ضروریات پوری کرنا ریاست کا فرض ہے۔

معاشرتی آزادی کا حق

ریاست مدینہ میں اقلیتوں کو اپنی قومی اور تہذیبی روایات کے مطابق زندگی گزارنے کا حق تھا۔ ان کے شخصی معاملات، خاندانی امور، نکاح طلاق وغیرہ میں کوئی مداخلت نہیں تھی۔ غیر مسلم جس جگہ چاہتے سکونت اختیار کر سکتے تھے۔ مدنی سماج میں مسلمانوں کی یہ ذمے داری تھی کہ وہ اقلیتوں سے نیکی، انصاف اور حسن سلوک پر مبنی رویہ اختیار کریں۔ ارشاد ربانی ہے:

> "اللہ تمھیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمھیں گھروں سے نکالا ہے تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور ان سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" [الممتحنہ:8]

قرآن کی اس آیت میں مکہ کے ان مشرکین کا ذکر ہے جنھوں نے مسلمانوں کو مکّہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کو غیر مسلموں کے بارے میں تاکید کی۔

> "ان کے سردی اور گرمی کے کپڑے اور ان کے کھانے کا سامان اور ان کے جانور جن سے وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں خراج وصول کرنے کی خاطر نہ بیچنا۔ نہ کسی کو درہم وصول کرنے کے لیے کوڑے مارنا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان سے حسن سلوک اور نرمی کا مظاہرہ کریں۔ اگر تم نے میرے حکم کے خلاف عمل کیا تو اللہ میرے بجائے تمھیں سزا دے گا اور اگر مجھے تمھاری خلاف ورزی کی خبر پہنچی تو میں تمھیں معزول کر دوں گا۔" [ابو یوسف: کتاب الخراج]

Scanned with CamScanner

شام کے سفر کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے عامل نے جزیہ وصول کرنے کے لیے ذمیوں کو دھوپ میں کھڑا کر رکھا ہے اور ان کو سروں پر تیل ڈال کر ان کو سزائیں دے رہے ہیں آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو اور ان سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرو۔

معاہدے کی پاس داری

ریاست مدینہ میں اقلیتوں سے جو معاہدہ کیا جاتا اسے پورا کیا جاتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے میثاق مدینہ پر مکمل عمل کیا جب مدینہ کے یہودیوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو ان کو مدینہ سے ان کے ساز و سامان کے ساتھ باہر نکال دیا گیا۔ اللہ کا قرآن میں ارشاد ہے کہ اپنے عہد پورے کرو اور جب معاہدہ ختم کرنا چاہو تو غیر مسلموں کو اطلاع کرو تاکہ وہ دھوکے میں نہ رہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صلح حدیبیہ کی شرائط پر مکمل عمل کیا جب قریش نے معاہدہ توڑ دیا تو آپ ﷺ نے مکہ کو فتح کیا۔

جنگی قیدیوں کے حقوق

اسلام نے جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی۔ جنگ بدر کے ایک قیدی کا بیان ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے یہ اپنے اہل وعیال سے اچھا کھانا ہمیں کھلاتے تھے اور اپنے گھر کے لوگوں سے زیادہ ہمارا خیال رکھتے تھے۔ جن قیدیوں کے پاس تاوان ادا کرنے کے لیے پیسے نہیں تھے ان کے بچوں کو تعلیم دینے کے عوض رہا کر دیا گیا۔

خلفائے راشدین نے قرآن کی تعلیمات اور سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں اقلیتوں سے مثالی سلوک کیا جس کی خوشبو پوری دنیا میں پھیل گئی۔ غیر مسلم قومیں مسلمانوں کے حسن اخلاق سے بہت متاثر ہوئیں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

گورنینس، نظم ونسق

اللہ کے رسول ﷺ ریاست مدینہ کے بانی تھے۔ اللہ نے آپ ﷺ کی رہنمائی فرمائی آپ ﷺ نے اللہ کی ہدایت کے مطابق ریاست مدینہ کی تشکیل کی اور نئی ریاست کا نظم ونسق چلایا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست کی بنیاد اللہ کی حاکمیت کے اصول پر رکھی۔ کوئی انسان عوام پر حکومت کرنے کے کلی اختیارات حاصل نہیں کرسکتا اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ کی حاکمیت کا اقرار کرے اور ریاست کے امور اللہ کے احکامات اور عوام کی مشاورت سے چلائے اللہ کے رسول ﷺ نے ان دو اصولوں کی بنیاد پر ریاست مدینہ کی تشکیل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے بندے سب برابر ہوتے ہیں ان میں کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا وہ سب ایک قانون کے پابند ہوتے ہیں جو ریاستیں اس اصول پر عمل کرتی ہیں ان کا نظم ونسق اور گورنینس مثالی ہوتا ہے۔ مؤرخین متفق ہیں کہ اسلام نے انتہائی مرکزیت کا پرچار کیا اور خدا کو اپنا مرکز ومحور قرار دیا یہی وجہ ہے جتنی مساوات اسلام میں پائی جاتی ہے دوسرے نظاموں میں نظر نہیں آتی۔ ریاست کا نظم ونسق چلانے کے لیے ایک مرکزی اتھارٹی لازمی ہوتی ہے تا کہ ریاست کو آئین قانون اور نظم وضبط کے ساتھ چلایا جاسکے۔ قرآن میں اللہ نے اپنی حاکمیت کا بار بار ذکر فرمایا ہے اور دنیاوی حکمرانوں کو اپنا نائب (خلیفہ) قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"یہی اللہ تمہارا رب ہے بادشاہی اسی کی ہے کوئی اللہ کے سوا معبود نہیں ہے
پھر تم کدھر پھرے جارہے ہو۔" [الزمر:6]

Scanned with CamScanner

کائنات کا حقیقی حاکم اللہ ہی ہے۔ اللہ رب العالمین رب الناس اور ملک الناس ہے۔ وہ
ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

نبی اور حکمران

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو نبوت کے منصب سے سرفراز فرمایا اور آپ ﷺ کو حکمرانی کے اختیارات بھی دیے۔ آپ ﷺ کی زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا۔ اللہ نے انسانوں کو ہدایت کی کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں اور الہامی کتاب قرآن سے رہنمائی حاصل کریں۔ اللہ کے رسول ﷺ قانون الٰہی کی تشریح بھی کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے فیصلوں کو حتمی تصور کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ کے ارشادات کے مطابق حکمران، قاضی، سپہ سالار اور دوسرے ریاستی فرائض انجام دیے جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ قرار پائے۔ آپ ﷺ نے ریاست کے امور قرآن کے اصول مشاورت کے مطابق انجام دیے۔ آپ ﷺ نے قوانین پر عمل کیا اور خود کو احتساب کے لیے پیش کیا۔ امانت، دیانت، صداقت کے سنہری اصولوں کے مطابق ریاست کو چلایا۔ مساوات کے اصول پر اس حد تک عمل کیا کہ جب آپ ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما ہوتے تو کوئی آپ ﷺ کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ غریب شہری کو بھی آپ ﷺ تک رسائی حاصل تھی۔ آپ ﷺ نے انتظامی (گورنینس) اور اخلاقی ماڈل پیش کیا۔

اللہ نے اپنے ہر نبی کو انصاف کے قیام کی تاکید کی تاکہ امن و امان کا قیام اور جان و مال کی حفاظت کی جا سکے۔ ارشاد ربانی ہے:

> ''اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا تو تم لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔''

> ''اور ہم نے تم سے پہلے قوموں کو ہلاک کیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس ان کے رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے لیکن وہ ایمان لانے والے نہ بنے ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ہم مجرموں کو۔ پھر ہم نے ان کے بعد

Scanned with CamScanner

زمین میں تم کو خلیفہ بنایا تا کہ دیکھیں کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔" [یونس:14-13]

"اور ہم نے اپنے رسول واضح نشانیاں دے کر بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل) اتاری تا کہ انسان انصاف پر قائم ہوں۔" [الحدید:25]

اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ کا نظم ونسق انصاف اور مساوات کے اصولوں کے مطابق چلایا۔

تاریخ وسیرت کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ رسول ﷺ نے ریاست کا نظم ونسق چلانے کے لیے مختلف افراد کو ذمے داریاں دیں۔

1- آپ ﷺ کی ذاتی اشیاء کی حفاظت ونگرانی۔

2- آپ ﷺ کے لیے سواری کا بندوبست۔

3- خفیہ خبریں حاصل کرنے کے لیے جاسوس۔

4- پرسنل سیکرٹری۔

5- سرکاری مہر کی حفاظت ونگرانی۔

6- خط وکتابت کے لیے معاون۔

7- اخراجات کی دیکھ بھال۔

8- مجرموں کو سزا دینے کے لیے جلاد۔

9- مقدمات کے فیصلوں کے لیے سٹاف۔

10- حفاظت کے لیے سکیورٹی گارڈ۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں ترجیحی کاموں پر توجہ فرمائی۔

1- اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق وفرائض کا تعین فرمایا۔

2- مہاجرین مکہ کے قیام وطعام کا انتظام فرمایا۔

Scanned with CamScanner

3- اللہ کی عبادت کے لیے مسجد تعمیر کرائی اور ریاست کے نظم و نسق کا مرکز بنایا۔
4- مدینہ شہر کی سیاسی، تنظیمی اور فوجی دفاع کے انتظامات مکمل فرمائے۔
5- امن و امان کے قیام کا انتظام فرمایا۔
6- مہاجرین کے قیام کے لیے مکانات تعمیر کرائے۔
7- تعلیم و تربیت کی سہولتیں فراہم کیں۔
8- ضروریات زندگی کی فراہمی کا انتظام فرمایا۔
9- شہر کی صفائی پر توجہ دی۔
10- سڑکوں پر درخت لگوائے۔
11- پینے کے لیے پانی کا مستقل انتظام کیا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ شہر کی مثالی منصوبہ بندی کی جب آبادی بڑھنے لگی تو نیا شہر آباد کرایا۔ تا کہ گنجان آبادی کی وجہ سے سماجی معاشی اور معاشرتی مسائل پیدا نہ ہوں۔ ریاست مدینہ میں احتساب پر خصوصی توجہ دی گئی جو اچھی حکمرانی (گورنینس) کی بنیاد ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"اگر ہم ان لوگوں کو اقتدار دیں گے تو یہ نماز قائم کریں گے زکوۃ دیں گے اور لوگوں کو اچھائیوں کا حکم کریں گے اور بُرائیوں سے روکیں گے۔" [الحج: 41]

اچھی حکمرانی کے لیے لازم ہے کہ لوگوں کو بُرائی سے روکا جائے ان کا احتساب کیا جائے تا کہ بُرائی پھیلتی نہ رہے۔ ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی کو نو مسلموں کے صدقات جمع کرنے کے لیے عامل بنا کر بھیجا جب وہ وصول کر کے واپس آئے تو کہنے لگے یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ مجھے تحفہ ملا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کو گھر بیٹھے یہ تحفہ کیوں نہ ملا۔ آپ ﷺ نے عاملوں کو لین دین سے سختی سے منع فرما دیا۔ [بخاری]

Scanned with CamScanner

اللہ کے رسول ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب روانہ کیا تو فرمایا

"تم دونوں سختی نہ کرنا بلکہ آسانی سے کام لینا لوگوں کو اچھی باتیں سنانا نفرت نہ دلانا۔" [بخاری]

اللہ کے رسول ﷺ عاملوں کو میرٹ پر منصب دیتے جو خود خواہش کرتا اسے ہرگز منصب عطا نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے ریاست مدینہ میں تجارت کا مثالی ماڈل پیش کیا اور تاجروں کو ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری اور دھوکہ دہی سے سختی سے روکا۔ آپ ﷺ نے مدینہ کی حفاظت کے لیے چوکیداری، پہرے داری کا نظام وضع کیا آپ ﷺ شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے ذاتی دلچسپی لیتے اور خود شہر کا دورہ فرماتے۔ مدینہ شہر میں جرائم کی روک تھام کے لیے رضا کار تعینات فرمائے جنہیں پولیس بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے داخلہ امور کے علاوہ خارجہ امور پر بھی توجہ دی۔ غیر مسلم قبیلوں، حکمرانوں کو خطوط لکھ کر ان کو اسلام کی دعوت دی جاتی۔ عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خط و کتابت پر مامور تھے۔ خارجہ امور کے سلسلے میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غیر ملکی زبانیں بھی سیکھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اہلیت کی بنیاد پر سفیروں کی تعیناتی فرمائی۔ ریاست کی آمدن اور اخراجات کے ریکارڈ کے لیے رجسٹر رکھے گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دفاع کے شعبے کو منظم کیا اور قواعد و ضوابط ترتیب دیے۔ فوری اور سستے انصاف کا عدالتی نظام وضع فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاست وسیع ہو گئی لہٰذا انہوں نے نظام حکومت کو چلانے کے لیے مختلف ریاستی ادارے قائم کیے۔ آپ نے ریاستی امور کے سلسلے میں مشاورت کے لیے مجلس شوریٰ قائم کی اس کے اجلاس منعقد کیے جاتے اور کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا۔ مجلس شوریٰ میں انصار اور مہاجرین دونوں کے نمائندہ افراد کو شامل کیا گیا۔ مجلس شوریٰ کے

Scanned with CamScanner

اجلاس عام طور پر مسجد نبوی میں بلائے جاتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مجلس شوریٰ کے اہم ارکان تھے۔ کئی بار عوام کو بھی مشاورت میں شریک کیا جاتا۔ مختلف صوبوں کے نمائندوں کو مشاورت کے لیے طلب کیا جاتا تا خلیفہ آمرانہ فیصلے کرنے کا مجاز نہیں تھا قانون کی نظر میں خلیفہ اور عام آدمی کوئی فرق نہیں تھا۔

Scanned with CamScanner

عدل وانصاف

ریاست مدینہ کا بنیادی اصول عدل وانصاف تھا۔ عدل وانصاف کے مساوی نظام کی وجہ سے پہلی مسلم ریاست کی شہرت عرب اور دنیا کے دوسرے علاقوں تک پھیل گئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ میں انصاف کا نظام قرآن کی اس واضح اور دوٹوک آیت پر رکھا۔ ارشاد ربانی ہے:

> "اے ایمان والو! انصاف کو قائم کرنے والے بن جاؤ اور خدا کے واسطے کے گواہ بنو۔ خواہ یہ گواہی اپنی ذات کے خلاف ہو یا اپنے والدین اور رشتے داروں کے خلاف ہو۔ وہ امیر ہوں یا غریب۔ اللہ ان کا بہتر نگہبان ہے تم اپنی خواہشات کی پیروی میں عدل سے نہ ہٹو اور اگر تم بات گول کر جاؤ گے یا سچائی سے پہلو بچاؤ گے تو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔" [135:4]

عدل وانصاف کے بارے میں مرکزی نکتہ یہ ہے کہ جب جرم ثابت ہو جائے تو مجرم سے نرمی برتنے کے بجائے اسے قوانین کے مطابق سزا دی جائے تا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور جرائم پر قابو پایا جاسکے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بنی عرینہ کے کچھ لوگ آئے اور اسلام پر ایمان لائے۔ مدینہ کی آب و ہوا ان کو راس نہ آئی اور وہ بیمار ہو گئے آپ ﷺ نے ان کو ہدایت کی کہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں جائیں اور ان کا دودھ پئیں وہ صحت مند ہو گئے اور اس کے بعد مرتد ہو گئے۔ انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور

Scanned with CamScanner

مویشیوں کو ہانک کر لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں چند صحابہ کو روانہ کیا۔ ان کو قید کر کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ ان کا جرم ثابت ہو گیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔ [مفہوم: بخاری، مسلم]

اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیا جاتا ہے حالاں کہ یہ سزائیں حکمت اور دانائی پر مبنی ہیں۔ انسانی تاریخ گواہ ہے جن ریاستوں میں سخت سزاؤں پر عمل کیا جاتا ہے وہ ریاستیں امن، تحفظ اور ترقی یافتہ ہوتی ہیں۔ اگر ریاست مدینہ میں قاتلوں اور ڈاکوؤں کو عبرت ناک سزائیں نہ دی جاتیں تو اسلام کا فروغ ممکن نہ ہوتا۔ ہمدردی ظالم سے نہیں بلکہ مظلوم سے ہونی چاہیے۔ ارشادِ ربانی ہے:

> "یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور فساد پھیلانے کی غرض سے ملک میں دوڑے پھرتے ہیں ان کی سزا تو یہی ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں اُلٹے سیدھے کاٹ دیے جائیں یا ان کو دیس سے نکال دیا جائے۔" [المائدہ: 33]

حضرت سماک بن حرب سے روایت ہے کہ علقمہ بن وائل نے ان سے بیان کیا کہ ان کے والد ذکر کرتے تھے کہ ایک دن وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔

ایک شخص آیا جو دوسرے شخص کو رسی سے کھینچ کر لا رہا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ اللہ کے رسول اس نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (ملزم) سے پوچھا کیا تم نے قتل کیا ہے۔ ابھی ملزم نے جواب نہیں دیا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی سے ارشاد فرمایا اگر اس نے قتل کا اعتراف نہ کیا تو تمہیں شہادت دینی پڑے گی۔

قاتل نے قتل کا اعتراف کر لیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کس طرح قتل کیا۔

Scanned with CamScanner

ملزم نے عرض کیا۔ میں اور وہ ایک درخت سے لکڑیاں کاٹ رہے تھے اس نے مجھے گالی دی تو مجھے غصہ آ گیا بس میرے ہاتھ سے اس کی موت واقع ہوئی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کیا تیرے پاس کچھ مال ہے جو تو اپنی جان کے عوض ادا کر دے۔ اس نے عرض کی میرے پاس اس کمبل اور کلہاڑی کے علاوہ کوئی مال نہیں۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"کیا میری قوم تجھے چھڑوا لے گی۔ اس نے کہا میں اپنی قوم کی نظر میں اس سے زیادہ بے وقعت ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کی رسی اس طرف پھینک دی اور فرمایا تم جانو تمہارا ساتھی۔"

وہ شخص اس کو لے کر چلا جب انہوں نے پیٹھ موڑی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اگر اس نے اس کو قتل کر دیا تو وہ بھی اسی طرح قتل کا موجب ٹھہرایا جائے گا۔

یہ بات اس شخص نے سن لی تو وہ واپس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر میں نے اس کو قتل کر دیا تو میں بھی اسی کی مانند قتل کا مرتکب ٹھہروں گا حالاں کہ میں نے تو آپ ﷺ کے حکم سے ہی اس کو پکڑا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

"کیا تیری یہ خواہش نہیں ہے کہ یہ شخص اپنے اور اپنے حریف کے گناہ اپنے سر لے۔"

اس نے عرض کیا یا نبی ﷺ کیوں نہیں۔

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"پھر اسی طرح ہو گا یعنی اگر اس کو تو نے قتل نہ کیا تو اس کے سر پر اس کے اپنے اور اپنے حریف کے گناہوں کا بوجھ ہو گا۔"

Scanned with CamScanner

یہ سن کر اس نے وہ رسی پھینک دی جس سے اسے باندھا ہوا تھا اور چھوڑ دیا۔[مسلم]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل ڈالا۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکی سے پوچھا۔ کیا تجھے فلاں شخص نے مارا ہے اس نے ہاتھ کے اشارے سے کہا ہاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو سنگسار کرنے کا حکم دیا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو گیا۔[بخاری]

ایک شخص نبی اسلم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں زنا کا مرتکب ہو گیا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

کیا تو نے میرے سوا کسی اور سے بھی اس کا ذکر کیا ہے؟

اس نے کہا نہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ سے توبہ کر اپنا پردہ رکھ اللہ تیری پردہ پوشی کرے گا۔

اس کا دل مطمئن نہ ہوا اور وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے بھی وہی مشورہ دیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

وہ شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زنا کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ موڑ لیا۔

اس نے تین بار یہی کہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گھر والوں سے پوچھا کیا یہ شخص دیوانہ ہے۔ انہوں نے کہا یہ شخص تندرست ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا۔

کیا تو کنوارا ہے یا شادی شدہ ہے۔

اس نے عرض کیا شادی شدہ ہوں۔

Scanned with CamScanner

اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے اسے سنگسار کیا گیا۔ [بخاری: موَطا امام مالک]

ایک روایت کے مطابق ایک عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا۔

میں نے زنا کیا ہے اور حاملہ ہوں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جاؤ حتیٰ کہ تو وضع حمل کرے پس جب اس نے وضع حمل کرلیا تو آپ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ حتیٰ کہ تو اس کو دودھ پلا لے۔ پھر جب وہ دودھ پلا چکی تو آپ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بچے کو کسی کے سپرد کر کے آؤ۔ چنانچہ وہ آئی تو اسے سنگسار کیا گیا۔ [موَطا امام مالک]

عقبہ بن الحارث سے روایت ہے کہ نعمان کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا وہ شراب سے مست تھا۔ اس کو چھڑی اور جوتی سے مارا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں شراب پینے والے کو چالیس کوڑے لگوائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں چالیس کوڑے لگوائے۔ [بخاری]

قریش کے مخزومیہ قبیلے کی ایک عورت نے چوری کی۔ لوگوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ذریعے سفارش کی کہ اس عورت کا تعلق معزز قبیلے سے ہے لہٰذا اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا۔

> ''تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بنت محمد ﷺ (فاطمہ رضی اللہ عنہ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔ آپ کے حکم سے مخزومیہ عورت کا ہاتھ کاٹا گیا۔'' [بخاری۔ مسلم]

ایک معتبر حدیث کے مطابق ایک یہودیہ عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر کھانا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ کے ساتھ بشر بن براء بن معرور بھی کھانے میں

Scanned with CamScanner

شریک تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو زہر کا علم ہو گیا آپ ﷺ نے ہاتھ روک لیا یہودیہ کو بلایا گیا اس نے اقرار کیا اور کہا

میں نے اس لیے گوشت میں زہر ملایا کہ آپ ﷺ اگر اللہ کے نبی ہیں تو آپ ﷺ کو علم ہو جائے گا اگر نہیں ہیں تو ہم نجات پالیں گے۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو معاف کر دیا۔ بشر ایک لقمہ کھانے سے وفات پا گئے۔

[بخاری]

نعیم بن مسعود اشجعی سے روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب (جھوٹا نبی) نے اللہ کے رسول ﷺ کو خط لکھا جب آپ ﷺ نے اس خط کو پڑھا تو آپ ﷺ نے دونوں قاصدوں سے پوچھا کہ تم دونوں کس بات کے قائل ہو دونوں نے کہا ہم مسیلمہ کے قائل ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

"اللہ کی قسم اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصد قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اُڑا دیتا۔" [ابوداؤد]

ابورافع سے روایت ہے:

مجھ کو قریش نے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف بھیجا۔ جب میں نے آپ ﷺ کی زیارت کی تو میرے دل میں اسلام اُتر گیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں قریش کے پاس واپس نہیں جاؤں گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں بدعہدی نہیں کروں گا اور نہ قاصدوں کو روکوں گا بلکہ تم اب واپس جاؤ پھر اگر تیرے دل میں یہی کیفیت رہی جواب ہے تو واپس آجانا۔ [ابوداؤد]

صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پاچکا تھا حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ قریش کی قید سے بیڑیوں سمیت فرار ہو کر اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہنچ گئے صلح حدیبیہ میں یہ شرط طے پائی تھی کہ اگر

Scanned with CamScanner

کوئی شخص مکہ سے مسلمانوں کے پاس آئے گا تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس جانے کی ہدایت کی۔ [بخاری]

اللہ کے رسول ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ کھجوروں کو پکنے سے پہلے فروخت کر دیتے تھے ایک شخص نے بیع سلم کے اصول پر کھجوریں خریدیں اس سال کھجور کا پھل نہ آیا خریدار اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور شکایت کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کھجوروں کے پکنے سے پہلے سودا نہ کرو۔ آپ ﷺ نے خریدار کے پیسے واپس کرا دیے۔ [بخاری]

عدل و انصاف کے قیام کے بغیر سماج میں ظلم اور استحصال کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی الہامی کتابوں میں انصاف قائم کرنے پر زور دیا۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

> "ہم نے اپنے رسولوں کو واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔" [الحدید:25]

اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق ریاست مدینہ کو عدل و انصاف کا مثالی ماڈل بنایا۔ آج بھی دنیا کے جن ممالک میں عدل و انصاف کا معیاری نظام قائم ہے ان کا شمار ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

> "اور آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کیجیے۔
> بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" [المائدہ:42]

اللہ کے رسول ﷺ مدینہ میں مفتی اعظم تھے۔ آپ ﷺ نے مختلف علاقوں کے لیے قاضی مقرر فرمائے جن کا انتخاب میرٹ پر کیا گیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

> "میں بھی ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس لڑتے جھگڑتے آتے ہو، ہو سکتا ہے تم میں سے ایک اپنی چرب زبانی سے باتیں بنا کر اپنے دعوے یا دلیل کو ثابت کر دے اور میں اس کی باتیں سن کر اس کے حق میں فیصلہ

Scanned with CamScanner

کر دوں پس اگر میں اس طرح ایسے شخص کے لیے اس کے بھائی کے حصہ میں سے حق دلا دوں تو اسے چاہیے کہ وہ اس میں سے کچھ نہ لے کیوں کہ میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔" [مؤطا امام مالک]

اللہ کے رسول ﷺ انصاف کے عمل کو آسان، سستا بناتے اور فوری فیصلے سناتے۔ آپ ﷺ نے جن صحابہ کو قاضی کے منصب پر سرفراز فرمایا ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں قاضیوں (ججوں) کے بارے ایک فرمان جاری کیا۔

1- قاضی کو تمام لوگوں سے یکساں سلوک کرنا چاہیے۔
2- بارِ ثبوت عام طور پر مدعی پر ہو گا۔
3- مدعا علیہ کے پاس اگر ثبوت اور شہادت موجود نہ ہو تو اس سے قسم لی جائے گی۔
4- فریقین ہر حالت میں صلح کر سکتے ہیں لیکن جو امر خلاف قانون ہو اس میں صلح نہیں ہو سکتی۔
5- قاضی خود اپنی مرضی کا فیصلہ کرنے کے بعد اس میں نظر ثانی کر سکتا ہے۔
6- مقدمہ کی پیشی کی ایک تاریخ ہونی چاہیے۔
7- تاریخ مقررہ پر اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو تو مقدمے کا یک طرفہ فیصلہ کیا جائے گا۔
8- ہر مسلمان شہادت دے سکتا ہے لیکن جو شخص سزا یافتہ ہو یا جس کی جھوٹی گواہی دینا ثابت ہو وہ قابل شہادت نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کے لیے اطمینان بخش تنخواہیں مقرر کیں تا کہ رشوت

Scanned with CamScanner

پر مائل نہ ہوں۔ معزز، امانت اور صداقت کی خوبیوں کے حامل شخص کو قاضی نامزد کیا جاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں عدل وانصاف کی یادگار اور شاندار روایات قائم کیں۔ حضرت شعبی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کھجور کے درخت کے بارے میں تنازعہ ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم آپس میں ثالث مقرر کر لیتے ہیں چنانچہ دونوں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہتر جگہ پر بٹھانے کی کوشش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ پہلی ناانصافی ہے جو آپ کرنا چاہتے ہیں میں تو اپنے فریق کے ساتھ بیٹھوں گا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا دعویٰ پیش کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ انکار کی صورت میں مدعا علیہ کو قسم کھانی پڑتی ہے لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ امیر المومنین کو قسم کھانے کی زحمت نہ دیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نرمی سے فائدہ نہ اُٹھایا اور انصاف و قانون کے تقاضوں کے مطابق قسم کھائی اور کہا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تب قاضی بن سکتے ہیں جب ان کی نظر میں عمر رضی اللہ عنہ اور ایک مسلمان برابر ہوں۔ [کنز العمال]

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مصر میں میرے بھائی عبدالرحمٰن نے عقبہ بن حارث کے ساتھ بنید (نشہ آور شربت) پی لی جس سے نشہ ہو گیا۔ دونوں صبح مصر کے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ انہیں سزا دے کر پاک کر دیں کیوں کہ ہم نے مشروب پیا تھا جس سے ہمیں نشہ ہو گیا ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سزا سے گریز کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے مخبر کے ذریعے خبر ملی تو آپ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو مدینہ بلوا لیا اور مروجہ قانون کے مطابق اس کو سو کوڑوں کی سزا دی اور مساوی قانون اور یکساں انصاف کی روشن مثال قائم کر دی۔ [کنز العمال]

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

یکساں احتساب

اللہ تعالیٰ کا قرآنی نظام جزا اور سزا پر مبنی ہے۔ جو نیک کام کرے گا وہ آخرت میں جنت کا حقدار ہوگا اور جو نافرمانی کرتے ہوئے گناہ کے کاموں میں مبتلا ہوگا اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ قرآن کے مطابق اللہ نے کئی حکمرانوں (فرعون، نمرود، قارون) کو نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے دنیا میں ہی عبرت کا نشان بنا دیا۔ دنیا کی کوئی ریاست اور نظام یکساں احتساب کے بغیر نہیں چلایا جاسکتا۔ بے لاگ احتساب کے بغیر عدل اجتماعی ممکن نہیں ہوسکتا۔ اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین نے یکساں اور فوری احتساب کی سینکڑوں روایات قائم کیں۔ کبھی کسی کو تعصب اور انتقام کا نشانہ نہ بنایا اور احتساب کا آغاز اپنی ذات، خاندان اور اپنے مشیروں سے کیا۔

جب مدینہ کے معزز قبیلہ کی ایک عورت نے چوری کی تو صحابہ نے اس کے حسب نسب کی بناء پر نرمی کی سفارش کی اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کی قوم اس لیے عذاب کا شکار ہوئی کہ وہ بڑے لوگوں کو چھوڑ دیتے اور کمزور لوگوں کو سزا دیتے اللہ کی قسم اگر بنت محمد ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہ بھی چوری کرتیں تو ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا آپ ﷺ نے معزز قبیلہ کی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور آنے والوں کے لیے یکساں اور فوری احتساب کی مثال قائم کر دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو سر عام ایک سو کوڑے لگوائے کیوں کہ انہوں نے شراب پی کر قوانین کی خلاف ورزی کی تھی۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو سزا نہ دیتے تو ریاست مدینہ کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔ گورنر

Scanned with CamScanner

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے ایک شخص پر تعصب اور عصبیت کی بناء پر تشدد کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گورنر عمرو بن العاص کے سامنے ان کے بیٹے کو سرعام مظلوم شخص کے ہاتھوں کوڑے لگوائے اور مساوی قانون واحتساب کی روایت قائم کی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو چرنے کے لیے بیت المال کی چراگاہ میں چھوڑ دیا جو وہ موٹے تازے ہو گئے تو ان کو بیچنے کے لیے بازار لے آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا تم نے بیت المال کی چراگاہ کا ناجائز استعمال کیا۔ لہٰذا اب تم اصل قیمت خرید لے کر منافع بیت المال میں جمع کرا دو۔ [کنزالعمال]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے سے ثابت کر دیا کہ ریاست کے اجتماعی وسائل ذاتی اور انفرادی فائدے کے لیے استعمال نہیں کیے جاسکتے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی کو زکوٰۃ اور جزیہ جمع کرنے کے لیے عامل مقرر فرمایا جب وہ واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ لوگوں نے ان کو کچھ مال گفٹ کے طور پر دیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم کو عامل نامزد نہ کیا جاتا تو تمہیں گفٹ کون دیتا لہٰذا سارا مال بیت المال میں جمع کرا دو۔ ریاست کے کسی آفیسر کو گفٹ لینے کا حق نہیں دیا جاسکتا اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین اپنے آپ کو بھی احتساب کے لیے پیش کرتے اللہ کے رسول ﷺ جنگ بدر میں لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کی چھڑی کی نوک ایک مجاہد کے پیٹ پر لگ گئی انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بدلہ چاہیے آپ ﷺ نے بدلے کے لیے اپنا پیٹ مجاہد کے آگے کر دیا اس نے آپ ﷺ کے پیٹ کو بوسہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کپڑے تقسیم کیے آپ طویل قامت تھے آپ نے اپنا کرتا سلانے کے لیے اپنے بیٹے کے حصے کا کپڑا بھی شامل کر لیا مسجد نبوی میں ایک بدو نے سوال کیا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ آپ نے لمبا کرتا کہاں سے حاصل کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے گواہی پیش کی کہ انہوں نے اپنے حصے کا کپڑا اپنے

Scanned with CamScanner

والد کو دے دیا تھا۔ جب تک حکمران خود عوام کے سامنے جواب دہ نہ ہو۔ یکساں احتساب کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی منصفانہ احتساب کی روایت قائم کی جاسکتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی انصاری بیوی کو طلاق دے دی اس کا ایک بچہ تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے معاملہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا آپ نے ماں کے حق میں فیصلہ فرمایا اور کہا جب بچہ جوان ہو جائے پھر اس کو اختیار ہے کہ ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس رہے۔[علی الصلابی: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کو خط میں لکھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے بیت المال کو ذاتی جاگیر سمجھ رکھا ہے تم نے اپنے پروردگار اور اپنے امام کی نافرمانی کی ہے اور امانت میں خیانت کی ہے تم مجھے بیت المال کا مکمل حساب ارسال کرو اور جان لو کہ انسانوں کی حساب فہمی سے اللہ کا حساب کہیں زیادہ سخت ہوگا۔ حکمران اگر اپنی حکومت کے مشیروں اور منصب داروں کا احتساب نہ کرے تو سیاسی مخالفین کے احتساب کا حق بھی کھو بیٹھتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کو تاریخی خط لکھا جو آج بھی عدل و انصاف اور احتساب کے لیے مشعل راہ ہے۔

> ''میں نے تمھیں اپنی امانت میں شریک کیا تھا میری قوم میں تم سے زیادہ بھروسے اور اعتماد کا آدمی کوئی نہیں تھا۔ جب تم نے دیکھا کہ امانتیں لٹ رہی ہیں تو تم نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا اور لوٹنے والوں میں شامل ہو گئے۔ تم نے اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ ہمدردی کا خیال کیا اور نہ ہی امانت داری کے فرض کا احساس کیا گویا جہاد سے تمہارا مدعا خدا کی رضامندی نہ تھا اور تم امت کے ساتھ دنیا کا مال بٹورنے کی چال چل رہے تھے جب تمھیں اُمت کا مال لوٹنے کا موقع ملا تم نے دھاوا بول دیا جو مال بیواؤں اور یتیموں کے لیے تھا اس پر اس طرح جھپٹ پڑے جس طرح پھرتیلا بھیڑیا زخمی اور لاچار بکری کو اچک لیتا ہے۔ کیا یہ مال تمہارے باپ

Scanned with CamScanner

کا ترکہ تھا جو تم نے اپنے گھر والوں کی طرف روانہ کر دیا۔ اللہ سے ڈرو اور محروموں، مفلسوں، معذوروں کا مال واپس کر دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ نے مجھے تم پر اختیار دے رکھا ہے میں تمہارے بارے میں اللہ کے سامنے خود کو سرخرو کروں گا اور اپنی تلوار سے تمہیں ضرب لگاؤں گا۔ اللہ کی قسم اگر حسن اور حسین بھی وہ کرتے جو تم نے کیا ہے تو میں ان سے بھی کوئی رعایت نہ کرتا۔" [مفہوم]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے چچا زاد بھائی کے نام خط سبق آموز ہے۔ احتساب اور انصاف یکساں اور فوری ہونا چاہیے۔ احتساب اور انصاف میں تاخیر نظام عدل کو کمزور کر دیتی ہے۔ مجرموں اور لٹیروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ دوسروں کا احتساب اس وقت تک نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا جب تک اپنا، اپنے خاندان اور عزیز و اقارب کا احتساب نہ کیا جائے۔ علمائے حق کے مطابق جب اُمت قرآن کی واضح اور دوٹوک آیات کو نظر انداز کر کے روایات اور توجیہات میں پڑ جاتی ہے تو سماج انتشار اور فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔ قرآن میں احتساب اور انصاف کے بارے میں آیات بڑی واضح اور دوٹوک ہیں ان پر خلوص نیت اور صدق دل کے ساتھ عمل ہونا چاہیے۔ ارشاد ربانی ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو عدل و انصاف کے ساتھ مضبوطی سے ڈٹ جانے والے اور اللہ کی خوشنودی کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ گو وہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتے داروں کے وہ شخص اگر امیر ہو یا غریب ہو اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے سو تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف کو نہ چھوڑ دینا اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے گریز کیا تو جان رکھو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔"

"اے ایمان والو تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ کسی قوم کی عداوت تمہیں عدل کے خلاف

Scanned with CamScanner

آمادہ نہ کرے۔ عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔"

[المائدہ:8]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رشوت ستانی کے خاتمے کے لیے سخت قوانین بنائے۔ قاضیوں کی مناسب تنخواہیں مقرر کیں ان پر تجارت کی پابندی لگائی۔ جب قاضی شریح کو منصب دیا تو ان کو ہدایت کی "نہ کچھ خرید و نہ بیچو اور نہ رشوت لو۔"

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

تعمیر وترقی کے منصوبے

اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین نے ریاست مدینہ کی تعمیر و ترقی میں خصوصی دلچسپی لی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ میں مسجد تعمیر کی جس میں تعلیم کے لیے مدرسہ اور رہائش کے لیے حجرے تعمیر کیے اور مسجد مرکز کا تصور پیش کیا جس میں مسلمان اللہ کی عبادت بھی کریں اور دنیاوی امور بھی انجام دیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے شہریوں کی تعلیم صحت پانی، رہائش آمدورفت، صفائی اور دیگر ضروریات پر خصوصی توجہ فرمائی۔

کنوئیں

ریاست مدینہ کے ابتدائی دور میں پینے کے پانی کے لیے کنوئیں کھودے جاتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے کہ "سب سے اچھا صدقہ پانی ہے" ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کے لیے پانی بنیادی مسئلہ تھا۔ مدینہ میں پانی کا ایک کنواں تھا جس کا نام "بیر رومہ" تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس کنویں کو خریدنے کی ترغیب دی یہ سعادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی انہوں نے "بیر رومہ" کو خرید کر مدینہ کے شہریوں کے لیے وقف کر دیا۔ آبادی بڑھنے کے ساتھ جب پینے کے پانی کی طلب بڑھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیر سائب، بیر عامر، بیر ریس کے ناموں سے نئے کنویں کھدوائے اور مسلمانوں کے لیے وقف کیے۔ [نسائی، وفا الوفاص]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ اللہ کے رسول ﷺ کے

Scanned with CamScanner

پاس حاضر ہوئے اور پوچھا والدہ کے لیے کون سا صدقہ بہتر ہوگا آپ ﷺ نے پانی کا مشورہ دیا۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا۔ [ابو داؤد] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ایک کنواں ''بیر ملک'' وقف کیا۔ [وفا رلوفارص]

سرائیں

عرب کے لوگ سفر کے عادی تھے۔ حج کے لیے لوگ دور دراز سے سفر کر کے آتے تھے۔ راستے میں مسافروں کے قیام اور طعام کی سہولتیں نہیں تھیں۔ جو لوگ راستے میں مسافروں کو پانی پلایا کرتے تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سرائیں تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی اور مکہ و مدینہ کے درمیان سرائیں (ہوٹل) بنوائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدایت فرمائی کہ ان سراؤں میں قیام و طعام کے لیے مسافروں کو ترجیح دی جائے۔ [فتوح البلدان] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے راستوں پر ایسے معاون مقرر فرمائے جو راستہ گم ہو جانے والے مسافروں کی رہنمائی کرتے۔

مہمان خانے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں مہمان خانہ (گیسٹ ہاؤس) تعمیر کیا چنانچہ اطراف سے جو مہمان آتے وہ اسی مہمان خانے میں قیام کرتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی کوفہ میں ایک مہمان خانہ تعمیر کروایا کوفہ میں جو تاجر آتے وہ لوگوں کے گھروں میں قیام کرتے چنانچہ ان کی سہولت کے لیے بیت المال سے مہمان خانہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مصر میں حضرت عثمان بن قیس رضی اللہ عنہ نے ایک مہمان خانہ تعمیر کیا۔

حوض و نہریں

صحابہ کرام نے رفاہ عامہ کی غرض سے مدینہ میں کئی حوض اور چشمے تیار کرائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل نامزد کیا تو انہوں نے حوض اور نہریں تعمیر کرائیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کئی نہریں

Scanned with CamScanner

عوام کے لیے وقف کیں۔ ایک بار جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مقروض ہو گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک وقف نہر کے بدلے ان کو دو لاکھ دینار کی پیش کش کی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے باپ کا وقف فروخت کرنے سے انکار کیا۔ [عبدالسلام ندوی: اسوہ صحابہ] حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کئی نہریں جاری کرائیں اور کئی جگہوں پر بند تعمیر کر کے تالاب بنوا دیے جن میں پانی جمع ہوتا تھا۔ ان کو چھوٹے ڈیم بھی کہا جاسکتا ہے۔ [وفاء الوفاء] حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک چشمہ خرید کر مسافروں کے لیے وقف کر دیا۔ صحابہ کرام نے نہر سعد جاری کرائی۔ اہل بصرہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پانی کی قلت کی شکایت کی تو آپ نے حضرت ابو موسیٰ عشری رضی اللہ عنہ کو نہر کی تعمیر کے لیے ہدایت جاری کی یہ نہر ابی موسیٰ کے نام سے مشہور ہوئی ریاست مدینہ کے خلیفہ، امیر اور گورنر رفاہ عامہ کے کاموں میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے۔ کیوں کہ فلاحی ریاست پر ان کا یقین بہت مستحکم تھا۔

نہر امیر المومنین

18 ہجری میں عرب میں قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صوبوں سے غلہ منگوایا لیکن شام و مصر سے چونکہ خشکی کا راستہ بہت دور تھا اس لیے غلّہ کی روانگی میں تاخیر ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عوامی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور کہا اگر دریائے نیل سمندر سے ملا دیا جائے تو عرب میں قحط اور گرانی کا سامنا نہیں ہو گا کیوں کہ خشکی کے راستے غلّہ کا آنا مشکل ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس منصوبے پر فوراً کام شروع کرا دیا اور ایک سال میں نہر تیار ہو گئی۔ ریاست مدینہ میں ترقیاتی منصوبے تاخیر کا شکار نہیں ہوتے تھے۔ اس نہر کی تعمیر کے بعد عرب کے لوگ ہمیشہ کے لیے قحط سے نجات پا گئے۔ اس نہر کو امیر المومنین کے نام سے منسوب کیا گیا۔ [طبری] خلفائے راشدین عوامی فلاحی منصوبوں کی مخالفت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی نہریں جاری کرائیں۔

Scanned with CamScanner

زرعی نہریں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زراعت کی آب پاشی کے لیے زرعی نہریں تیار کرائیں۔ مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور نہروں پر کام کرتے ترقیاتی منصوبوں سے عوام کو روزگار کے مواقع ملتے۔ زرعی نہروں سے پیداوار میں اضافہ ہو، طلب اور رسد میں توازن برقرار رہا اور عوام کو اشیاء مناسب داموں پر ملتیں۔

بندوں کی تعمیر

مکہ میں مختلف زمانوں میں چار مشہور سیلاب آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک سیلاب مسجد حرام تک پہنچ گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیچے اور اوپر دو بند تعمیر کرائے جس سے مسجد حرام کو سیلاب سے محفوظ بنا دیا گیا۔ [فتوح البلدان] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ میں ایک چشمے میں طغیانی آئی اور مدینہ پانی میں ڈوب گیا انہوں نے حفاظتی بند تعمیر کرا دیا۔ [فتوح البلدان]

پل اور سڑکیں

خلفائے راشدہ کے دور میں جو علاقے فتح ہوتے ان سے جو معاہدہ کیا جاتا اس میں پلوں اور سڑکوں کی تعمیر کی شرط بھی رکھی جاتی تاکہ عوام کی مشکلات دور کی جاسکیں۔ طبری کے مطابق ایک دستاویز میں یہ شرط شامل تھی:

> "کاشتکاروں کا یہ فرض قرار دیا گیا کہ سڑک بنائیں، پل باندھیں، بازار لگائیں، کھیتی لگائیں اور مسلمانوں کے سفر کے لیے راستے بتائیں۔"

دارالامارۃ (گورنمنٹ ہاؤس)

ریاست کے وسیع ہونے سے ریاست کا نظم ونسق چلانے کے لیے سرکاری عمارتوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خصوصی دلچسپی لی۔ بصرہ میں پہلا دارالامارۃ تیار

Scanned with CamScanner

کرایا ایک مسجد اور ایک جیل خانہ بھی بنوایا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کچے مکانات بنوائے۔ مسجد میں توسیع کی۔ [فتوح البلدان]

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کوفہ آباد کیا تو دارالامارۃ بھی تعمیر کرایا مکہ میں ایک قدیم عمارت تھی جسے دارالندوہ کہتے تھے یہ عمارت قریش کا دارالامارۃ تھی جس میں وہ قومی معاملات کا فیصلہ کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر گیسٹ ہاؤس بنا دیا۔ [فتوح البلدان]

جیل خانے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں کئی جیل خانے بنوائے مکہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خرید کر جیل خانہ بنوایا اس کے بعد دوسرے اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے عتبہ بن غزوان نے بصرہ میں جیل خانہ تعمیر کرایا۔

غلہ خانے

سرکاری سطح پر غلّہ ذخیرہ کرنے کے لیے غلہ خانے بنوائے گئے تاکہ وقت پر عوام کو اجناس فراہم کی جاسکیں اشیاء کی قلت نہ ہو اور قیمتیں مناسب رہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں دو بڑے بڑے ہال تعمیر کرائے تاکہ ضروری اشیاء کو ذخیرہ کرنے کے لیے مناسب جگہ موجود ہو اور اجناس ضائع نہ ہوں۔

بازار (مارکیٹ)

تجارت کے فروغ اور اشیاء کی خرید و فروخت کے لیے بازار بہت اہم ہوتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں شاندار مارکیٹیں تعمیر کرائیں۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ مصر میں مسجد کے ساتھ خلیفہ کے لیے مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے منع فرمایا اور بازار بنانے کا مشورہ دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بصرہ میں مکانات خرید کر ان کی جگہ لوگوں کے لیے بازار تعمیر کر دیا۔

Scanned with CamScanner

شفاخانے

صحت کی سہولتیں شہریوں کا بنیادی حق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحت کے مراکز شفاخانوں پر خصوصی توجہ دی اور طب کے ماہرین کی حوصلہ افزائی کی تاکہ وہ بیمار افراد کا علاج کر سکیں۔ جس شہر میں بیماری پھیلنے کی خبر ملتی وہاں پر حکیم بھجوا دیتے۔ عوام کو بیماریوں سے بچنے کے لیے حفاظتی تدابیر کی تعلیم دی گئی۔

قلع اور چھاؤنیاں

فتوحات کے نتیجے میں ریاست مدینہ وسیع و عریض ہوتی جا رہی تھی لہٰذا دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے قلع اور چھاؤنیاں تعمیر کی گئیں۔ ساحلی مقامات پر قلعے تعمیر کیے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا دورہ کیا اور فوجی چھاؤنیاں تعمیر کرائیں تاکہ مجاہدین کے قیام کے لیے مناسب انتظامات کیے جا سکیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قلعوں اور چھاؤنیوں میں اضافہ کیا۔

گھروں کی تعمیر

خلفائے راشدین نے اپنے اپنے ادوار میں رہائش کے لیے ہزاروں گھر تعمیر کروائے تاکہ بے گھر افراد کو رہنے کے لیے گھر مل سکیں۔ گھروں کی تعمیر سے تجارتی سرگرمیاں فروغ پاتیں اور بے روزگاروں کو روزگار ملتا۔ خلفائے راشدین چوں کہ اللہ کے پسندیدہ افراد تھے لہٰذا وہ اللہ کی مخلوق کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے پُر جوش رہتے۔

Scanned with CamScanner

ریاست مدینہ کا پہلا انتخاب

قرآن پاک میں اسلام کے سیاسی نظام کے بارے میں کوئی واضح تصور موجود نہیں ہے البتہ ایسے اشارے ضرور ملتے ہیں جن کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ جمہوریت اسلام کے قریب ہے بشرطیکہ جمہوری نظام اسلام کے سنہری اُصولوں کے مطابق تشکیل دیا جائے۔ سیاسی اور جمہوری نظام کے بارے میں تفصیلات سے گریز کو پروفیسر محمد عثمان نے ''سکوت حکیمانہ'' قرار دیا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

''اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔'' [آل عمران: 104]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے ریاست مدینہ کے امور قرآنی اصول مشاورت کے مطابق چلائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ کرام سے افضل سمجھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید بیماری کی بناء پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی ہدایت بھی کی مگر خلیفہ کے انتخاب کی ذمے داری اُمت پر چھوڑ دی تا کہ وہ عوام کو جواب دہ ہوا گر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کا اعلان فرما دیتے تو پھر ہر خلیفہ کو اپنا نائب (جانشین) نامزد کرنے کا اختیار مل جاتا اور خاندانی وراثت کا سلسلہ چل نکلتا۔ معروف محقق ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلیفہ کے بارے میں کوئی وصیت ہوتی تو صحابہ کرام ثقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر مشاورت اور مکالمہ نہ کرتے۔ مولانا شبلی نعمانی نے انصار اور مہاجرین کے گروہوں کو ریاست مدینہ کی سیاسی جماعتیں قرار دیا ہے۔ اسلامی تاریخ کے اکثر مؤرخ جمہوریت کو اسلام کے اصول مشاورت کے قریب سمجھتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہنگامی صورت حال میں ہوا ثقیفہ بنی ساعدہ
ایک باغیچہ تھا جو مسجد نبوی کے قریب تھا مدینہ کے انصار اس باغیچہ میں جمع ہوئے تاکہ نئے خلیفہ
کے بارے میں مشاورت کرسکیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
اور ابو عبیدہ جراح رضی اللہ عنہ کو اس اجتماع کا علم ہوا تو وہ بھی ثقیفہ بنی ساعدہ پہنچ گئے تاکہ
مشاورت اور مکالمے میں شریک ہوسکیں۔ اس مجلس مشاورت کا احوال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
نے بیان کیا ہے۔

ہم مجلس کے قریب پہنچے تو ہمیں انصار کے دو نیک اور صالح افراد عویم بن ساعدہ اور معن
بن عدی ملے ان دونوں نے وہ بات بتائی جس پر انصار غور کر رہے تھے اور دونوں نے پوچھا
مہاجرین کی جماعت تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ ہم نے جواب دیا ہم اپنے انصار بھائیوں
کے پاس جانا چاہتے ہیں وہ دونوں کہنے لگے آپ انصار کے پاس نہ جائیں اور اپنا معاملہ خود ہی
طے کرلیں۔ میں نے کہا اللہ کی قسم ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے۔

ہم انصار کے پاس پہنچ گئے تو دیکھا وہ سب جمع ہیں اور ان کے درمیان ایک شخص کمبل
اوڑھے بیٹھا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے بتایا یہ سعد بن عبادہ ہے اور بخار میں مبتلا
ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد انصار کا ایک خطیب اُٹھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد کہنے
لگا۔ ہم اللہ کے انصار ہیں اسلام کا لشکر ہیں اے مہاجرین کی جماعت تم ہمارے درمیان قلیل
تعداد میں ہو تم میں سے تھوڑے لوگ اپنی قوم قریش سے نکل کر آئے تھے اب یہ لوگ چاہتے ہیں
کہ ہماری بیخ کنی کریں اور ہمیں خلافت سے محروم کردیں۔ وہ آدمی اپنی بات مکمل کرکے خاموش
ہوا تو میں نے گفتگو کرنا چاہی میں نے موقع محل کے مطابق اپنے دل میں خوبصورت الفاظ سے
مزین ایک عمدہ تقریر تیار کر رکھی تھی اور چاہتا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے کلام
کروں اور آتش غضب کو محبت میں بدل دوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھے روک دیا
میں نے انہیں ناراض کرنا اچھا نہ سمجھا چنانچہ انہوں نے تقریر کی وہ مجھ سے کہیں زیادہ حلیم بردبار

Scanned with CamScanner

اور باوقار تھے آپ نے فی البدیہہ اور بے ساختہ خطاب میں فرمایا۔

آپ نے اپنے بارے میں جو ذکر خیر کیا ہے واقعی آپ اس کے اہل اور مستحق ہیں لیکن خلافت قریش کے سوا کسی قبیلے کے لیے مناسب نہ ہوگی کیوں کہ قریش نسب اور علاقے کے لحاظ سے تمام اقوام عرب سے اعلیٰ ہیں میں نے عمر رضی اللہ عنہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہ میں سے ایک شخص کو تمہارے لیے پسند کیا ہے لہٰذا تم ان میں سے جس کی چاہو بیعت کرلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ بات مجھے ناگوار گزری کہ میں ایسی قوم کا امیر بنوں جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت موجود ہو اس کے مقابلے میں مجھے یہ بات گوارا تھی کہ میری گردن تن سے جدا کرلی جاتی۔ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میری رائے ہے کہ ایک امیر انصار میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے ہو اس رائے پر مجلس میں شور برپا ہوگیا مجھے مسلمانوں کے درمیان پھوٹ پڑنے کا خطرہ محسوس ہونے لگا میں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ بڑھایے انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے ان کی بیعت کرلی مہاجرین نے بھی آپ کی بیعت کرلی اور اس کے بعد انصار نے بھی ان کی بیعت کرلی۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مباحثے کے دوران کہا کہ اے انصار کے گروہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کا حکم دیا تھا تم میں سے کون ہے جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فوقیت لے جائے اس پر انصار نے بیک زبان ہو کر کہا ہم اس بات پر اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فوقیت لے جائیں۔ [مسند احمد]

حضرت انس بن مالک کی روایت کے مطابق سقیفہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوگئی دوسرے روز وہ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطاب کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسے شخص پر متفق کر دیا ہے جو تم میں سب سے افضل ہے اللہ کے رسول ﷺ کے با اعتماد ساتھی اور یار غار ہیں اُٹھو اور ان کی

Scanned with CamScanner

بیعت کرو۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت عام کی۔ [البدایہ والنہایہ]

مشاورت اور جمہوریت کے اصولوں کے مطابق بحث مباحثہ ہوا۔ سب گروہوں کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع ملا۔ خلافت کے نام تجویز کیے گئے جن پر بحث ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام پر اتفاق ہو گیا۔ اس طرح ریاست مدینہ کا پہلا انتخاب مکمل ہوا۔ مختلف روایات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بوجوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت تاخیر سے کی۔ ان کا گلہ یہ تھا کہ خلیفہ کے انتخاب کے سلسلے میں ان سے مشاورت نہیں کی گئی۔ مشاورت اور جمہوریت کے نظام میں گلے شکوے اور اختلاف رائے ہوتا ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وقتی اور عارضی اختلاف کو بھی جمہوریت کا حسن ہی تصور کرنا چاہیے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے جو یادگار پہلا خطبہ دیا وہ تمام حکمرانوں کے لیے مشعل راہ ہونا چاہیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا

> لوگو میں تم پر والی مقرر کیا گیا ہوں لیکن تم میں سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میرے ساتھ تعاون کرو اور اگر کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے جھوٹ خیانت ہے تمہارا کمزور فرد بھی میرے نزدیک مضبوط ہے جب تک میں دوسروں سے اس کا حق نہ دلا دوں اور تمہارا مضبوط شخص بھی میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق حاصل نہ کر لوں۔ یاد رکھو جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اللہ اسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں ہے۔ اللہ تم سب پر رحم فرمائے۔

اسلام کے پہلے خلیفہ کا انتخاب اور ان کا خطبہ ریاست، حکومت اور مشاورت کے بنیادی

Scanned with CamScanner

اصولوں کا تعین کرتا ہے۔ مسلمان ریاستوں اور حکمرانوں کو فروعی اختلافات میں پڑنے کی بجائے ان بنیادی اصولوں پر عمل کرنا چاہیے تا کہ ریاست اور حکومت بدامنی، بدانتظامی اور عدم استحکام کا شکار نہ ہو۔ ریاست مدینہ کا ماڈل آج بھی ہمارے سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی مسائل کے لیے نسخہ کیمیا ثابت ہوسکتا ہے۔ اسلام کے سنہری اصولوں امانت، دیانت، صداقت، مساوات، مواخات اور احتساب کے مطابق عوامی جمہوری اور فلاحی سیاسی و معاشی نظام ہی ہماری ترقی و خوشحالی کا ضامن بن سکتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری میں اضافہ ہوا تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ مناسب ہے تم میری زندگی میں ہی اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرلو تا کہ بعد میں آپس میں اختلاف نہ کرنے لگو۔ [تاریخ طبری]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ صائب اور خلوص نیت پر مبنی تھا۔ جب مشاورت کا عمل شروع ہوا تو ہر صحابی نے خود کو اس منصب سے دور رکھنے کی کوشش کی تا کہ یہ اہم منصب کسی اہل فرد کے سپرد ہو۔ صحابہ کرام مشاورت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ خلیفہ کے سلسلے میں آپ کا جو فیصلہ ہو گا سب کو قبول ہو گا۔ آپ نے فرمایا مجھے غور کرنے دو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بزرگ صحابیوں سے مشاورت کا آغاز کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں رائے پوچھی تو انہوں نے کہا آپ ان کو مجھ سے بہت بہتر جانتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا میرے علم کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ کا باطن ان کے ظاہر سے زیادہ اچھا ہے اور ہم لوگوں میں ان کا کوئی جواب نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی پر اعتراض کیا ان کے علاوہ تمام صحابہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت

Scanned with CamScanner

سے اتفاق کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ میں نے ان پر تیرے سب سے بہتر بندے کو خلیفہ مقرر کیا اور کہا عمر رضی اللہ عنہ پر خلافت کا بوجھ پڑے گا تو وہ سختی ترک کر کے نرم ہو جائیں گے۔ [الکامل: ابن الاثیر]

مشاورت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تم کو آزمایا ہے اور میرے دونوں رفقاء کے بعد تمہارے ذریعے مجھ کو آزمایا ہے۔ اللہ کی قسم تمہارا جو معاملہ میرے سامنے پیش ہوگا میں اسے خود حل کروں گا۔ لوگوں نے مجھ سے اچھا برتاؤ کیا تو ان سے اچھا برتاؤ کروں گا اور اگر غلط طریقے سے پیش آئے تو سخت سزا دوں گا۔ تم قرآن پڑھو اس سے پہچانے جاؤ گے اس پر عمل کرو قرآن والے ہو جاؤ گے۔ اپنے آپ کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کر دیا جائے اور بڑی پیشی (قیامت) کا انتظار کرو۔

اے لوگو میں تمہارے معاملات کا حاکم بنایا گیا ہوں جان لو کہ میری سختی دگنی ہوگئی ہے لیکن وہ ظلم اور زیادتی کرنے والوں کے لیے ہے۔ جان لو کہ کسی کو کسی پر ظلم کرتے ہوئے یا سرکشی کرتے ہوئے نہیں چھوڑوں گا۔ اے لوگو مجھ پر تمہارے حقوق ہیں تمہارا یہ حق ہے کہ تمہارے خراج میں سے کوئی بھی چیز اپنی پسند سے نہ لوں۔ تمہارا یہ بھی حق ہے کہ جب کوئی مال میرے ہاتھ میں آئے تو وہ جائز مقام پر ہی خرچ ہو۔ اللہ چاہے تو تمہارے عطیات اور وظائف میں اضافہ کر دوں سرحدوں کو بند کر دوں تمہیں خطرات میں نہ ڈالوں لمبی مدت تک تمہیں اہل وعیال سے دور کر کے جنگی مورچوں پر نہ رکھوں اور جب تم جنگوں پر چلے جاؤ تو تمہارے اہلِ وعیال کی حفاظت کروں۔ اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو اور بھلائی کا حکم دو میں اللہ سے اپنی مغفرت کا طالب ہوں۔ [علی الصلابی]

Scanned with CamScanner

اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین نے حکمرانی کا جو معیار قائم کیا اگر مسلمان حکمران اس پر عمل کرنے لگیں تو عالم اسلام زوال سے باہر نکل کر ایک بار پھر دنیا کی بڑی قوت بن سکتا ہے۔ جب سیاسی نظام سے مشاورت انصاف اور احتساب کے اصولوں کو نکال دیا جاتا ہے تو ریاست سیاسی معاشی عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے جانشین کے انتخاب کے لیے چھ ارکان پر مشتمل مجلس شوریٰ نامزد کی جن میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، علی ابن طالب رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ شامل تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو مشورے میں شریک کرلیں مگر انہیں خلیفہ بننے کا حق نہیں ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشاورت کے لیے تین دن کی مدت مقرر کی۔ [طبقات ابن سعد]

مجلس شوریٰ نے وسیع مشاورت کی۔ اختلاف رائے بھی سامنے آیا البتہ بحث و مباحثہ کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے اپنے پہلے خطبے میں فرمایا:

> مجھے خلافت کا منصب دیا گیا ہے اور میں نے اسے قبول کرلیا ہے خبردار میں بدعتی نہیں ہوں بلکہ متبع ہوں آگاہ رہو تمہارے لیے مجھ پر کتاب وسنت کے بعد تین حقوق ہیں اول یہ کہ میں اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی ان چیزوں پر اتباع کروں جن پر تم نے اجماع کیا ہے اور طریقہ متعین کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اپنے ہاتھ کو تم سے روکے رکھوں الا یہ کہ تم خود اپنے اوپر سزا کو لازم کرلو یقیناً دنیا سرسبز و شاداب ہے اور لوگوں کی طرف لپکی ہے اور بہت سے لوگ اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں لہٰذا تم دنیا کی طرف مائل نہ ہونا اور نہ اس پر اعتماد کرنا دنیا قابل اعتماد نہیں ہے اور یاد رکھو وہ کسی کو چھوڑنے والی

Scanned with CamScanner

نہیں ہے الا یہ کہ جو اسے خود چھوڑ دے۔ [تاریخ طبری]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتنہ وفساد کی بناء پر خلافت کا منصب پانچ روز تک خالی رہا۔ مدینہ پر سبائیوں کا کنٹرول تھا مگر وہ خلافت کا بوجھ اُٹھانے کے اہل نہیں تھے۔ خلیفہ کے انتخاب کے لیے مشورے ہوئے۔ اہل مصر حضرت علی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے کوفہ کے لوگ زبیر رضی اللہ عنہ کو اور بصرہ کے لوگ طلحہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے آرزومند تھے۔ حالات کی کشیدگی کی بناء پر کوئی بھی خلافت کا بوجھ اُٹھانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ بننے سے انکار کر دیا۔ [البدایہ والنہایہ، طبری]

ایک روایت کے مطابق باغی مالک الاشتر (سبائیوں کا سرغنہ) کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی (طبری) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیعت سے روکا اور کہا آپ ان باغیوں کے ساتھ تعلق نہ رکھیں کیوں کہ اگر آج آپ باغیوں کے ساتھ خلافت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے تو کل لوگ آپ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا الزام لگا دیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ [البدایہ والنہایہ، طبری]

ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے رہے مجھے چھوڑ دو کسی اور کو تلاش کرو۔ [ابن کثیر، طبری]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دباؤ میں سہی مگر نیک نیتی کے ساتھ حالات کا چیلنج قبول کیا اور خلافت پر رضامند ہوئے۔ اس وقت اُمت اسلامیہ کی باگ ڈور سنبھالنے اور خلافت راشدہ کی نازک ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ اہلیت اور بصیرت رکھنے والا اور کوئی نہیں تھا۔ تاریخ طبری کے مطابق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت

Scanned with CamScanner

زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ان حالات میں ہوئی جب باغی اور شورش پسند مدینہ پر چھائے ہوئے تھے کئی صحابہ کرام حالات سے بددل ہوکر روپوش ہو گئے اور کئی مدینہ سے باہر چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور مسجد میں موجود صحابہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ [طبری]

اللہ کے رسول ﷺ کے چاروں خلفائے راشدہ اپنے حالات کے مطابق مشاورت کے اصول پر بیعت کے ذریعے خلیفہ بنے لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ خلافت کے منصب کے لیے مشاورت اور بیعت کا جمہوری اصول کارفرما رہا اور خلفائے راشدین میں سے کسی نے تلوار کے زور پر منصب حاصل نہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد اپنے پہلے خطبے میں فرمایا

> اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم کو ہادی بنا کر نازل کیا اور اس میں خیر و شر کو واضح طور پر بیان فرمایا پس تم لوگ خیر کو اختیار کرو اور شر سے بچو اللہ تعالیٰ نے بہت سی اشیاء کو حرمت کا درجہ دیا ہے اور اس میں بڑی حرمت ایک مسلمان کی ہے اور توحید و اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق کو مضبوطی سے باندھا۔ چنانچہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے تمام مسلمان محفوظ رہیں مگر یہ کہ احکام شریعت کا ہی تقاضہ ہو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو اذیت دے مگر یہ کہ ایسا کرنا واجب اور ضروری ہو۔ عوام اور خواص کے حقوق کی ادائیگی کے لیے عجلت سے کام لو کیوں کہ موت سر پر کھڑی ہے پس لوگ آپ کے سامنے ہیں اور پیچھے قیامت ہے جو آگے بڑھ رہی ہے اپنے آپ کو دنیا کی آلائشوں سے الگ رکھیے تاکہ منزل تک آسانی سے پہنچ سکیں۔ آخرت لوگوں کے لیے چشم براہ ہے اے اللہ کے بندو خالق اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کے لیے اللہ سے ڈرتے رہو تم سے قیامت میں ہر چیز کے بارے میں سوال ہوگا حتیٰ کہ چوپائیوں اور زمین کے بارے میں بھی۔ میں تم سے

Scanned with CamScanner

پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو جب تم خیر کا کام دیکھو تو اس کو فوراً اختیار کرلو اور جب شر اور بُرائی کا کام دیکھو تو اس سے فوراً کنارہ کش ہو جاؤ۔ [البدایہ والنہایہ، طبری]

مسلمان ملک میں جمہوری نظام تشکیل دیتے ہوئے قرآن کی آیت اور آخری خطبہ حج کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ارشاد ربانی ہے:

"جو تم میں سے ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے اس نے دوسروں کو خلیفہ بنایا تھا۔" [النور:55]

اللہ کے رسول ﷺ نے آخری حج کے خطبے میں ارشاد فرمایا

"لوگو سن رکھو تمہارا رب ایک ہے عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ نہ کالے کو گورے پر یا گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے۔ فضیلت اگر ہے تو تقویٰ کی بناء پر ہے۔ درحقیقت تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے۔" [بیہقی]

اللہ کے رسول ﷺ کے آخری خطبہء حج اور خلفائے راشدین کے پہلے خطبات میں بیان کیے گئے اصولوں اور تعلیمات کی روشنی میں حکمرانی کا نظام وضع کیا جاسکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

مدنی اخلاقیات

اخلاق سے مراد نیک اعمال، اچھا سلوک، تہذیب اور شائستگی ہے۔ ایمان کے بعد دین کا اہم ترین تقاضہ حسن اخلاق ہے۔ قرآن کے مطابق انسان کا ایک اخلاقی وجود ہے اسے خیر اور شر میں تمیز کرنے کی صلاحیت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کو ''اسوۂ حسنہ'' یعنی بہترین نمونہ اور ''خلق عظیم'' اخلاق کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے آپ ﷺ کو دنیا کے ہر شر سے محفوظ رکھا اور خیر کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ ﷺ کی تربیت اخلاق کے اصولوں پر ہوئی اور آپ ﷺ کو ظہور نبوت سے پہلے ہی صادق اور امین کا لقب عطا ہوا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ان دو امتیازی خوبیوں سے متاثر ہو کر مکہ کی امیر ترین تاجر خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔

اللہ کے رسول ﷺ مجسمہ اخلاق تھے لہٰذا ظلم ناانصافی اور استحصال کے خلاف تھے آپ ﷺ نے جوانی میں اپنے نیک دل رفقاء سے مل کر ''حلف الفضول'' کے نام سے ایک انجمن تشکیل دی جس کا بنیادی مقصد مکہ میں امن اور انصاف قائم کرنا تھا۔ مکہ کے ایک سردار نے غیر ملکی تاجر کی بیٹی کو اغواء کر لیا۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ انجمن کے رضا کاروں کے ہمراہ مکی سردار کے گھر کا پُرامن محاصرہ کر لیا اور سماجی دباؤ ڈال کر لڑکی کو بازیاب کرا کر اس کے باپ کے حوالے کر دیا۔

Scanned with CamScanner

اللہ کے رسول ﷺ کی شادی کے موقع پر ملی روایات کے مطابق آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے نکاح کے خطبے میں فرمایا

"آپ ﷺ کے اخلاق اور کردار کا مقابلہ مکہ کا کوئی دوسرا نوجوان نہیں کر سکتا۔ اگرچہ آپ ﷺ مالدار نہیں لیکن ان کے پاس اخلاق کی دولت ہے۔"

[انساب الاشراف]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت کے لیے پیش کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد زید رضی اللہ عنہ کا باپ اپنے بیٹے کو لینے کے لیے مکہ پہنچ گیا اور آپ ﷺ سے اپنے بیٹے کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی مگر زید رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور کہا اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے باپ سے زیادہ شفقت دی ہے۔ آپ ﷺ زید رضی اللہ عنہ کو خانہ کعبہ لے گئے اور اعلان فرمایا

"میں آج سے زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کرتا ہوں اور اسے اپنا متبنّٰی (منہ بولا) بیٹا بنانے کا اعلان کرتا ہوں" عرب کی تاریخ میں غلام سے حسن سلوک کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ [ابن ہشام]

اللہ کے رسول ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب سے کرانے کے لیے پیغام بھیجا تو زینب کے والدین نے اعتراض کیا کہ زید ایک غلام ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسلام میں کسی قسم کی عصبیت اور تعصب جائز نہیں ہے زید کا نکاح زینب سے ہو گیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپ ﷺ کے فیصلے کی تائید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ اور رسول ﷺ کوئی فیصلہ کر لیں اس کی تائید مسلمانوں کے لیے لازم ہو جاتی ہے۔

سیرت اور تفسیر نگاروں کے مطابق پہلی وحی کے بعد قرآن کا نزول کچھ عرصہ کے لیے رُک گیا دوسری وحی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

Scanned with CamScanner

"اے چادر اوڑھ کر لیٹنے والے اُٹھیے اور لوگوں کو خبردار کیجیے۔ اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کیجیے اپنا لباس پاک رکھیے اور گندگی سے دور رہیے احسان کسی فائدہ کے لیے نہ کیجیے اور اپنے رب کے لیے صبر کیجیے۔" [74:7-1]

پہلی وحی میں علم اور قلم کے بیان کے بعد دوسری وحی میں اخلاقیات پاکی، صفائی، احسان اور صبر کی بات کی گئی۔ اللہ کے رسول ﷺ جب وحی کے نزول کے بعد مضطرب ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا

"اللہ کی قسم اللہ آپ ﷺ کو کبھی بے آبرو نہیں کرے گا آپ ﷺ قریبی رشتے داروں سے صلہ رحمی کرتے ہیں کمزور اور ناتوانوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں مفلس اور نادار کو اپنی نیک کمائی سے حصہ دیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں حق کی وجہ سے کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ ﷺ اس کی مدد کرتے ہیں اور دست گیری فرماتے ہیں۔" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے رسول ﷺ کے جو اوصاف بیان کیے ان کا تعلق حقوق العباد معاملات اور اخلاقیات سے تھا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے تبلیغ اسلام کا کام خلوص، عزم اور استقلال کے ساتھ کیا لوگوں کو دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کی اور اپنا لہجہ نرم رکھا کسی پر اسلام قبول کرنے کے لیے دباؤ نہ ڈالا۔ ارشاد ربانی ہے

"اے پیغمبر یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقعہ ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے ہٹ جاتے۔" [3:195]

مشرکین نے تبلیغ کے دوران اللہ کے رسول ﷺ کو جبر، تشدد کا نشانہ بنایا مگر آپ ﷺ نے سخت جواب تک نہ دیا اور صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا مکہ کے قریش نے آپ ﷺ کو اسلام کی تبلیغ سے روکنے کے لیے ہر قسم کا لالچ دیا مگر آپ اپنے مقدس مشن پر ثابت قدم رہے اور اپنے چچا

Scanned with CamScanner

سے فرمایا

''اے میرے چچا اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر اور یہ توقع کریں کہ میں دعوت حق کو ترک کر دوں تو یہ ناممکن ہے یا تو اللہ تعالیٰ دین کو غلبہ دے گا یا میں اس کے لیے جان دے دوں گا۔'' [ابن کثیر]

اللہ کے رسول ﷺ نے شدید مشکلات اور مصائب کے باوجود اخلاق کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک روایت کے مطابق مشرک عورت آپ ﷺ پر کوڑا پھینکتی تھی ایک روز اس نے کوڑا نہ پھینکا آپ ﷺ کو علم ہوا کہ وہ خاتون بیمار ہے آپ ﷺ اس کی تیمارداری کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے مشرک خاتون نے آپ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

جب مکہ میں مسلمانوں کا رہنا محال ہو گیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ سے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ مسلمانوں کے ایک گروپ نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں سے ترک وطن کی وجہ پوچھی تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''ہم لوگ جاہل قوم تھے۔ بت پوجتے، مردار کھاتے بدکاریاں کرتے تھے ہمسایوں کو تنگ کرتے تھے بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا اور طاقت ور لوگ کمزور افراد کا استحصال کرتے اسی اثناء میں ہم میں سے ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت، صداقت اور دیانت سے ہم لوگ پہلے ہی واقف تھے اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور ہدایت کی ہم بتوں کی پوجا چھوڑ دیں۔ سچ بولیں، خون ریزی سے باز آئیں یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ ہمسایوں سے اچھا سلوک کریں نیک عورتوں پر بہتان نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں روزے رکھیں اور زکوٰۃ دیں۔ ہم ان پر ایمان لائے اور شرک و بت پرستی چھوڑ دی اور تمام بُرے اعمال ترک کر دیے۔ ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی اور ہمیں

Scanned with CamScanner

مجبور کرتی ہے کہ ہم گمراہی میں واپس آجائیں۔" [مسند احمد]

یہ تھے وہ اخلاقی اور روحانی اوصاف جن پر ریاست مدینہ کی تشکیل کی گئی۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مشرکین کے وفد کے سربراہ سے سوال کیا۔ کیا آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ بولا یا بددیانتی کی سربراہ نے کہا آپ ﷺ صادق اور امین کے طور پر معروف ہیں نجاشی نے آپ ﷺ کے کردار اور اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

اللہ کے رسول ﷺ اسلام کی تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ طائف کے سرداروں نے آوارہ لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے پتھر مار مار کر آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا۔ آپ ﷺ کے رفقاء نے طائف کے لوگوں کے لیے بددعا کے لیے کہا آپ ﷺ نے ان کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی اور ظلم و ستم کو برداشت کیا۔ ایسے مثالی اخلاق کی تاریخ انسانی میں اور کوئی گواہی نہیں ملتی۔ ہجرت مدینہ کے سفر کے دوران سراقہ بن مالک نے آپ ﷺ کا تعاقب کیا وہ جب آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اس نے اللہ کے رسول ﷺ سے معافی مانگی آپ ﷺ نے برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سراقہ کو امان دے دی۔ [بخاری مفہوم]

اللہ کے رسول ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو ہر انصاری کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ اس کے گھر پر قیام فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اخلاق اور انصاف کے پیش نظر فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ کی اونٹنی جس گھر کے سامنے بیٹھے گی آپ ﷺ اسی گھر میں قیام فرمائیں گے۔ اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر کے سامنے رُک گئی اور آپ ﷺ نے ان کے گھر پر قیام فرمایا۔ مدینہ میں مسجد تعمیر کی گئی آپ ﷺ نے مسجد کی تعمیر میں حصہ لے کر یہ پیغام دیا کہ امیر، خلیفہ حکمران اور عام آدمی سب کو اپنے اپنے حصے کا کام کرنا چاہیے۔ مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں اسلام کے سادگی اور کفایت شعاری کے اصول پر عمل کیا گیا۔ کچی اینٹیں اور کھجور کی شاخیں استعمال کی گئیں۔ علامہ اقبال نے مسجد نبوی کے بارے میں یہ شعر کہا تھا

Scanned with CamScanner

میں ناخوش و بے زار ہوں مرمر کی سلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اک اور بنا دو

مکہ سے ہجرت کرنے والے صحابہ مہاجر تھے اللہ کے رسول ﷺ نے مواخات یعنی بھائی چارہ کے اصول پر مہاجرین کی بحالی کا مسئلہ حل کرایا۔ مدینہ کے انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے کاروبار، جائیداد اور گھروں میں شریک کرلیا۔ ایک روایت کے مطابق جس انصاری کی دو بیویاں تھیں اس نے ایک کو طلاق دے کر اپنے بھائی کے نکاح میں دے دی۔ انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات مدنی اخلاقیات کا بہترین عملی نمونہ تھا اس اصول پر تاریخ کے ہر دور میں عمل کیا گیا اور آج بھی عمل کیا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان ایک معاہدہ کرایا جس سے دور جاہلیت کے رسم و رواج کا خاتمہ ہوگیا اور قبائلی جنگ و جدل کی بنیاد ہی ڈھا دی گئی۔ یہ معاہدہ مدنی اخلاقیات اور انسانیت کی مثالی دستاویز ہے۔ اس معاہدے میں تسلیم اقرار اور عہد کیا گیا۔

1- تمام مومنین دیگر انسانوں سے الگ ایک اُمت ہیں۔
2- سارے راست باز مسلمان اس شخص کے خلاف ہوں گے جو ان سے زیادتی کرے گا اور مسلمانوں کے درمیان فساد پھیلائے گا چاہے وہ کسی کا اپنا لڑکا ہی کیوں نہ ہو۔
3- کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل کرے گا اور نہ مومن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔
4- اللہ کا ذمہ (عہد) ایک ہوگا ایک آدمی کا دیا ہوا ذمہ بھی سارے مسلمانوں پر لاگو ہوگا۔
5- مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی کوئی مسلمان کسی مسلمان کو چھوڑ کر قتال فی سبیل اللہ کے سلسلے میں مصالحت نہیں کرے گا سب کے سب برابری اور عدل کی بنیاد پر

Scanned with CamScanner

کوئی عہد و پیمان کریں گے۔

6- جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اور ثبوت موجود ہو گا تو اس سے قصاص لیا جائے گا سوائے اس صورت میں کہ مقتول کا ولی راضی ہو جائے۔

7- کسی مومن کے لیے حلال نہ ہو گا کہ کسی ہنگامہ کرنے والے کی مدد کرے اور اسے پناہ دے اس پر قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور غضب ہو گا۔

8- تمہارے درمیان جو بھی اختلاف رونما ہو گا اسے اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹایا جائے گا۔

اس معاہدے کے بعد ایک نیا مدنی سماج تشکیل پایا جس کی بنیاد امن انصاف، انسانیت، مساوات، اعتدال اور برداشت پر رکھی گئی۔

مسلمانوں کے درمیان معاہدے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان امن دفاع انصاف اور بقائے باہمی کے اصولوں پر ''میثاق مدینہ'' کے نام سے انسانی تاریخ کا پہلا تحریری معاہدہ کیا جس میں غیر مسلموں کے مساوی شہری، سیاسی، سماجی، انسانی، معاشی اور مذہبی حقوق کو تسلیم کیا گیا۔ ''میثاق مدینہ'' مدنی اخلاقیات کی لازوال دستاویز ہے جو آج بھی قابل عمل ہے۔

مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان پہلی جنگ بدر میں کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ دو صحابی حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں تاخیر سے پہنچے۔ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ قریش نے ان کو روک رکھا تھا اور اس وعدے پر آنے دیا کہ ہم جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیوں کو اپنا وعدہ پورا کرنے کی تاکید کی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگوں کے دوران بھی اخلاقی اصولوں اور اقدار پر عمل کیا۔ جنگ خندق کے دوران اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھدائی میں شریک ہوئے اور صحابہ کرام کے ساتھ بھوک اور پیاس کی صعوبتوں کو برداشت کیا اور عملی نمونے سے ثابت کیا کہ مسلمان کا امیر، خلیفہ اور

Scanned with CamScanner

حکمران خصوصی مراعات کا مستحق نہیں ہوتا۔ اللہ کے رسول ﷺ جب اسلامی لشکر کو روانہ کرتے تو ہدایت فرماتے

"اللہ سے ہر حال میں ڈرتے رہنا۔ اللہ کے نام پر کافروں سے جہاد کرنا۔ اپنے ساتھی مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے رہنا۔ خیانت اور بدعہدی نہ کرنا۔ کسی کی لاش کو مسخ نہ کرنا۔ کسی بچے بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ دوسروں کی عبادت گاہوں کو مسمار نہ کرنا۔ ان کے کھیت تباہ نہ کرنا۔ لڑائی میں پہل نہ کرنا جنگ کے دوران دھوکے اور فریب کے حربے استعمال نہ کرنا۔" [بخاری]

اللہ کے رسول ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر مدنی اخلاقیات کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا جب معاہدہ زبانی طے پا گیا اور تحریری معاہدے پر دستخط ہونا باقی تھے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ زخمی حالت میں قریش کی قید سے فرار ہو کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ قریش کے نمائندے نے صلح حدیبیہ کے معاہدے کے مطابق ابو جندل رضی اللہ عنہ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ صحابہ کرام قدرتی طور پر جذباتی ہو گئے اور ابو جندل رضی اللہ عنہ کی واپسی سے اختلاف کیا آپ ﷺ نے اخلاقیات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو دعاؤں کے ساتھ واپس جانے کی ہدایت فرمائی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فتح مکہ کے بعد تحمل برداشت، عفو و درگزر کا بہترین مدنی اخلاقی ماڈل پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو سفیان کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اس کے گھر کو پناہ گاہ قرار دیا۔ فتح کے اس تاریخی موقع پر خانہ کعبہ کے صحن میں قریش کے سردار اور ان کے پیروکار موجود تھے۔ ان میں وہ بھی شامل تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو گالیاں دیں۔ جبر و تشدد کیا راستے میں کانٹے بچھائے، پتھر مار کر لہولہان کیا۔ مومنین کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور انہیں ہجرت پر مجبور کیا۔ آپ ﷺ نے ان سب سے پوچھا آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ انہوں نے التجا کی آپ ﷺ ہمارے کریم بھائی ہے اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں آپ ﷺ محسن انسانیت اور رحمتہ اللعالمین ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ آج تم سب آزاد ہو۔ اللہ

Scanned with CamScanner

کے رسول ﷺ کے مدنی اخلاقی ماڈل نے پوری دنیا کو متاثر کیا اور اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے آخری حج کے موقع پر لاکھوں مسلمانوں سے خطاب فرمایا اور اے مسلمانوں کے بجائے اے لوگو کہہ کر مخاطب کیا۔ آپ ﷺ کا یہ خطاب انسانی حقوق کا چارٹر تھا جس میں جان و مال اور عزت آبرو کا حق اولاد کے تحفظ کا حق، امانت کی ادائیگی کا حق، معاشی استحصال سے تحفظ کا حق، خواتین کے حقوق، مساوات کا حق، نسلی امتیاز، عصبیت کے خاتمہ اور مواخات شامل تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

> "حسن اخلاق یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو جو تمہارے ساتھ بُرائی کرے۔ تم میں سے وہی بہتر ہے جو اخلاق میں دوسروں سے بہتر ہو۔" [ترمذی]

اللہ کے رسول ﷺ محتاجوں اور ناداروں کی مالی معاونت کے لیے اُدھار بھی لے لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک یہودی سے قرض لیا وہ مقررہ مدت سے پہلے مسجد نبوی میں قرض واپس لینے کے لیے آ گیا اور اللہ کے رسول ﷺ کی چادر کھینچ کر قرض واپسی کا تقاضہ کرنے لگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس گستاخی کو برداشت نہ کر سکے اور آپ ﷺ نے یہودی کا سر قلم کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عمر رضی اللہ عنہ جوش میں آنے کی بجائے مجھے قرض ادا کرنے کے لیے کہو اور یہودی کو اپنا قرض احسن طریقے سے مانگنے کی ہدایت کرو۔ یہودی نے آپ ﷺ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور اپنا قرض مسلمانوں کے لیے صدقہ کر دیا۔ [بیہقی]

اللہ کے رسول ﷺ انسانوں کے علاوہ جانوروں سے بھی بڑی شفقت کرتے کیوں کہ آپ سارے جہانوں اور مخلوقات کے لیے رحمت تھے۔ ایک سفر کے دوران آپ ﷺ نے راستے میں کتیا اور اس کے بچے دیکھے آپ ﷺ نے لشکر کو روکا اور صحابہ کو کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت پر مامور فرمایا تا کہ وہ اُونٹوں کے پاؤں کے نیچے آ کر کچلے نہ جائیں۔ ایک غزوہ کے دوران صحابہ نے چڑیا کے گھونسلے سے دو بچے اُٹھا لیے چڑیا پر ہلا ہلا کر فریاد کرنے لگی آپ ﷺ نے اپنے صحابہ

Scanned with CamScanner

کو ہدایت فرمائی کہ چڑیا کے بچے واپس گھونسلے میں رکھ دو اور اللہ کی ناراضگی سے بچو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

"اللہ کے رسول ﷺ کسی کو بُرا نہیں کہتے تھے اور بُرائی کے بدلے میں بُرائی نہیں کرتے تھے آپ ﷺ نے کبھی ذاتی معاملے میں کسی سے انتقام نہ لیا۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنے کسی خادم کو، عورت کو اور جانور کو اپنے ہاتھ سے نہ مارا۔ آپ ﷺ ہر ایک سے رواداری شفقت اور مروت سے پیش آتے۔ آپ ﷺ کے پاس جو کچھ ہوتا ضرورت مند افراد میں تقسیم فرما دیتے۔"

[مسند احمد]

اللہ کے رسول ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی مدنی اخلاقیات کے مثالی ماڈل پر عمل کیا اور جب تک مسلمان اخلاقیات کے ساتھ جڑے رہے ان کو عروج حاصل ہوا۔ اخلاقی اصول اور اقدار ترک کر کے مسلمان زوال کا شکار ہو گئے۔ عالم اسلام اخلاق اور کردار کے بحران سے گزر رہا ہے۔ ریاست مدینہ کے اخلاقی ماڈل پر عمل کر کے ہی مسلمان ایک بار پھر عروج حاصل کر سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

پہلے خلیفہ کی شخصیت و کردار

کسی بھی ریاست میں حکمران کی شخصیت اور کردار مرکزی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذاتی کردار آج کے حکمرانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد رجب 12 ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عمرہ کے لیے مکہ پہنچے، وہ اپنے والد کے گھر آئے۔ ابو قحافہ اس وقت گھر کے دروازے پر بیٹھے کچھ نوجوانوں سے گفتگو کر رہے تھے، انھیں بتایا گیا کہ آپ کے فرزند ارجمند تشریف لائے ہیں تو ابو قحافہ جلدی سے اٹھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تیزی سے اونٹنی بٹھانے لگے اور دیر کے ڈر سے کھڑی اونٹنی سے ہی نیچے اتر آئے اور آگے بڑھ کر کہنے لگے "ابا جان آپ اُٹھنے کی زحمت نہ فرمائیے۔" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے لپٹ گئے اور ان کی آنکھوں کو بوسہ دیا۔ ابوقحافہ اپنے بیٹے کی آمد پر خوشی سے رونے لگے، اتنے میں مکہ کے گورنر عتاب بن اسید آ گئے۔ سہل، عکرمہ اور حارث بن ہشام حاضر ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلامِ خلافت کہا۔" سب نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کے روئے۔ ابو قحافہ نے کہا "عتیق یہ سردار ہیں ان کے ساتھ معاملہ اچھا رکھنا۔" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی توفیق اللہ ہی کے قبضے میں ہے میرے اوپر بڑی ذمے داری ڈال دی گئی ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت اللہ ہی دے سکتا ہے۔" اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر تشریف لے گئے، غسل کیا، خانہ کعبہ کا طواف کیا، لوگوں سے ان کی ضروریات پوچھیں اور عصر کے وقت واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ [طبقات ابن سعد]

Scanned with CamScanner

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان کے بارے میں شکایات پہنچیں۔ آپ کے حکم سے انھیں حاضر کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں ڈانٹا۔ ابوسفیان خوشامد کرنے لگے۔ ابوقحافہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب جا کر کہا "عتیق ابوسفیان کو ڈانٹ ڈپٹ کر رہے ہو اور اونچے اونچے بول رہے ہو تم تو اپنی حد سے بڑھ گئے ہو اور اپنی حد سے تجاوز کر گئے ہو۔" جو مہاجرین اور انصار وہاں موجود تھے وہ ابوقحافہ کی بات سن کر مسکرائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا "ابا جان اللہ نے اسلام کے ذریعے کسی کو سربلند کر دیا ہے اور کسی کو سرنگوں۔" [مروج الذھب]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، وہ اپنے کپڑوں کے دامن کی طرف نگاہ کیے کچھ اس انداز سے چل رہی تھیں جس سے کبر و نخوت کی بو آتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹی عائشہ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ خدا اس وقت تمھاری طرف سے نظریں پھیرے ہوئے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کیا تمھیں علم نہیں کہ بندہ جب زینت دنیا کی وجہ سے غرور کا شکار ہوجائے تو اس وقت اس کا رب اس سے نفرت کرنے لگتا ہے اور یہ نفرت اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک وہ شخص آرائش ترک نہ کردے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ لباس صدقہ کر دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "امید ہے اللہ تعالیٰ تمھیں معاف کردے گا۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعدہ پورا کرتے اور صداقت شعار تھے۔ جب خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم نے رسول اللہ ﷺ کا ان کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام دیا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت مطعم بن عدی کے لڑکے سے ٹھہر چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کا پیغام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے بڑے شرف اور برکت کا باعث تھا اس کے باوجود وہ مطعم بن عدی کے گھر گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کے بارے میں دریافت کیا۔ مطعم اور اس کی بیوی نے اس بناء پر رشتے سے انکار کر دیا کہ ان کا لڑکا مذہب تبدیل نہ کرلے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس انکار کے بعد رسول اللہ ﷺ کا پیغام قبول کرلیا۔

Scanned with CamScanner

ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان ناخوش گوار گفتگو ہوگئی، انھوں نے ایسی بات کہی جو مجھے ناگوار گزری، یہ بات کرنے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ندامت ہوئی اور انھوں نے فرمایا'' اے ربیعہ! تم بھی ویسی ہی سخت بات مجھے کہہ لو اور بدلہ لے لو۔'' میں نے کہا'' ایسا نہیں کہہ سکتا۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' اگر تم نہیں کہو گے تو میں رسول اللہ ﷺ سے تمھارے خلاف چارہ جوئی کروں گا۔'' میں اپنے موقف پر ثابت قدم رہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' ربیعہ تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سخت بات کا جواب نہ دو البتہ یہ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو معاف کر دے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ایک روز صبح نماز ادا کرنے کے بعد دریافت فرمایا آج تم میں سے کون روزے سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آج رات میری روزہ رکھنے کی نیت نہیں تھی اس لیے میں آج روزے سے نہیں ہوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں روزے سے ہوں آپ ﷺ نے پوچھا آج تم میں سے کسی نے کسی مریض کی عیادت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے ابھی نماز ادا کی ہے اور ابھی میں کسی کے پاس نہیں گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے کسی نے بتایا کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف بیمار ہیں، میں پہلے ان کی تیمار داری کے لیے گیا اور بعد میں نماز کے لیے مسجد میں آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم میں سے آج کسی نے صدقہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابھی صدقہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جس وقت مسجد میں داخل ہوا ایک سائل مانگ رہا تھا میں نے اسے صدقہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' ابوبکر رضی اللہ عنہ، تمھیں جنت کی بشارت، تمھیں جنت کی بشارت۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کے ایک کنارے ایک اندھی بوڑھی عورت کے پاس رات کے وقت اس کے جانوروں کو پانی پلانے اور دیگر ضروریات پوری کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک

Scanned with CamScanner

رات جب وہاں پہنچے تو پتا چلا کہ ان سے پہلے کوئی یہ سب کام کر گیا ہے۔ کئی بار اس نیت سے آئے کہ کوئی سبقت نہ لینے پائے مگر ناکامی ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شام گھات میں لگ گئے تاکہ دیکھیں کہ وہ کون ہے جو ان سے پہلے بڑھیا کا کام کر جاتا ہے۔ دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے حالانکہ وہ اس وقت خلیفہ تھے۔[الطنطاوی]

فتح مکہ سے قبل اعتماد اور رازداری کا بہترین نمونہ سامنے آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، وہ گیہوں چھان رہی تھیں جس سے صاف ظاہر تھا کہ کسی معرکے کی تیاری ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ کو بھی راز بتانے سے انکار کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا بیٹی کھانے کا سامان کیوں تیار کر رہی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خاموشی اختیار کی۔ آپ نے پوچھا کہ کیا کسی غزوے کی تیاری ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ رومیوں پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا اہلِ نجد یا قریش پر یلغار کا ارادہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اب بھی سکوت فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اندازہ ہوگیا کہ ان کی بیٹی اللہ کے رسول ﷺ کا راز افشا نہیں کر سکتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تیاری کا سبب پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ قریش پر یلغار کا ارادہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے پوچھا کہ کیا صلح حدیبیہ کی مدت ابھی باقی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمھیں خبر نہیں ہے کہ قریش نے ہمارے حلیف بنو خزاعہ کے ذیلی خاندان بنو کعب پر حملہ کر کے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سرِ تسلیم خم کیا اور روانگی کی تیاری شروع کر دی۔[المغازی، الواقدی]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے معاملہ فہم تھے، انھوں نے صلح حدیبیہ کی عظیم فتح کے بارے میں فرمایا ''دورِ اسلام میں کوئی بھی فتح حدیبیہ سے بڑھ کر نہیں ہے مگر اس دن کئی لوگوں کی فہم و فراست اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے مابین معاملے کو سمجھنے سے قاصر رہی حقیقت یہ

Scanned with CamScanner

ہے کہ لوگ جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ جلد بازی سے کام نہیں لیتا۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ میں مشرکین کے ترجمان سہیل بن عمرو کو دیکھا کہ اسے معاہدے میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اور ''محمد الرسول اللہ ﷺ'' لکھنا گوارہ نہ تھا مگر حجۃ الوداع کے موقع پر وہی سہیل رضی اللہ عنہ بن عمرو اللہ کے رسول ﷺ کو قربانی کے جانور پیش کر رہا تھا جو آپ ﷺ ذبح کر رہے تھے جب اللہ کے رسول ﷺ نے سر کے بال منڈوائے تو سہیل رضی اللہ عنہ بن عمرو آپ ﷺ کے موئے مبارک کو اپنے ہاتھوں میں لے کر انھیں آنکھوں سے لگا رہا تھا۔ [کنز العمال]

جب اہل ثقیف نے اسلام کا اعلان کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے امان نامہ تحریر فرما دیا تو آپ ﷺ نے ان پر کسی کو امیر مقرر کرنا چاہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ ﷺ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمائیں حالاں کہ وہ سب سے نو عمر تھے اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یا رسول اللہ میں نے دیکھا کہ یہ نوجوان اسلام کا گہرا فہم حاصل کرنے اور قرآن سیکھنے کا سب سے بڑھ کر خواہش مند ہے۔''

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص کا معمول تھا کہ جب ان کے وفد کے لوگ سو جاتے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن کی تعلیم حاصل کرتے اور جب آپ ﷺ آرام فرما رہے ہوتے تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاتے اور اسلامی مسائل کے بارے میں رہنمائی حاصل کرتے آپ ﷺ کو عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ عادت بہت پسند آئی اور انھیں بنی ثقیف کا امیر بنا دیا۔

غزوہ تبوک خشک سالی اور مالی تنگ دستی کی حالت میں ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس غزوے کے لیے مالی تعاون کی اپیل کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فیاضی میں سب سے آگے نکل گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے چندے کی اپیل کی تو اس وقت میرے

Scanned with CamScanner

پاس کافی مال تھا، میں نے اس میں سے نصف مال آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر میں کسی دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بازی لے جا سکتا ہوں تو وہ آج ہی کا دن ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سب مال اٹھا کر لے آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا "ابوبکر تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے ان کے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑا ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن مجھے یقین ہوگیا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔[ترمذی، ابوداؤد]

تواضع اور انکساری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی نمایاں خوبی تھی۔ جب بھی کوئی شخص آپ کی تعریف کرتا تو فرماتے خداوند کریم میرے حال سے بہتر واقف ہے۔ اگر اونٹنی پر سوار ہوتے اور مہار نیچے گر جاتی تو خود اتر کر اٹھا لیتے اور کسی سے مہار پکڑانے کو نہ کہتے۔ آپ کو کبروغرور سے سخت نفرت تھی۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہودیوں کی ایک درس گاہ پر تشریف لے گئے اور یہودیوں کے عالم فخاص سے کہا "افسوس ہے تجھ پر، اللہ سے ڈر اور اسلام قبول کر لے اللہ کی قسم تم یہ بات جانتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور حق لے کر آئے ہیں اس کا ذکر تورات اور انجیل میں موجود ہے۔ فخاص نے کہا ہمیں اللہ کی ضرورت نہیں جو محتاج ہے (نعوذ باللہ) اور ہم سے مال قرض مانگتا ہے جب کہ ہم بے نیاز ہیں اور اللہ بے نیاز نہیں ہے (نعوذ باللہ)۔ اللہ کا نبی سود سے منع کرتا ہے جب کہ اللہ ہمیں سود دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فخاص کی زبان سے اللہ کی شان میں گستاخانہ جملے سن کر اشتعال میں آ گئے اور اسے تھپڑ مار دیا اور کہا کہ اگر ہمارا تمھارے ساتھ معاہدہ نہ ہوتا تو تمھاری گردن اڑا دیتا۔ فخاص نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وضاحت مانگی تو آپ نے بتایا کہ فخاص نے اللہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ فخاص اپنی بات سے مکر گیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سرخرو کیا:

Scanned with CamScanner

"اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا اللہ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں یقیناً ان کی یہ بات ہم لکھ لیں گے اور جو وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے۔(وہ بھی ان کے اعمال میں درج ہے) اور (قیامت کے دن) ہم ان سے کہیں گے اب جلانے والے عذاب کا مزہ چکھو۔" (آل عمران: 181)

یہ سعادت صرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بھی لوگوں سے خطاب کیا کرتے تھے اور مختلف مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ غزوۂ حنین کے موقع پر بھی پیش آیا۔ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "غزوہ حنین کے دن میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو ایک مشرک سے نبرد آزما تھا۔ مسلمان کے پیچھے سے ایک دوسرے مشرک نے آ کر اُسے دھوکے سے قتل کرنا چاہا۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں پیچھے سے آنے والے دھوکے باز مشرک کی طرف تیزی سے جھپٹا۔ اس نے مجھے مارنے کے لیے اپنا ہاتھ اُٹھایا تو میں نے وار کر کے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس نے مجھے دبا کر اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے اپنی موت کا خطرہ لاحق ہو گیا، پھر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس دوران اس کی گرفت ڈھیلی پڑی تو میں نے اسے پرے دھکیل کر قتل کر دیا۔ اسی دوران مسلمان ہزیمت زدہ ہو کر بھاگ نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ بھاگنے لگا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی جگہ ڈٹے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا "یہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے؟" انھوں نے جواب دیا "اللہ کا فیصلہ ہے۔" اس کے بعد لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اس بات کا ثبوت فراہم کر دے کہ فلاں کافر مقتول کو اس نے قتل کیا ہے تو مقتول کا ساز و سامان اسی کو ملے گا۔"

میں اپنے ہاتھوں قتل ہونے والے کافر پر کسی گواہ کو تلاش کرنے نکلا لیکن مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو میرے حق میں گواہی دے، چنانچہ میں تلاش بسیار کے بعد بیٹھ گیا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر تمام معاملہ گوش گزار تو

Scanned with CamScanner

کروں، چنانچہ میں نے اسی طرح کیا۔ میری گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ''ابوقتادہ جس شخص کو قتل کرنے کی بات کر رہے ہیں اس کا سامان اور اسلحہ میرے پاس ہے۔ آپ ابوقتادہ کو اپنی طرف سے کچھ دے کر میری طرف سے راضی کر دیں اور سامان مجھے دلوا دیں۔'' اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ قریش کے ایک بزدل کو تو سامان دلا دیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو محروم کر دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت اور تحفظ کی جنگ لڑتا ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے وہ سامان دلوا دیا۔ میں نے اس سامان کے عوض ایک باغ خریدا۔ یہ میری پہلی جائیداد تھی جو میں نے دورِ اسلام میں حاصل کی۔

اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کے باوجود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ کن لہجے میں گفتگو کرنا اور قسم اٹھانے میں سبقت لے جانا اور پھر اس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا آپ کی گفتگو کی تصدیق کرتے ہوئے آپ کی کہی ہوئی بات کے مطابق فیصلہ صادر فرمانا درحقیقت وہ شرف و منزلت اور خصوصیت ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں آئی۔

ایک دن ایسا ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بنوثقیف کا وفد مدینہ آیا۔ ان کا جوان بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکا تھا۔ طائف میں بیٹے کو لگنے والا تیر ان کے پاس محفوظ تھا۔ جوان بیٹے کی وفات کا صدمہ کوئی معمولی نہیں ہوتا۔ وفد کے ارکان کو وہ تیر دکھایا اور پوچھا:

''تم میں سے کوئی آدمی اس تیر کو پہچانتا ہے؟'' بنوعجلان کے فرد سعید بن عبید نے جواب دیا'' میں نے ہی اس تیر کو تراشا، اس کے پر تیار کیے اور میں نے ہی تیر چلایا تھا۔''

Scanned with CamScanner

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بلاشبہ یہی وہ تیر ہے جس کی وجہ سے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ سب تعریف اسی اللہ کے لیے ہے جس نے تیرے ہاتھوں عبداللہ رضی اللہ عنہ کو شہادت جیسی عزت بخشی اور تجھے بھی عبداللہ کے ہاتھوں (قتل کرا کے) رسوا نہیں کیا۔ اس نے تم دونوں کو اپنی وسیع رحمت کی آغوش میں چھپا لیا۔''

رمضان المبارک 9 ہجری میں جب اللہ کے رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو طائف سے بنوثقیف کا وفد اپنے اسلام کا اعلان کرنے کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ یہ نہایت خوشی کا موقع تھا کہ ایک اڑیل قوم کے سردار مطیع ہو کر مدینہ آئے ہیں۔ جیسے ہی یہ وفد مدینہ منورہ کے قریب نمایاں ہوا تو سیدنا ابوبکر اور مغیرہ بن شعیب رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک نے دوسرے سے سبقت لے جاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو اس وفد کی آمد کی خوش خبری سنانے کی کوشش کی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ خوش خبری سنانے میں سبقت لے گئے۔ [ابن ہشام]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری دختر حفصہ اپنے شوہر خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں شہادت کے بعد بیوہ ہو گئیں۔ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا ''اگر آپ پسند کریں تو میں آپ سے حفصہ کا نکاح کر دوں۔'' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سوچ کر جواب دوں گا۔ پھر وہ مجھے ملے تو کہنے لگے۔ ''میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں ان دنوں شادی نہ کروں۔'' پھر میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور انھیں حفصہ سے نکاح کرنے کی پیش کش کی۔ انھوں نے خاموشی اختیار کی۔ کوئی جواب نہ دیا۔ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر زیادہ رنجیدہ خاطر ہوا۔ چند دن میں نے توقف کیا اور حفصہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کے سلسلے میں کسی سے گفتگو نہ کی پھر رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کے لیے پیغام نکاح بھیجا تو میں نے اس کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا۔ اس نکاح کے بعد مجھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور فرمانے لگے۔

Scanned with CamScanner

"شاید آپ نے محسوس کیا ہوگا جب میں نے آپ کی پیش کش کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔" میں نے کہا "جی ہاں!" انھوں نے فرمایا:

"آپ کی پیش کش کا جواب دینے میں صرف یہ بات رکاوٹ بنی کہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا تذکرہ فرمایا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا راز افشا کروں۔ اگر نبی کریم ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا ارادہ ترک فرما دیتے تو میں ان سے نکاح کر لیتا۔" [بخاری]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

"آج تم میں سے کس کا روزہ ہے۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "میرا۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

"آج تم میں سے کس شخص نے جنازے میں شرکت کی ہے؟"

سیدنا ابوبکرؓ نے عرض کیا "میں نے۔"

رسول اللہ ﷺ نے پھر پوچھا:

"آج تم میں سے کس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ "میں نے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص میں یہ صفات حمیدہ جمع ہو جائیں وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔" [مسلم]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر نکلے۔ جب ہم بیداء یا ذات الجیش نامی مقام پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر کہیں کھو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ وہیں رک گئے۔ اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

Scanned with CamScanner

کے پاس پانی تھا نہ اس جگہ پانی کا کوئی نام ونشان تھا، چنانچہ لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر شکوہ کرنے لگے "آپ نے دیکھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے؟ انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور دیگر لوگوں کو ایسی جگہ روک رکھا ہے جہاں پانی ہی نہیں ہے اور لوگوں کے پاس بھی پانی موجود نہیں۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"تم نے رسول اللہ ﷺ کو اور سب لوگوں کو ایسی جگہ روک رکھا ہے جہاں پانی کا کوئی چشمہ یا کنواں نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی ہے۔"

قصہ مختصر آپ نے مجھ سے ناراضگی کا اظہار کیا اور جو کچھ منشائے الٰہی تھا مجھ سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت آرام فرما رہے تھے۔ میں نے اس خیال سے کہ کہیں میرے بولنے اور وضاحت کرنے سے رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل نہ آجائے، خاموشی میں ہی عافیت جانی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ صبح تک سوئے رہے۔ چنانچہ آپ کی صبح بغیر پانی کے ہوئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

"اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ جو تم کہہ رہے ہو اسے سمجھنے لگو اور نہ ہی ناپاکی کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) یہاں تک کہ تم غسل کرلو۔ ہاں، اگر راہ چلتے (مسجد سے) گزرو تو اور بات ہے اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت سے (فارغ ہو کر) آیا ہو۔ یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو، چنانچہ اسے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مل لو، بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا بخشنے والا ہے۔" (النساء: 43)

سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس رخصت کے نزول کی مناسبت سے فرمایا۔ "آل ابوبکر! یہ کوئی تمھاری پہلی برکت نہیں ہے۔" یعنی تمھارے سبب سے اللہ تعالیٰ نے

Scanned with CamScanner

تیمّم کی اجازت عطا فرمائی اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے سہولت میسر ہوگئی۔ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح کی بہت سی برکات آل ابوبکر کی وجہ سے پہلے بھی امت کو حاصل ہو چکی ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں جس اونٹ پر سوار تھی ہم نے اسے اٹھایا تو ہمیں اسی کے نیچے سے ہار مل گیا۔ [بخاری]

احادیث میں جا بجا مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب داری کرتے تھے اور لوگوں کو آپ سے جھگڑنے اور آپ کی مخالفت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اسی اثناء میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے تہبند کا ایک کونہ اٹھائے اپنے گھٹنے کو برہنہ کیے ہوئے سامنے سے تشریف لائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لگتا ہے تمھارے صاحب کا کسی سے جھگڑا ہو گیا۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا، پھر کہنے لگے:

"اللہ کے رسول ﷺ! میرے اور خطاب کے بیٹے (عمر رضی اللہ عنہ) کے مابین ایک (معاملے میں) اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے جلد بازی کی۔ انھیں کچھ ملامت کر دی، پھر مجھے اپنے عمل پر ندامت ہوئی تو میں ان سے معافی کا طلب گار ہوا لیکن انھوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا، اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔"

نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ "ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمھیں معاف فرمائے۔"

پھر ہوا یوں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے انکار پر ندامت ہوئی۔ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور پوچھا: کیا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر پر ہیں؟ گھر والوں نے نفی میں جواب دیا، وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ ﷺ کو سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ غصے کی وجہ سے سنجیدہ ہو گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے، مبادا آپ

Scanned with CamScanner

عمر رضی اللہ عنہ پر خفا ہوں۔ آپ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور عرض کیا:

''اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! زیادتی میری تھی، اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! زیادتی میری تھی۔''

نبی کریم ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا:

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیا تو تم لوگوں نے کہا ''تو نے جھوٹ بولا ہے۔'' اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ''آپ ﷺ نے سچ کہا ہے۔ پھر ابوبکر نے اپنی جان اور اپنے مال سے میری ڈھارس بندھائی۔ کیا تم لوگ میرے دوست کو میری خاطر چھوڑ نہیں سکتے؟''

رسول اللہ ﷺ کے یہ کلمات ارشاد فرمانے کے بعد صحابہ کرام پہلے سے زیادہ محتاط ہو گئے اور اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کبھی کسی نے ایذا دی نہ ستایا۔ [بخاری]

ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عید کے دنوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس انصار کی دو بچیاں ترنم کے ساتھ اشعار گا رہی تھیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں شیطان کا باجا بجایا جا رہا ہے؟''

نبی کریم ﷺ بچیوں سے اعراض فرما کر دیوار کی طرف چہرہ مبارک کیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''ابوبکر! انھیں چھوڑ دو کیوں کہ ہر قوم کے لیے عید کا دن ہوتا ہے اور آج ہمارا عید کا دن ہے۔'' [مسلم]

سیدنا ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں بیان کرتے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر مجھے کچھ زمین عطا فرمائی اور میری طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی زمین کا ایک ٹکڑا مرحمت فرمایا۔ دنیا کا مال آیا تو اپنی خرابیاں بھی ساتھ لایا اور کھجور کا ایک درخت ہمارے مابین وجہ نزاع بن گیا۔ میں کہتا تھا کہ یہ میری زمین کی

Scanned with CamScanner

حدود میں ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یہ میری حدود میں ہے۔اس معاملے میں میرے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مابین تکرار ہوئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی جو بذات خود انھیں ناگوار گزری۔ وہ اس پر نادم ہوئے۔ انھوں نے مجھ سے کہا:

"اے ربیعہ رضی اللہ عنہا! اس بات کے بدلے میں تم بھی مجھ سے ایسی ہی بات کہہ دو تا کہ بدلہ ہو جائے۔"

میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"مجھے اسی طرح کہہ دو ورنہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر تمھارے خلاف فریاد کروں گا۔" میں نے کہا "میں ایسا نہیں کروں گا۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی طرف چل دیے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ میرے قبیلے بنو اسلم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے۔ انھوں نے مجھ سے کہا: "اللہ تعالیٰ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کس معاملے پر آپ کے خلاف فریاد کریں گے، جب کہ آپ کو جو کچھ کہا ہے انھی نے کہا ہے۔" میں نے کہا "کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، ثانی اثنین ہیں۔ مسلمانوں کے سردار اور ان کی عظمت کی علامت ہیں۔ احتیاط کرو! کہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ ادھر متوجہ نہ ہو جائیں۔ انھوں نے تمھیں میری مدد کرتے دیکھ لیا تو ناراض ہو جائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی ناراضی کی بنا پر غصے میں آ جائیں گے اور ان دونوں کے غصے کے باعث اللہ تعالیٰ غصے میں آ جائے گا، جس کے نتیجے میں ربیعہ کی خیر نہیں۔" انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ میں نے کہا "تم واپس چلے جاؤ۔"

ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدھے رسول اللہ ﷺ کی طرف چل دیے۔ میں بھی اکیلا ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر پیش آمدہ واقعہ لفظ بلفظ بیان کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری جانب دیکھا اور پوچھا:

"ربیعہ! تمھارا اور صدیق کا کیا معاملہ ہوا؟"

Scanned with CamScanner

میں نے کہا ''اللہ کے رسول ﷺ! اس طرح یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی جو بعد میں خود انھیں ناگوار گزری۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ تو بھی اسی طرح مجھ سے یہ بات کہہ لے جس طرح میں نے تجھ سے کہی ہے تاکہ میری غلطی کا بدلہ ہو جائے۔ میں نے اس طرح کہنے کا انکار کر دیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم نے ٹھیک کیا! تم انھیں اسی طرح جواب نہ دینا لیکن تم یہ کہو''ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمھیں معاف فرمائے۔''

چنانچہ میں نے کہہ دیا: ''ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔''

سیدنا حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ [مسند احمد]

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تجارت کے لیے شام کے شہر بصرہ کا سفر کیا۔ نبی کریم ﷺ کی رفاقت اور آپ ﷺ سے گہری وابستگی کی شدید تڑپ کے باوجود آپ نے اس تجارتی سفر کو اہمیت دی اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شدید محبت کے باوجود آپ کو یہ سفر کرنے سے منع نہ فرمایا۔ [فتح الباری]

اس سفر تجارت سے اس بات کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ مسلمان کے لیے حلال ذریعے سے اتنا رزق کمانا ضروری ہے جس کی بنا پر اس پر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے بلکہ وہ اس رزق کے ذریعے ستم رسیدہ لوگوں کی امداد کرنے اور قیدیوں کو چھڑانے جیسے کارہائے خیر میں آگے بڑھ کر دوسرے مخیّر حضرات کے ساتھ شریک ہو اور انفاق سبیل اللہ کے دیگر امور میں دولت لٹانے کے لیے دوسروں سے آگے نکلنے کی کوشش کرے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ خوف و رجا میں توازن کے اعتبار سے بھی نہایت عظیم شخصیت تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آخرت میں کامیابی، نجات اور فلاح کے متمنی ہر مسلمان کے لیے چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم، آقا ہو یا غلام، سپہ سالار ہو یا عام سپاہی ایک عملی نمونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی شخص اپنی طرف سے بات کرنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں تھا۔'' [صفۃ الصفوۃ]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہایت محکم اور عظیم تھا۔ آپ کو ایمان کی حقیقت کا گہرا ادارک تھا۔ کلمہ توحید آپ کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ آپ کے دل و دماغ پر ایمان و یقین ہی کی حکمرانی تھی۔ کلمہ توحید کے آثار و نتائج آپ کے اعضاء و جوارح پر بھی مرتب ہوئے اور انھی آثار کی روشنی میں آپ نے اپنی حیات مستعار بسر کی۔ آپ اعلیٰ اخلاق سے آراستہ اور گھٹیا اخلاق سے پاک تھے۔ آپ شریعت الٰہی کو مضبوطی سے تھامنے کی اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور رہنمائی کی اقتداء کی بڑی شدید تڑپ رکھتے تھے۔ آپ کا ایمان باللہ سرگرمی و نشاط، عزم و ہمت، جہد مسلسل، عمل پیہم، مجاہدے، جہاد و تربیت، عزت، ترقی اور عالی مرتبے کا باعث تھا۔ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے بارے میں ایسا ناقابل تسخیر ایمان و یقین تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے کوئی بھی اس معاملے میں آپ کے ہم پلہ نہیں تھا۔

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا ''لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''عائشہ!''

میں نے کہا ''مردوں میں سے کون ہے؟''

آپ ﷺ نے جواب دیا ''عائشہ کا باپ۔''

میں نے کہا ''ان کے بعد پھر کون ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا ''پھر عمر بن خطاب ہیں۔''

بعدازاں آپ ﷺ نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔ [بخاری]

Scanned with CamScanner

عبداللہ بن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا صحابہ میں سے کون رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عمر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟

آپ نے جواب دیا: ابوعبیدہ بن الجراح۔ عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا ان کے بعد کس کا نمبر آتا ہے۔ اس کے جواب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔ [ترمذی]

علم وفضل میں تمام صحابہ کرام پر آپ کی ترجیح کا سبب نبی اکرم ﷺ سے آپ کی دائمی وابستگی ہے۔ آپ سفر وحضر میں شب و روز ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ نماز عشاء کے بعد دیر تک رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ اس مجلس میں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا صحابی نہیں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ آپ سے مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں گفتگو فرماتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام سے کوئی مشورہ طلب کرتے تو مجلس شوریٰ میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ گفتگو کا آغاز کرتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا آدمی مشورہ دے دیتا اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ کے علاوہ کوئی اور گفتگو نہیں کرتا تھا، چنانچہ تنہا آپ ہی کی رائے کے مطابق عمل کر لیا جاتا۔ اگر کوئی آپ کی رائے کے خلاف مشورہ دے دیتا تو اس کی رائے کے بجائے آپ ہی کی رائے کو ترجیح دی جاتی اور آپ کی رائے کی پیروی کی جاتی تھی۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ہم کسی کو مقام و مرتبے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ نہیں سمجھا کرتے تھے۔ ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ۔ [بخاری]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اپنے گھر سے وضو کر کے نکلا اور دل

Scanned with CamScanner

میں یہ عہد کیا کہ آج میں دن بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا۔ میں مسجد پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل کر فلاں جانب تشریف لے گئے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں چل دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''بئر اریس'' نامی باغ میں داخل ہو گئے۔ میں اس باغ کے دروازے کے قریب بیٹھ گیا۔ یہ دروازہ کھجور کی شاخوں کا بنا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کر چکے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کھڑا ہوا۔ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''بئر اریس'' کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا کر انھیں کنویں میں لٹکا رکھا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، پھر واپس آ کر باغ کے دروازے پر جا بیٹھا اور دل میں تہیہ کر لیا کہ میں آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان رہوں گا۔ اسی اثناء میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انھوں نے دروازہ کھولنا چاہا۔

میں نے پوچھا ''کون ہے؟''

انھوں نے جواب دیا ''ابوبکر رضی اللہ عنہ۔''

میں نے کہا ''ذرا ٹھہریے۔'' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں بتایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے ہیں اور حاضر خدمت ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انھیں اندر آنے کی اجازت دو اور ساتھ ہی جنت کی خوش خبری بھی سنا دو۔''

میں نے واپس آ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا ''اندر آ جائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی خوش خبری دیتے ہیں۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب آپ کے ساتھ منڈیر پر بیٹھ گئے اور انھوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا کر اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا دیں۔ [بخاری]

Scanned with CamScanner

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔

"جو شخص کسی چیز کا ایک جوڑا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے گا وہ جنت کے دروازوں سے یوں بلایا جائے گا۔' اللہ کے بندے! (اس دروازے سے جنت میں داخل ہو جا کیوں کہ) یہ دروازہ بہتر ہے۔' جو شخص نمازی ہوگا وہ 'باب الصلاۃ' (نماز کے دروازے) سے بلایا جائے گا، جو شخص اہل جہاد میں سے ہوگا وہ 'باب الجہاد' سے بلایا جائے گا، جو شخص صدقہ خیرات کرنے والوں میں سے ہوگا کہ اسے 'باب الصدقہ' سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزے داروں میں سے ہوگا وہ 'باب الصیام یا باب الریان' سے پکارا جائے گا۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"جو شخص ان دروازوں میں سے کسی بھی دروازے سے بلالیا گیا اسے کوئی حاجت اور تکلیف نہیں رہے گی۔ لیکن اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہاں! اور اے ابوبکر! مجھے امید ہے کہ تم بھی انھی میں سے ہوگے۔"

[بخاری]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ آپ نے بغور مشاہدہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اور کس طرح مدد طلب کرتے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس عظیم عبادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے کے انتہائی آرزومند تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کی دعائیں اور تسبیحات انھی الفاظ اور صیغوں کے مطابق ہوں جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور ان کا حکم دیا۔ کیوں کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دعا، تسبیحات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام میں مسنون و ماثور الفاظ اور صیغوں پر دوسرے

خود ساختہ الفاظ کو ترجیح دے، چاہیے وہ الفاظ ظاہری طور پر کتنے ہی خوبصورت، دلربا اور عمدہ معنی والے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی و خیر کے معلم اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمانے والے تھے اور افضل اور اکمل دعا کے سلسلے میں آپ ہی سب سے زیادہ معرفت اور علم رکھتے تھے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"اللہ کے رسول! مجھے کوئی دعا سکھا دیجیے جس کے ساتھ میں اپنی نماز میں دعا کروں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم یہ دعا کیا کرو:

"اے اللہ! یقیناً میں نے اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کیے ہیں اور تیرے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کر سکتا، لہذا تو اپنی خاص مغفرت سے مجھے معاف فرما دے اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو معاف کرنے والا مہربان ہے۔" [بخاری]

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایسی دعا سکھائیے جو میں صبح اور شام کے وقت پڑھا کروں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یوں کہا کریں:

"اے اللہ! آسمان و زمین کو پیدا کرنے والے! ہر ظاہر اور مخفی کو جاننے والے! ہر چیز کے مالک اور پروردگار! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ میں اپنے نفس کے شر سے، شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں (اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ میں) اپنے نفس کے خلاف کسی برائی کا ارتکاب کروں یا کسی مسلمان پر کوئی زیادتی کروں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر سے فرمایا صبح و شام اور سوتے وقت آپ یہ کلمات کہا کریں۔

Scanned with CamScanner

[ابوداؤد]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی دعاؤں میں یہ بھی کہا کرتے تھے:

"اے اللہ! میری آخری عمر کو میری بہترین عمر بنا، میرے خاتمہ عمل کو میرا بہترین عمل بنا اور میرا بہترین دن وہ بنا جس دن میں تجھ سے ملاقات کا شرف حاصل کروں۔" [کنزالعمال]

جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سنتے کہ کوئی شخص ان کی مدح سرائی کر رہا ہے تو آپ یہ دعا فرماتے:

"اے اللہ! تو مجھے میرے نفس سے کہیں بڑھ کر جانتا ہے اور میں خود ان لوگوں کی نسبت اپنے بارے میں زیادہ جانتا ہوں۔ اے اللہ! یہ لوگ میرے متعلق جو گمان رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر بنا دے اور میرے ان گناہوں کو معاف فرما جنھیں یہ لوگ نہیں جانتے اور یہ لوگ میری توصیف میں جو باتیں کرتے ہیں ان میں میرا مواخذہ فرمانا۔" [اسدالغابہ]

بلاشہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اخطب الناس تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی خطابت میں کچھ کم نہ تھے۔ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو بھی رسول اللہ ﷺ کا خطیب ہونے کا شرف حاصل رہا۔ جیسے حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے شعراء ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس سلسلے میں امتیازی حیثیت یہ ہے کہ انھیں بار بار رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں خطبات دینے کا موقع ملا۔ ایامِ حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے نکلتے تو زیادہ تر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا تعارف کرواتے اور اسلام کے محاسن کے بارے میں بتاتے۔ ہجرت مدینہ کے وقت بھی رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور سیدنا ابوبکر ﷺ لوگوں سے خطاب کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ نئے لوگ جو رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں جانتے تھے انھوں نے صدیق اکبر ہی کو غلطی سے اللہ کا رسول سمجھ لیا، بعد میں انھیں پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ تو تشریف

Scanned with CamScanner

فرما ہیں اور یہ ان کے خاص ساتھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ [البدایہ والنہایہ]

رسول اللہ ﷺ کی بیماری جب شدت اختیار کر گئی۔ نماز کا وقت ہوا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے رقیق القلب انسان ہیں، وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات دہرائی تو آپ ﷺ کو دوبارہ وہی جواب دیا گیا۔ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ اپنی بات کا اعادہ فرمایا اور حکم دیا۔

''ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' [بخاری]

ایک دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ کو ہلکا پھلکا اور رو بہ صحت محسوس کیا، چنانچہ آپ دو آدمیوں کا سہارا لے کر گھر سے باہر تشریف لائے۔ (راوی کہتا ہے کہ) وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ رسول اللہ ﷺ شدید تکلیف کی وجہ سے اپنی دونوں مبارک ٹانگوں سے قدم گھسٹ گھسٹ کر آہستہ آہستہ تشریف لا رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن نبی کریم ﷺ نے اشارے سے آپ کو اپنی جگہ پر کھڑا رہنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کو (قریب) لایا گیا حتیٰ کہ آپ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں تشریف فرما ہو۔

راوی کے مطابق نبی کریم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی نماز کی اقتدا کرتے ہوئے ساتھ ساتھ نماز پڑھا بھی رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے؟ [بخاری]

رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دو خلفاء دکھائے گئے جن کی خلافت عین عہدِ نبوی ﷺ کے مطابق ہوگی اور وہ آپ ﷺ کے طریقے سے ذرہ برابر انحراف نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

Scanned with CamScanner

"میں سویا ہوا تھا۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں اپنے حوض سے پانی نکال کر لوگوں کو پلا رہا ہوں، اتنے میں ابوبکر آ گئے۔ انھوں نے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا تاکہ مجھے آرام وسکون کا موقع دیں۔ انھوں نے دو ڈول کھینچے لیکن ان کے ڈول نکالنے میں کمزوری تھی۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، پھر عمر آ گئے۔ انھوں نے ابوبکر سے ڈول لے کر (خوب پانی نکالا) میں نے کبھی اس سے زیادہ قوت کے ساتھ ڈول کھینچتے کسی کو نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ لوگ سیر ہو کر چلے گئے اور حوض ابھی بھرا ہوا تھا اور بڑے جوش کے ساتھ پھوٹ رہا تھا۔" [مسلم]

امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "انبیائے کرام کے خواب وحی ہیں۔ آپ کا یہ ارشاد 'ابوبکر کے ڈول نکالنے میں کچھ کمزوری تھی' اس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مختصر مدت، ان کی جلدی وفات اور مرتدین کے ساتھ جنگ میں مشغولیت مراد ہے۔ جس کے باعث آپ کے عہد میں زیادہ فتوحات نہ ہو سکیں جب کہ عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی مملکت کی حدود خوب پھیلتی چلی گئیں۔" [البیہقی]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے بیت المال سے لوگوں میں برابر برابر عطیات تقسیم کرتے تھے۔ امام ابن سعد رضی اللہ عنہ اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مقام "سنح" پر بیت المال قائم کر رکھا تھا، اس پر کوئی محافظ مقرر نہیں تھا۔ آپ سے عرض کیا گیا "آپ بیت المال پر محافظ کیوں مقرر نہیں کرتے۔" انھوں نے جواب دیا "بیت المال کو کوئی خطرہ نہیں۔" عرض کیا گیا "کیسے؟" آپ نے کہا "اس پر تالا لگا ہوا ہے۔" آپ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ بیت المال کا سارا مال غرباء میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جب آپ "سنح" سے مدینہ منورہ منتقل ہوئے تو بیت المال کو بھی ساتھ ہی منتقل کر لیا اور اسے اپنے گھر ہی قائم کیا، پھر جہینہ قبیلے کی معدنیات میں سے بہت سا مال آیا، جب کہ آپ کی خلافت ہی میں بنوسلیم قبیلے کی معدنیات بھی دریافت ہو گئی تھیں۔ ان دو مقامات سے زکوٰۃ کا مال آنا شروع ہوا تو آپ اسے بیت المال میں رکھوا

Scanned with CamScanner

دیتے، پھر لوگوں میں برابر برابر تقسیم کرتے۔ آزاد اور غلام، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے سب کو برابر مال عطا فرماتے تھے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں" آپ نے پہلے سال آزاد مرد اور غلام، عورت اور لونڈی سب کو دس دینار عطا کیے۔ اگلے سال بیس بیس دینار عطا کیے۔" ایک مسلمان نے ان سے عرض کیا "اے خلیفۂ رسول ﷺ! آپ نے عطیات میں سے لوگوں کو برابر عطا کیا ہے، حالاں کہ لوگوں میں کچھ سبقت اسلام اور دیگر فضائل میں ممتاز ہیں، اگر آپ ان فاضل اور قدیم الاسلام افراد کو زیادہ عطا کریں تو بہتر ہے۔" اس پر انھوں نے جواب دیا:

> "تم نے لوگوں کی اسلام میں سبقت اور ان کے فضائل و محاسن کا جو تذکرہ کیا ہے، میں اسے نہیں جانتا، ان اعمال کا ثواب تو اللہ رب العزت ہی کے ذمے ہے۔ جب کہ یہ مال ضرورتِ زندگی ہے، لہٰذا اس میں کسی کو ترجیح دینے کے بجائے سب کو برابر رکھنا ہی بہتر ہے۔" [الماوری]

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں عدل و انصاف کے قیام اور مساوات کے لیے منہج ربانی کی پیروی کی۔ انھوں نے ضعیفوں کے حقوق کی پاس داری کی۔ بطور خلیفہ اپنا وزن کمزور و ناتواں لوگوں کے پلڑے میں ڈالا۔

وہ نہایت توانا آواز، کھلی آنکھوں اور پرعزم ارادے کے ساتھ کمزوروں کے ہم نوا بن گئے اور ان کے اس عزم کو کسی قسم کا کوئی دباؤ کمزور نہیں کر سکا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لیے اونٹ، گھوڑے اور اسلحہ خریدا کرتے تھے۔ ایک سال انھوں نے دیہات سے برائے فروخت آنے والی مخملی چادریں خریدیں اور موسم سرما میں مدینہ منورہ کی بیواؤں میں تقسیم کیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں محصولات کی مقدار دو لاکھ دینار تک پہنچ گئی تھی جسے انھوں نے مختلف رفاہی کاموں میں خرچ کیا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کے بعد ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اور اس نے

Scanned with CamScanner

ان کو "یا خلیفۃ اللہ" کہہ کر خطاب کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:
"میں خلیفۃ اللہ نہیں ہوں بلکہ خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔" [ہیکل]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رہائش مدینہ کے مشرق میں واقع سخ نامی گاؤں میں بھی تھی۔ یہ جگہ مدینہ کی آخری سرے کی آبادی شمار ہوتی تھی۔ ان کی رہائش بڑی معمولی درجہ کی تھی۔ یہ سادہ سا دیہاتی قسم کا مکان تھا۔ وہ خلیفہ منتخب ہوگئے، لیکن ان کا قیام اسی مکان میں رہا، نہ اسے منہدم کر کے اچھا مکان بنایا، نہ اس کی مرمت کرائی اور نہ ہی اس کی سکونت ترک کر کے کسی اور مکان میں منتقل ہوئے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد چھ مہینے وہ روزانہ اس مکان سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آتے اور خلافت کے امور نمٹاتے رہے۔ دراصل اس وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو قصر خلافت یا دفتر خلافت کی حیثیت حاصل تھی۔ پھر بعد میں مدینہ میں واقع اپنے گھر میں منتقل ہوگئے۔

ان کا یہ چھوٹا سا مکان مدینے کے اندرونی حصے میں تھا، جس میں وہ مہاجر کی حیثیت سے آئے تھے۔ اس میں بھی انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی، وہ مکان بھی اسی پہلی حالت میں رہا جس حالت میں انھیں ہجرت کے وقت ملا تھا۔ [طبقات ابن سعد]

خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے پہلے آپ ایک لاوارث کنبے کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بن گئے تو اس کنبے کی ایک بچی کہنے لگی "اب تو آپ ہماری بکریوں کا دودھ نہیں دوہا کریں گے۔" یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللہ کی قسم! میں یہ خدمت انجام دیتا رہوں گا۔ امید ہے کہ میری نئی ذمہ داری مجھے میری گزشتہ نیکیوں سے مانع نہیں ہوگی۔"

چنانچہ آپ حسبِ سابق ان کی بکریوں کا دودھ دوہتے رہے۔ جب وہ بچیاں اپنی بکریاں لے کر آتیں تو آپ ازراہِ شفقت فرماتے "دودھ کا جھاگ بناؤں یا نہ بناؤں؟" اگر وہ کہتیں کہ جھاگ بنا دیں تو برتن کو ذرا دور رکھ کر دودھ دوہتے حتیٰ کہ خوب جھاگ بن جاتا۔ اگر وہ کہتیں کہ جھاگ نہ بنائیں تو برتن تھن کے قریب کر کے دودھ دوہتے تا کہ دودھ میں جھاگ نہ

Scanned with CamScanner

بنے۔ آپ مسلسل چھ ماہ تک مقام سخ میں یہ خدمت انجام دیتے رہے، پھر آپ نے خلافت کی ذمہ داریاں بڑھ جانے کے باعث مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر لی۔ [طبقات ابن سعد]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔

"آیئے ہم اُم ایمن رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں کہ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔"

جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ دونوں نے پوچھا "آپ کیوں رو رہی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کے لیے تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین جزا اور صلہ ہے۔" اس پر وہ کہنے لگیں: "میں اس لیے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ علم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین جزا ہے۔ میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔" ان کی یہ بات سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آبدیدہ ہو گئے۔ [مسلم]

ابوبکر رضی اللہ عنہ بے پناہ سیاسی بصیرت کے حامل تھے اور حالات کے نشیب و فراز پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ اپنے دور کی حکومتوں اور ان کے قوانین سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔ اس وقت ایران اور روم کی دو مملکتوں کا تمام دنیا میں شہرہ تھا اور کسی معاصر حکومت کو ان کے سامنے سر اٹھانے کی جرأت نہ تھی۔ جمہوریت کا اس زمانے میں کہیں نام و نشان نہ تھا، تمام حکومتیں جبر و آمریت کی بنیاد پر قائم تھیں۔ رعایا ان کے ہاتھوں سخت تکلیف میں مبتلا تھی۔ ملک کے ہر شہری کو انھوں نے دبا کر رکھا ہوتا اور لوگوں سے اچھوتوں کا سا برتاؤ روا رکھا جاتا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دنیا کی ان دو عظیم مملکتوں کے جو علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوئے، وہاں کامل مساوات کا قانون نافذ کیا گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فوج کے سربراہوں کے نام حکم جاری کیا کہ بلا امتیاز مذہب و ملت سب سے یکساں معاملہ کیا جائے، کسی سے بے گار نہ لی جائے، کسی کو محکوم اور مفتوح سمجھ کر مبتلائے اذیت نہ کیا جائے، چھوٹے بڑے ہر

Scanned with CamScanner

علاقے کے لوگوں سے عدل و انصاف کیا جائے، کسی قوم کی عبادت گاہوں کو منہدم نہ کیا جائے، مذہبی اور معاشرتی آزادی کا کھلے الفاظ میں اعلان کیا جائے۔

مفتوحہ علاقے کے لوگوں نے مساوات کا کبھی نام بھی نہیں سنا تھا۔ وہ مسلمانوں کے اس طرزِ عمل اور طریق گفتگو سے نہایت خوش ہوئے اور بہت سے لوگ صرف ان کے اس رویئے سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ [بخاری]

ایک بدوی خاتون نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا "اے خلیفہ رسول ﷺ! جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی وجہ سے جو نعمت عطا کی ہے، ہم اس پر کب تک قائم رہیں گے؟"

آپ نے فرمایا:

"تم لوگ اس پر اس وقت تک قائم رہو گے جب تک تمہارے حکمران اسلام پر قائم رہیں گے۔" [ہیکل]

وہ کہنے لگی "حکمرانوں سے کون لوگ مراد ہیں؟" آپ نے فرمایا "کیا تمہاری قوم کے شرفاء اور سردار نہیں ہیں جو قبیلے والوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ ان کی اطاعت کرتے ہیں؟"

اس نے عرض کیا "بالکل ہیں۔"

آپ نے فرمایا: "حکمران یہی لوگ تو ہیں۔"

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس کی اصل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے نہ ملتی تو وہ اس میں اجتہاد کرتے اور کہا کرتے تھے:

"میں اپنی رائے سے اجتہاد کر رہا ہوں۔ اگر میرا اجتہاد درست ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ہے، اگر یہ غلط ہے تو یہ میری کوتاہی ہے اور میں اپنی اس کوتاہی پر اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔"

جب بھی ان کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو وہ کتاب اللہ سے اس کا حل ڈھونڈتے۔ اگر حل

Scanned with CamScanner

جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر نہ ملتا تو پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس بارے میں پوچھتے۔ ایسے موقعوں پر آپ کہا کرتے تھے۔

"اللہ کا شکر ہے ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو محفوظ کر رکھا ہے۔" [طبقات ابن سعد]

ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی اصلاح کیا کرتے تھے اور انھیں صحیح اعمال اپنانے کا حکم دیتے تھے۔ میمون بن مہران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بھری محفل میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خاص کرتے ہوئے سلام کیا تو اس پر آپ نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے دریافت فرمایا:

"تم نے تمام حاضرین میں سے صرف مجھ کو سلام کیوں کیا؟"

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کی تربیت نہایت اعلیٰ معیار پر کی تھی۔ وہ انھیں بطور خاص ہمسایوں کے حقوق سے آگاہ کرتے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے دیکھا کہ ان کا بیٹا عبدالرحمٰن اپنے ہمسایے سے تکرار کر رہا ہے تو بیٹے سے فرمایا۔

"اپنے ہمسائے سے مت جھگڑو کیوں کہ یہ ہمسایہ تو یہیں رہے گا اور لوگ (تمھاری تکرار کی خبریں لے کر) چلے جائیں گے۔"

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں یمن میں ایک اور فتنے نے سر اٹھایا جسے طاقت استعمال کر کے ختم کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کی وفات پر بعض یمنی یہودی عورتوں اور حضرموت سے بعض بد بخت خواتین نے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر بڑی خوشی منائی۔ انھوں نے اس موقع پر فسق و فجور اور لہو و لعب پر مشتمل رنگین راتوں کا اہتمام کیا جن میں وہ بدکاری کی ترغیب دیتی تھیں۔ ان راتوں میں شیطان اور اس کے چیلے ان کے ساتھ مل کر رقص کرتے رہے۔ لوگوں کے دین اسلام سے منحرف ہونے، سرکشی اور بغاوت کی دعوت دینے اور مسلمانوں کے خلاف سر بر پیکار ہونے پر شیطان، اس کے چیلے اور یہ خواتین بے حد خوش تھیں۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بے حیائی اور فواحش کی دل دادہ تھیں۔ جب اسلام آیا تو اس نے اپنی نظافت و پاکیزگی کی بناء پر انھیں ان کی بے ہودگیوں سے روک دیا۔ یہ ممانعت انھیں ایسی لگی جیسے وہ کسی جیل میں بند ہوگئی ہوں جس میں

Scanned with CamScanner

ان کی سانس بند ہو جائے گی اور وہ دم گھٹنے سے مر جائیں گی، اسی لیے جب انھیں پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات کی خبر ملی تو انھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف اپنے خبث باطن کا برملا اظہار شروع کر دیا۔ انھوں نے ہاتھوں پر مہندی لگائی اور خوشی سے دف بجا بجا کر گیت گانا شروع کر دیے۔ اسود عنسی کی نئی حکومت نے ان کی دلی تمنائیں پوری کر دیں۔ ان خواتین کی اکثریت امیر لوگوں میں سے تھی اور بقیہ یہودی عورتیں تھیں۔ یہودی اور عربی روٗسا دونوں گروہوں کے بہت سے مفادات اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے اور اسلام کی عمارت کو گرانے سے ہی حاصل ہو سکتے تھے۔ تاریخ میں اس تحریک کو ''حرکتہ البغایا'' یعنی بدکار عورتوں کی تحریک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ تیس کے قریب بدکار عورتیں تھیں جو حضر موت کے دیہاتوں اور بستیوں میں آباد تھیں۔ ان میں سے مشہور ترین ''ہر بنت یامن'' یہودیہ تھی۔ اس کی زنا کاری ضرب المثل بن چکی تھی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہاں پر موجود اپنے گورنر مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں ان بدکار عورتوں کے معاملے میں احتیاط کے ساتھ جلدی اور سختی کرنے کا یوں حکم دیا۔

> ''جب میرا یہ خط تمھیں مل جائے تو تم اپنے پیدل اور گھڑ سوار دستوں کے ساتھ ان عورتوں کی طرف روزانہ ہو جانا اور ان کے ہاتھ کاٹ ڈالنا۔ اگر تمھارے راستے میں کوئی شخص رکاوٹ بنے تو اسے دلیل سے سمجھانا اور ان کے سنگین جرم سے اسے آگاہ کرنا۔ اسے بتانا کہ اس کی یہ مزاحمت گناہ کی حمایت اور اسلام دشمنی کے مترادف ہے، اگر وہ لوٹ جائے تو اس کا عذر قبول کر لینا اور اگر وہ اپنے موقف پر ڈٹ جائے تو تم اس سے بھی جنگ کرنا۔ بلاشبہ اللہ خیانت کاروں کے فریب کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔''

سیدنا مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے جب آپ کا یہ مکتوب پڑھا تو اپنے جوانوں اور گھڑ سوار دستوں کو ساتھ لے کر ان خبیث عورتوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن حضر موت اور کندہ کے کچھ لوگ ان کے آڑے آ گئے۔ آپ نے انھیں سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ مرنے مارنے پر تل

Scanned with CamScanner

گئے، تاہم ان میں سے کچھ لوگ بات سمجھ گئے اور واپس چلے گئے۔ مسلمانوں نے باقی ماندہ دشمنان اسلام کو عبرت ناک شکست سے دو چار کیا اور ان باغی خبیث عورتوں کے ہاتھ کاٹ دیے۔ ان میں سے اکثر مر گئیں اور کچھ کوفہ بھاگ گئیں۔ انھیں اپنے کیے کی سزا اسلام کے نظام عدل کے مطابق مل گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے امیر نے انھیں گرفتار کر کے ان پر بغاوت کی حد جاری کر دی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے صاحب بصیرت، بالغ نظر اور معاملہ فہم خلیفہ تھے، اس لیے جہاں ضرورت ہوتی بڑا سخت موقف اختیار کرتے اور جہاں عفو و درگزر سے کام لینے کی ضرورت ہوتی عفو درگزر سے کام لیتے۔ آپ کی دلی تمنا تھی کہ مختلف قبائل اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ یہ آپ کی حکیمانہ سیاست تھی کہ سرکش قبائل کے زعماء میں سے جو حق کی طرف لوٹ آتے، ان سے درگزر فرماتے۔ جب آپ نے یمن کے مرتد قبائل کو اپنا مطیع کر لیا، اسلامی حکومت اور مسلمانوں کی عظیم قوت و طاقت کا مظاہرہ کر دکھایا تو مرتد قبائل دوبارہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور اسلامی حکومت کے زیر نگیں آ گئے۔ اب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ ان قبائلی زعماء کی تالیف قلبی کے لیے ضروری ہے کہ ان کے خلاف قوت استعمال کرنے کے بجائے نرمی اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے، لہٰذا انھوں نے ان سرداروں کی سزا معاف کر دی، ان سے نرم رویہ اختیار کیا اور یوں ان کے قبائلی اثر و رسوخ کو اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں استعمال کیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہر کام میں عالی ہمتی اور مستقل مزاجی کا ثبوت دیا۔ وہ نبی ﷺ کے نہایت سچے پیروکار تھے اور اپنی زندگی کو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے قالب میں ڈھال لیا تھا۔ انتہائی بامقصد زندگی بسر کی اور جو قدم اٹھایا نہایت سوچ سمجھ کر اٹھایا، جس سے تعلق قائم کیا اللہ کی رضا کے لیے کیا اور ہر معاملے میں اطاعت رسول ﷺ کو سامنے رکھا۔ ان کی سختی اور نرمی سب اسلام کے لیے تھی اور اسلام ہی ان کا مرکز عمل تھا۔ ان کی کتاب حیات کا ہر ورق حسن سیرت سے معمور تھا اور ہر صفحہ صالحیت کا دل آویز آئینہ تھا۔ ان کا رہن سہن،

Scanned with CamScanner

ان کی معاشرت، ان کے طور طریقے، ان کے گفتار و کردار کی ہر جھلک، اطاعت خداوندی اور تعلیمات نبوی سے ہم رنگ تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لوگو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ کفر اور اسلام کے درمیان اصل فرق نماز کا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اللہ اور رسول ﷺ کے اس فرمان پر کامل ایمان تھا، اس لیے انھوں نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ نماز ضرور پڑھیں گے، لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اور یہی صحیح تھا کہ جس طرح نماز فرض ہے، اسی طرح زکوٰۃ فرض ہے۔ مسلمان وہ ہے جو دونوں کو برابر کا درجہ دیتا اور دونوں پر عمل کرتا ہے۔ جو شخص زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرے، اگرچہ نماز پڑھتا ہو، اس سے باقاعدہ جنگ کی جائے گی اور انھوں نے جنگ کی۔ [ہیکل]

جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد حفاظ قرآن کی بھی تھی۔ اسی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تدوین کا منصوبہ بنایا۔ انھوں نے چمڑے کے ٹکڑوں، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں پر لکھے ہوئے قرآن مجید اور حفاظ کرام کے سینوں میں محفوظ قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہتمام کیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس عظیم دینی اور تاریخی کام کی ذمہ داری سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے شہداء کی خبر ملنے پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، میں حاضر ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''میرے پاس عمر رضی اللہ عنہ آئے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے 'جنگ یمامہ میں بہت سے قرائے کرام شہید ہو گئے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر اسی طرح مختلف جنگوں میں حفاظِ قرآن اور قرائے کرام شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بڑا حصہ ان کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ آپ قرآن مجید

Scanned with CamScanner

کوایک جگہ جمع کرنے کا حکم جاری فرمائیں۔' اس پر میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میں ایسا کام کیسے کرسکتا ہوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ 'سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا اللہ کی قسم! یہ کام بہت بہتر ہے۔' پھر عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے مسلسل اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور عمر رضی اللہ عنہ کی طرح میں بھی قائل ہوگیا۔"

سیدنا زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

"بے شک آپ ایک جوان اور عقل مند آدمی ہیں۔ ہم آپ کو کوئی اتہام بھی نہیں دیتے۔ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی وحی لکھا کرتے تھے، لہٰذا قرآن مجید کو تلاش کر کے یکجا کر دیجیے۔"

سیدنا زید فرماتے ہیں "اللہ کی قسم! اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو دوسری جگہ
منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ میرے لیے قرآن مجید کو جمع کرنے سے زیادہ مشکل نہ ہوتا۔ میں
نے قرآن مجید کو کھجور کی ٹہنیوں، پتھر کی سلیٹوں، چمڑے کے ٹکڑوں، اونٹوں کے شانوں کی ہڈیوں
سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور مسلمانوں کے سینوں سے حاصل کر کے لکھنا اور جمع کرنا شروع کر دیا حتیٰ
کہ مجھے سورۂ توبہ کا آخری حصہ سیدنا ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملا۔ [بخاری]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اور عیاض رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا
تھا کہ وہ ان فوجیوں کو ساتھ لے کر جائیں جو مرتدین کے خلاف جہاد میں شرکت کر چکے تھے یا
ان مسلمانوں کو ترجیح دیں جو اس فتنے میں ثابت قدم رہے تھے اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات کے بعد مرتد ہوگئے تھے ان میں سے کسی بھی شخص کو ساتھ لے کر نہ جائیں حتیٰ کہ خلیفہ ان
کے بارے میں کوئی فیصلہ کرلیں، چنانچہ ان جنگوں کی ابتداء میں کوئی سابق مرتد شریک نہ
ہوسکا، البتہ جب ان کی استقامت ثابت ہوگئی تو بعد میں وہ بھی شریک ہوگئے۔ [طبری]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین

Scanned with CamScanner

سے مال آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں منادی کرادی۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی کو مال دینے کا وعدہ کیا تھا تو وہ ہمیں آ کر بتائے۔ ہم آپ ﷺ کے وعدے کا ایفا کریں گے۔ میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دونوں ہاتھ جوڑ کر پیالہ سا بناتے ہوئے فرمایا تھا:

"جب بحرین سے مال آئے گا تو میں تمھیں اس طرح اور اتنا مال دوں گا۔"

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لپ بھر کر درہم دیے اور کہا انھیں شمار کرو۔ میں نے شمار کیا تو وہ پانچ سو تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک ہزار اور لے لو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ہر اس شخص کو دیا جس سے رسول اللہ ﷺ نے وعدہ کیا تھا۔ [بخاری، مسلم]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو لکھا:

"ایرانیوں کے ساتھ نرمی کرنا اور جو قومیں ان کے ملک میں آباد ہیں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہادی کمانڈروں کو اہلِ عراق اور کسانوں سے خصوصی ہمدردی کا حکم دیا۔ ان کی تڑپ اور طلب یہ تھی کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اُن کے ذرائع پیداوار محفوظ ہو جائیں۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ ان کے بغیر کوئی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ کاشتکاری نہایت اہم پیشہ اور لوگوں کے روزگار اور معیشت کا بڑا اہم ذریعہ ہے۔

جب سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فوجی کمک طلب کی تو انھوں نے سیدنا قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ آپ سے کہا گیا "کیا آپ صرف ایک شخص کو ایسے آدمی کے لیے بطور کمک بھیج رہے ہیں جس کا لشکر پسپا ہو چکا ہے؟"

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جس لشکر میں قعقاع جیسے جری ہوں وہ کبھی شکست نہیں کھاتا۔"

Scanned with CamScanner

یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فراست تھی جو آنے والے واقعات کی روشنی میں صحیح ثابت ہوئی۔ یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ علم الرجال کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ انھیں بیشتر لوگوں کی مختلف صفات اور مہارتوں کا بخوبی علم تھا۔ [طبری]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اہلِ فارس کے خلاف ہونے والے پہلے باضابطہ معرکے میں مسلمانوں کی قیادت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور اہل فارس کی قیادت ہرمز کے ہاتھ میں تھی۔ ہرمز اپنی خباثت اور بدباطنی میں بڑا مشہور تھا۔ اس نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک خفیہ چال چلی۔ اس نے اپنے باڈی گارڈز کے ساتھ مل کر پروگرام بنایا کہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقابلے کا چیلنج دے گا اور چیلنج دیتے ہی اس کے محافظ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ پر دھوکے سے حملہ کر دیں گے، لہٰذا ہرمز آگے بڑھا۔ اس نے سیدنا خالد کو مقابلے کے لیے للکارا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا چیلنج قبول کر لیا۔ وہ مقابلے کے لیے فوراً میدان میں اتر آئے۔ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی شمشیرِ تابدار کی زد میں لے لیا۔ اس دوران ہرمز کے محافظ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے سیدنا خالد کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سیّدنا خالد ہرمز کو قتل کرنے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن خود کو بھی دشمن کے نرغے میں پایا۔ اب ان کے چاروں طرف ہرمز کے باڈی گارڈز کی تلواریں چمک رہی تھیں لیکن وہ ذرا بھی ہراساں نہیں ہوئے۔ اسی دوران شیر دل مجاہد قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو وہ اپنے گھڑ سواروں کے ساتھ ہرمز کے باڈی گارڈز پر ٹوٹ پڑے۔ اُدھر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں سے خوب نبٹ رہے تھے، چنانچہ قعقاع رضی اللہ عنہ اور خالد نے مل کر ہرمز کے تمام باڈی گارڈز کو قتل کر دیا۔ [طبری] ادھر سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ کے پیچھے مسلمانوں نے ہرمز کی فوج پر ایسا حملہ کیا کہ ایرانی فوج شکست کھا گئی۔ یہ پہلا موقع تھا جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی ہوئی بات سچ ثابت ہوئی۔ انھوں نے فرمایا تھا:

”جس لشکر میں قعقاع جیسے جواں مرد ہوں وہ کبھی شکست نہیں کھایا کرتا۔“

[طبری]

Scanned with CamScanner

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب فتنہ ارتداد سے فارغ ہوئے تو ان کی توجہ اہل فارس کی جانب مبذول ہوئی کیوں کہ وہ نوازئیدہ اسلامی مملکت کے لیے مستقل خطرہ تھے اور انھوں نے فتنہ ارتداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ بصرہ سے چار میل کے فاصلے پر الحفیر نامی جگہ پر ہونے والی اس جنگ میں ایرانی فوج نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ وہ فرار نہ ہوسکیں۔ انھی زنجیروں کی وجہ سے اس معرکے کا نام ذات السلاسل پڑ گیا، یعنی زنجیروں والا معرکہ۔

مسلمانوں کو اس جنگ میں ایک ہزار اونٹوں کے ''سامانِ حمل'' کے برابر مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ اس مال غنیمت میں ہرمز کی شاہی ٹوپی بھی تھی۔ لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ ٹوپی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی حسن کارکردگی پر انھیں بطور انعام مرحمت فرمائی۔ اس کی قیمت ایک لاکھ درہم کے برابر تھی۔ اس میں قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ ایرانی اپنے کمانڈروں کے مقام و مرتبے کے مطابق ان کی ٹوپیاں تیار کرتے تھے۔ جو کمال درجے کے شرف و مقام تک پہنچ جاتا اسے ایک لاکھ درہم کی ٹوپی پہناتے تھے۔ ہرمز بھی ان اعلیٰ ترین کمانڈروں میں سے تھا۔ [طبری]

جب سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہونے لگے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! اگر آپ نے مجھے اپنے لیے آزاد کیا تھا کہ میں آپ کے ساتھ رہوں اور اپنی مرضی نہ کروں تو میں آپ کے ساتھ رہنے کے لیے تیار ہوں۔ اور اگر آپ نے مجھے اللہ کی رضا کے لیے آزاد کیا تھا کہ میں اپنی جان کا مالک ہو جاؤں اور اپنے نفع کا کام کرسکوں تو پھر مجھے جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت دے دیجیے۔ کیوں کہ مجھے یہاں مقیم رہنے کے بجائے جہاد کرنا زیادہ پسند ہے۔''

اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو میں تمھیں مزید قیام پر مجبور نہیں کروں گا۔ میں تو تمھیں صرف اذان دینے کے لیے یہاں روکنا چاہتا تھا۔ یقیناً مجھے تمھاری جدائی بڑی محسوس ہوگی۔ اس لیے اگر اس جدائی کے بغیر چارہ نہیں جس کے بعد ہوسکتا ہے دوبارہ ملاقات نہ ہو، تو ٹھیک ہے۔ اے بلال! نیک عمل کرنا جو دنیا سے جاتے ہوئے تمھارا

Scanned with CamScanner

زادِ راہ ہوں۔ جب تک تم زندہ رہو اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی نعمتوں کے ساتھ نوازے اور تمھاری وفات کے بعد تمھیں اجر عطا کرے۔"

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیکی پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ میرے محسن اور بہترین دینی بھائی ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی اطاعت، حق پر ثابت قدمی اور نیک اعمال کی بجا آوری کے لیے آپ کے یہ احکام ہمارے لیے نئے نہیں ہیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کا مؤذن نہیں بننا چاہتا۔" پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ بن حذیم جمحی کے ساتھ چلے گئے۔ [فتوح الشام]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم اصول یہ تھا کہ مفتوحہ علاقوں میں عدل وانصاف اور امن وسکون مہیا کیا جائے تاکہ لوگوں کو اسلامی حکومت اور باطل حکومت کے مابین واضح فرق محسوس ہو اور لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ ظالم و جابر حکومت ختم ہونے کے بعد بھی ظلم و جبر جُوں کا توں ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈروں کو لوگوں کے ساتھ رحم دلی، عدل وانصاف اور حسن سلوک کا حکم دیا تاکہ ان کے دل میں بغاوت کا جذبہ نہ بھڑک اٹھے۔ مغلوب اقوام ہمیشہ نرمی اور نوازش کی محتاج ہوتی ہیں۔ مسلمانوں نے مفتوح علاقوں کے افرادی وسائل اور عمارتوں کو محفوظ رکھا۔ مفتوحہ اقوام نے انسانیت دوست اور اعلیٰ ذوق کی حامل ایک نئی حکومت کا مشاہدہ کیا جس نے مغلوب اقوام میں عدل وانصاف قائم کیا اور نور اسلام کو عام کیا جو دلوں کو مسخر کرتا چلا گیا اور لوگ دھڑا دھڑ اسلام قبول کر کے اسلامی جھنڈے تلے آنے لگے۔

فتوحات اسلامی کی ابتداء میں مسلمانوں کے جنگی پلان اس لحاظ سے ممتاز تھے کہ ان کی تیاری عقل وخرد، ذہانت و فطانت اور فراست وتدبر سے مالا مال خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عسکری پلان کی وسیع تربیت رسول اللہ ﷺ کی طویل رفاقت میں حاصل کی تھی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کی تعلیم وتوجہ سے متعدد علوم اور تجربات سیکھے تھے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد انھوں نے خلافت کی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھائیں۔ انھوں نے بڑی دور اندیشی اور فہم وبصیرت

Scanned with CamScanner

سے کام لیا۔ اپنے لشکر کو اعلیٰ ترین نصائح سے نوازا اور نہایت مناسب وقت پر اپنے مجاہدین کو امداد بہم پہنچاتے رہے اور انھیں ہمت وعزیمت کا سبق دیتے رہے۔

اس کے برعکس رومی اور فارسی لشکر جب کسی علاقے کو فتح کرتے تھے تو اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے تھے۔ اہل علاقہ کو خوفزدہ اور مرعوب کردیتے تھے۔ حرمتوں کو پامال کردیتے تھے۔ گویا لوگوں کو شدید ترین تباہی اور ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑتا اور اس خوف و ہراس کی داستانیں نسل در نسل منتقل ہوتی چلی جاتی تھیں۔

عجمی قوموں کا وتیرہ تھا کہ جب وہ کسی دشمن پر غالب آجاتے تو وہ اس ملک اور بادشاہ کی ہر چیز اپنے لیے حلال کرلیتے تھے اور اپنی فتح کے اعلان اور بادشاہ کو خوشخبری دینے کے لے مخالفین کے سر کاٹ کر بھیجتے تھے۔ رومیوں کے ساتھ جنگ میں اسلامی کمانڈروں نے بھی ان کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہا، چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے ایک شامی لیڈر بنان کا سر عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ جب عقبہ رضی اللہ عنہ یہ سر لے کر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے سخت برہمی کا اظہار کیا۔ عقبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "اے خلیفتہ الرسول! یہ لوگ اپنے دشمن کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں۔" اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا "کیا روم اور فارس کی تقلید کی جائے گی؟ آج کے بعد میرے پاس کسی کا سر پیش نہ کیا جائے، صرف خط اور خبر کافی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے ایک مثالی معاشرہ قائم کردیا تھا۔ اس معاشرے میں آخرت کی جواب دہی کا تصور انتہائی مضبوط تھا۔ معاشرے میں جرائم نہ ہونے کے برابر تھے۔ پھر بھی کبھی کبھار ایسے لوگ سامنے آجاتے جو خبیث النفس ہوتے، شیطان ان پر ہر وقت حاوی رہتا اور وہ بری عادتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ ایک مرتبہ یمن سے ایک شخص آیا، اس کا دایاں ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ اس نے اپنے گورنر کی شکایت کی کہ میں تو بڑا نیک اور پارسا ہوں، گورنر نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

اسی رات سیدنا ابوبکر صدیق کی اہلیہ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیس کا ہار گم ہوگیا۔ وہ شخص

Scanned with CamScanner

بھی ان کے ساتھ مل کر ہار تلاش کرنے لگا اور ساتھ ساتھ اس شخص کے لیے بددعائیں بھی کرنے لگا جس نے ایسے نیک لوگوں کے گھر میں چوری کی ہے۔ بعد میں وہ زیور ایک سنار کے پاس سے مل گیا، جس کا کہنا تھا کہ یہ ہار وہی یمنی شخص لایا تھا۔ اس شخص نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا۔ سزا کے طور پر اس کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "واللہ! اس کا اپنے خلاف بددعا کرنا میرے نزدیک چوری سے کہیں زیادہ سنگین بات ہے۔" [الطنطاری]

اوّلیات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

1۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

2۔ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے سرعام اسلام کی دعوت کے لیے خطاب کیا۔

3۔ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام کے لیے مار کھائی۔

4۔ سب سے پہلے قرآن جمع کیا۔

5۔ سب سے پہلے قرآن کا نام مصحف رکھا۔

6۔ سب سے پہلے انھیں خلیفہ کا لقب دیا گیا۔

7۔ سب سے پہلے خلیفہ بنے جن کے والد زندہ تھے۔

8۔ سب سے پہلے خلیفہ تھے جو اپنے والدین کی زندگی میں فوت ہوئے۔

9۔ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے اپنی رعایا کے لیے عطیات مقرر کیے۔

10۔ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے بیت المال قائم کیا۔

11۔ اسلام میں سب سے پہلے شخص ہیں جنھیں کوئی لقب دیا گیا۔ یہ لقب عتیق تھا۔

12۔ شیخ الاسلام کا لقب بھی سب سے پہلے انھی کو دیا گیا۔

13۔ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے محض اس لیے قے کردی تاکہ کوئی شبہ والی چیز ان کے پیٹ میں نہ جائے۔

14۔ اسلام میں یہ پہلے شخص ہیں جن کی بیوی نے ان کو غسل دیا۔

Scanned with CamScanner

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے 142 احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے 6 احادیث بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں آتی ہیں۔ وہ احادیث جو صرف صحیح بخاری میں آتی ہیں ان کی تعداد 11 ہے۔ جبکہ ایک حدیث ایسی ہے جو صرف صحیح مسلم میں آتی ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جب فلسطین بھیجا تو انھیں نصیحت فرمائی کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باپ جیسی شفقت کا مظاہرہ کرنا۔ چلنے میں آسانی اور اعتدال ملحوظ خاطر رکھنا کیونکہ ان میں کمزور افراد بھی ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کمانڈروں نے سفر کرنے میں نرمی کرنے کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے وقت اپنے ساتھ ایک گائیڈ رکھتے تھے اور ایسے آسان ترین راستوں کا انتخاب کرتے تھے جن میں پانی اور گھاس وافر مقدار میں موجود ہوتا تاکہ دشمن کی طرف دقت کے بغیر سفر جاری رکھا جا سکے اور لشکر کی قوت کمزور اور حوصلے پست نہ ہونے پائیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوالِ زریں

- موت کا شوق رکھو آپ کو زندگی عطا کی جائے گی۔
- اپنے نفس کی اصلاح کرلو، لوگوں کا رویہ تمہارے ساتھ خود بخود درست ہو جائے گا۔
- کثرت کلام بعض ضروری اور اہم باتوں کو بھلا دیتا ہے۔
- اللہ تعالٰی اُس شخص پر رحم کرتا ہے جو اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔
- بھلائی کے کام مصائب میں گرنے سے بچاتے ہیں۔
- ایسی خیر کوئی خیر نہیں جس کے بعد جہنم میں جانا پڑے۔ ایسا شر کوئی شر نہیں جس کا انجام جنت ہو۔
- ایسے آدمی کا کوئی دین مذہب نہیں جس کے دل میں ایمان کی شمع روشن نہیں ہے۔ جو اللہ سے اجر و ثواب کی نیت نہیں رکھتا اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔ ایسے بندے کا کوئی عمل قابل قبول نہیں جس کی نیت درست نہ ہو۔

کاش ...

Scanned with CamScanner

حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام میں اپنے کمانڈروں کو خصوصی تاکید فرمائی کہ وہ دشمن کے سفیروں کی عزت تو ضرور کریں مگر ان کی طرف سے خوب چوکنے اور خبردار بھی رہیں، تاکہ وہ اسلامی لشکر کی کمزوریوں سے واقف نہ ہونے پائیں۔ آپ نے انھیں حکم دیا کہ دشمن کے سفیروں کو اسلامی لشکر میں داخل نہ ہونے دیں۔ نہ کسی مجاہد سے انھیں کوئی بات کرنے دیں۔

آپ نے سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

> ”تمھارے پاس دشمن کے سفیر آئیں تو ان کو عزت کے ساتھ ٹھہراؤ۔ یہ تمھاری پہلی اطلاع ہوگی جو ان تک پہنچے گی۔ انھیں اپنے پاس زیادہ دیر نہ رہنے دو تاکہ وہ تمھارے لشکر کی اطلاعات لیے بغیر چلے جائیں۔ ان کے ساتھ بذاتِ خود مذاکرات کرنا، اپنے ساتھیوں کو ان سے گفتگو کرنے سے منع کرنا اور اپنے رازوں کو سرِ محفل بیان نہ کرنا، اس سے تمھارا عمل بگڑ جائے گا۔“ [سعودی: بروج الذھب]

حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خدشہ ہوا کہ بعض مرتد قبائل مدینہ منورہ پر رات کے وقت چڑھائی کریں گے تو انہوں نے رات کے وقت مدینہ منورہ کے راستوں پر محافظ مقرر کر دیے۔ جب انہوں نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدین کے خلاف محاذ آرائی کے لیے روانہ کیا تو انہیں خبردار کیا کہ دشمن کے دھوکے اور شب خون سے بچاؤ کی تدبیر ضرور کرنا۔ آپ نے انھیں حکم دیا:

> ”رات کے اچانک حملے سے بچنے کے لیے حفاظتی انتظام کرنا کیونکہ عربوں میں یہ چیز پائی جاتی ہے کہ وہ اچانک حملہ کرتے ہیں۔“

اسی طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شامی لشکروں کے کمانڈروں کو بھی اپنے فوجی کیمپوں کی حفاظت کے لیے سیکورٹی گارڈز مقرر کرنے کی نصیحت کی تھی تاکہ مجاہدین کو دشمن کے دھوکے سے بچایا جاسکے۔ آپ نے انھیں حکم دیا کہ محافظوں پر گاہے بگاہے چھاپہ مار کر ان کو چیک کرتے رہیں کہ وہ اپنی ذمے داری کما حقہ پوری کر رہے ہیں یا نہیں۔ اس کی مثال آپ کا یہ

Scanned with CamScanner

فرمان ہے جو آپ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا تھا:

"اپنے محافظوں میں اضافہ کرنا اور دن رات میں ان پر وقتاً فوقتاً چھاپہ مارتے رہنا۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن عاص کو حکم دیا:

"رات کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ لمبی مجلس کرنا، ان کے ساتھ گھل مل کر بیٹھنا۔"

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمانڈروں نے اپنے اپنے لشکر کے سفر اور قیام کے دوران مؤثر حفاظتی اقدامات کیے اور آپ کے فرامین کو مشعل راہ بنایا۔ [واقدی]

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں "سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اپنے اقرباء کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے قریبی عزیزوں سے صلۂ رحمی کرنا مجھے زیادہ عزیز ہے۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈروں اور لشکریوں کو احکام و ہدایات دیتے وقت حقوق اللہ کی وضاحت بھی فرمائی، مثلاً دشمن کے سامنے صبر و ثبات کا مظاہرہ، جنگ میں اللہ کے لیے اخلاص، ادائے امانت کا انتظام اور اللہ کے دین کی نصرت میں ذاتی محبتوں اور تعلقات کی قربانی۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی ریاست نے منظم صورت اختیار نہیں کی تھی اور نہ ہی حکومت کے مختلف شعبے اور محکمے قائم ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت بے حد مختصر تھا اور پھر اس کا اکثر حصہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے زبردست مسائل کے حل میں صرف ہو گیا، یہ ایک ایسی ہنگامی صورت حال تھی جس میں اسلامی ریاست کا وجود ہی خطرے میں پڑ چکا تھا، قبائلی تعصبات، جھوٹی نبوتوں اور ارتداد و بغاوت کے فتنوں نے اسلام کو ایک زبردست چیلنج دے دیا تھا۔ اس عالم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولین ذمہ داری ان فتنوں کا استیصال کرنا اور اسلام کی عسکری و سیاسی قوت کی دھاک بٹھانا تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انتہائی تدبر، جرأت اور مستقل مزاجی سے یہ مقصد حاصل کر لیا۔ وہ مملکت جس کا شیرازہ حضور ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی بکھرتا نظر آ رہا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تاریخی اقدامات کی بدولت از سر نو ایک ناقابلِ تسخیر قوت کی صورت میں منظم ہو گئی۔ مسلمانوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پکار پر متحد ہو کر ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ مرکز اسلام نے نہ صرف مملکت کے اندر منظم ہونے والے باغیوں اور سرکشوں کا قلع قمع کر دیا بلکہ وہ روم و ایران ایسی عظیم سلطنتوں کے دروازوں پر بھی دستک دینے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ''ملکوں کی فتح عظیم'' کا آغاز ہوا۔

ملت اسلامیہ پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ اتنا بڑا احسان ہے کہ اگر آپ مزید کوئی خدمت سرانجام نہ بھی دیتے تو بھی آپ کی عظمت کا انکار محال تھا لیکن آپ نے صرف اسلامی

Scanned with CamScanner

مملکت کے تحفظ ہی کا فریضہ سرانجام نہیں دیا بلکہ عملاً دنیا کے سامنے حکمرانی کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جس کی مثال تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عہد حکومت خلافت علیٰ منہاج نبوت کا بہترین نمونہ تھا۔ آپ کو لوگوں نے شروع شروع میں خلیفۃ اللہ کہہ کر پکارا تو آپ نے فرمایا ''میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں اور اسی لقب سے مسرور ہوں۔'' [تاریخ الخلفاء]

حضور ﷺ کے خلیفہ اوّل کی حیثیت سے آپ کا مشن بھی غلبہ اسلام تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی حکومت بادشاہت یا شخصی آمریت کے برعکس سیاست کی اصطلاح میں ایک مکمل دستوری حکومت تھی جس میں اقتدار کا سرچشمہ کوئی شخص، خاندان، گروہ یا جمہور نہیں بلکہ اللہ کی ذات تھی۔ رعایا اور حکمران دونوں خدا کے قانون کے پابند تھے، صدیق اکبر کے سامنے ایک ایسا معاشرہ قائم کرنے کا مقصد تھا جس میں بلند انسانی اقدار کو فروغ حاصل ہو، انسان کے بنیادی حقوق محفوظ ہوں، تنقید و محاسبہ کی مکمل آزادی ہو، اُخوت و مساوات جس کی روح ہو اور عدل اجتماعی، امن اور مسرت و خوشحالی جس کا طرۂ امتیاز ہو، لہٰذا آپ کی حکومت کا نظام اپنے تمام شعبوں کے ساتھ اسی اعلیٰ مقصدیت کا آئینہ دار تھا۔ محمد حسین ہیکل آپ کے طرز حکمرانی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکومت کا نظام نہایت سادہ اور بدویانہ طرز کا تھا۔ اپنے عہد کی منظم اور متمدن سلطنتوں کا رنگ انھوں نے بالکل قبول نہ کیا۔ عہد رسالت سے اتصال کے باعث ان کا عہد رسول اللہ ﷺ کے عہد سے بڑی حد تک مشابہ ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھولے سے بھی وہ کام نہ کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ ناپسند کرتے تھے اور وہ کام کرنا باعثِ سعادت سمجھتے تھے جو آپ ﷺ نے کیا تھا۔ لیکن وہ جامد مقلدین کی طرح نہ تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کا کامل نمونہ اختیار کرنے کی وجہ سے ان کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھل چکا تھا یہی اجتہاد تھا جس کے باعث اللہ نے ان کے ذریعے سے عراق اور شام فتح کرائے اور ان کے ہاتھ سے ایسی متحدہ سلطنت کی بنیاد رکھوائی جس کا دستور العمل احکام الٰہی اور شوریٰ پر مبنی تھا۔ وہ افراط و

Scanned with CamScanner

تفریط سے ہمیشہ پاک اور اللہ کے نور سے حصہ لے کر ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ یہ خیال ہر وقت اُن کے دل میں جاگزیں رہتا تھا کہ جہاں وہ بندوں کے سامنے جواب دہ ہیں وہاں اللہ کے سامنے بھی جواب دہ ہیں اور وہ قیامت کے دن ان سے ان کے تمام اعمال کا حساب لے گا اور بندوں کے سامنے جواب دہی کا یہی تصور تھا جس نے ہمیشہ آپ کو صراط مستقیم پر گامزن کیے رکھا اور ان کا قدم ایک لمحے کے لیے بھی جادۂ استقامت سے ہٹنے نہ پایا۔ [ہیکل: ابوبکر صدیق]

شورائی طرزِ حکومت

حضور ﷺ کے خلیفہ اوّل نے جس طرز حکمرانی کو رائج کیا وہ ایک جمہوری یا شورائی نظام تھا جس میں قرآنی احکام کی روشنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین سے مشورہ لازمی تھا۔ آپ کی خلافت بھی عوام کے مشورے سے قائم ہوئی تھی۔ پہلے مہاجرین و انصار کے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں آپ کے انتخاب کی توثیق کی گئی اور پھر عوام نے اس کی تائید و حمایت کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے عہد میں کسی بھی مسئلے کا مشاورت کے بغیر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جیش اُسامہ رضی اللہ عنہ ہو یا منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی، مرتدین کا استیصال ہو یا جمع و تدوین قرآن آپ نے ہر اہم معاملے میں شوریٰ کے اصول پر عمل کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی معاملہ آتا تھا تو آپ سب سے پہلے اس کے بارے میں قرآنِ حکیم سے رہنمائی لیتے تھے۔ اگر وہاں کوئی حکم یا اشارہ نہ ملتا تو احادیثِ نبوی ﷺ سے رجوع کرتے۔ اگر حدیث نبوی ﷺ میں کچھ نہ ملتا تو مسلمانوں سے پوچھتے کہ اس خاص معاملے کے بارے میں کیا کسی کو حضور ﷺ کی سنت کا علم ہے۔ اگر کوئی بتا دیتا تو آپ مطمئن ہو جاتے کہ سنت رسول ﷺ کو جاننے والے ان کی رہنمائی کے لیے موجود ہیں۔ اگر آپ کو کوشش کے باوجود کوئی حدیث نہ ملتی تو پھر آپ اہل الرائے کو طلب فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑی کشادہ دلی سے اُنھیں مشورے کی دعوت دیتے اور صبر و تحمل سے ان کی گفتگو سنتے۔ کامل غور و فکر کے بعد جب آپ کسی کی رائے سے اتفاق فرماتے یا اپنی رائے کو مستند سمجھتے اور ایک فیصلہ کر لیتے پھر پوری قوت سے اس پر ڈٹ جاتے۔

Scanned with CamScanner

مجلسِ شوریٰ

ابن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تھا جس میں اہل رائے اور اصحابِ فقہ سے مشورے کی ضرورت ہوتی تھی اور اِس مقصد کے لیے وہ مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگوں کو بلاتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف، معاذ رضی اللہ عنہ بن حبل، ابی رضی اللہ عنہ بن کعب اور زید رضی اللہ عنہ بن ثابت کو ضرور بلاتے تھے۔ گویا ان معاملہ فہم اور اہل الرائے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم پر مشتمل آپ نے ایک مجلس شوریٰ قائم کر رکھی تھی جو اجتماعی معاملات میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیتی اور جن کی مدد سے خلیفہ اوّل اپنی سیاسی حکمت عملی کو متعین فرماتے تھے۔ بعض وقتی اور فوری مصالح کے تحت آپ ان ارکان شوریٰ کی تعداد میں حسب ضرورت اضافہ کر دیتے تھے۔

تقسیم مملکت اور صدیقی گورنر

چونکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی مملکت کا رقبہ وسیع تر ہوتا جاتا تھا اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے نظم ونسق کو بہتر بنانے کے لیے اس کو مختلف صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کے جدا جدا حاکم مقرر کر دیے جن کی تفصیل یہ ہے:

	علاقہ	صدیقی حکام
(1)	مکہ (حجاز)	حضرت عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ
(2)	طائف (حجاز)	حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ
(3)	صنعاء (یمن)	حضرت مہاجر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ
(4)	حضرموت (یمن)	حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ
(5)	خولان	حضرت یعلی بن منیبہ رضی اللہ عنہ

Scanned with CamScanner

(6)	زبید و رمع (یمن)	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
		حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
(7)	جند	حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ
(8)	بحرین	حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ
(9)	نجران	حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ
(10)	دومتہ الجندل	حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ
(11)	عراق	حضرت عبداللہ بن ثور رضی اللہ عنہ
(12)	جرش	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ
(13)	حمص (شام)	حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ
(14)	اُردن (شام)	حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ
(15)	دمشق (شام)	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
(16)	فلسطین	

اِس مملکت کا مرکز مدینہ تھا جو براہ راست خلیفہ کے ماتحت تھا۔

گورنروں کے فرائض

اسلام کے عہد اوّل میں گورنر خود مختار ہوتے تھے مگر بعد میں ان کے اختیارات محدود کر دیے گئے۔ عہد صدیقی کے گورنروں کے فرائض کی تفصیل کچھ اِس طرح تھی:

(1) مسجد میں جماعت کی امامت اور جمعہ کی خطابت
(2) فوج کی نگرانی اور انتظام
(3) جملہ محصولات کا جمع کرنا
(4) درآمد و برآمد اشیاء کی نگرانی
(5) امن عامہ کا قیام
(6) عوام کی اخلاقی و مذہبی حالت کی نگرانی و اصلاح

Scanned with CamScanner

(7) جرائم کا انسداد، منکرات وفواحش کا سدِ باب

(8) حدود اللہ کا اجراء

(9) فتنہ پرور عناصر کی سرکوبی

(10) مال غنیمت کا حسب قاعدہ تقسیم کرنا اور خمس مرکز کو بھیجنا

(11) حجاج کے کاروانوں کی حفاظت

(12) ضعیف العمر فوجیوں کی معاشی ضروریات کی تکمیل کا انتظام

(13) زرعی ترقی اور کسانوں کی فلاح کی کوشش

(14) قاضیوں کا تقرر

حکام کا انتخاب

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکام کے انتخاب میں انتہائی احتیاط برتتے تھے۔اس سلسلے میں آپ کا معیار یہ تھا کہ جس شخص کو حضور ﷺ جس کام کے لیے مقرر فرما گئے تھے آپ اس میں ہرگز ردّوبدل نہ فرماتے تھے۔مثلاً حضور ﷺ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو سالارِ لشکر مقرر فرمایا تھا۔ بعدازاں بعض لوگوں نے مصلحت کے پیش نظر کسی بزرگ صحابی کو اس عہدے پر متمکن کرنے کا مشورہ دیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھا۔اسی طرح آپ یہ بھی دیکھتے تھے کہ کسی شخص نے حضور ﷺ سے زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کیا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر و بیشتر مختلف ذمہ داریاں ان لوگوں کے سپرد کیا کرتے تھے جو فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔اس سلسلے میں آپ نے کبھی قبائلی عصبیت یا اقربا نوازی کا رویہ اختیار نہیں کیا۔اسی سخت اُصول اور بلند معیار کا نتیجہ تھا کہ آپ کے مقرر کردہ عمال و حکام نے ہمیشہ اپنی بہترین صلاحتیں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے استعمال کیں۔حضرت یزید بن ابی سفیان کو شام کی امارت پر روانہ کیا تو فرمایا:

Scanned with CamScanner

"اے یزید! وہاں تمھارے اعزا و اقارب ہیں ممکن ہے کہ تم ان کو امارت دینے میں ترجیح دو۔ یہ وہ سب سے بڑی چیز ہے جس کا میں تم سے اندیشہ کرتا ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار ہو اور وہ محض رشتے کی وجہ سے ان پر کسی شخص کو امیر بنا دے تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی اور اللہ اس کی طرف سے کوئی فدیہ اور کفارہ قبول نہیں کرے گا حتیٰ کہ اس کو جہنم میں بھیج دے گا۔"

حکام کی تربیت

جب کسی شخص کو حاکم کی حیثیت سے منتخب فرماتے تو اس کی ذمہ داری کی مناسبت سے اُسے ضروری ہدایات دیتے اور اس کے دل میں ذمہ داری کے احساس کی جوت جگانے کے لیے نہایت عمدہ نصیحتیں فرماتے۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص اور ولید رضی اللہ عنہ بن عقبہ کو جب قبیلۂ بنو قضاعہ پر عامل صدقات مقرر کر کے روانہ فرمایا تو ان کی نصیحت کے لیے کچھ دور تک گئے اور رخصت کرتے ہوئے یہ ہدایت کی۔

"باطن و ظاہر میں اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے سہولتیں پیدا کر دیتا ہے اور جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا وہاں سے اس کو رزق دیتا ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کا اجر بڑھا دیتا ہے۔ بلاشبہ اللہ سے تقویٰ بندگان خدا کی آپس میں بہترین نصیحت ہے تم اللہ کے ایسے راستے میں ہو جس میں افراط و تفریط کی گنجائش نہیں ہے۔ جس میں دین کا استحکام اور خلافت کی حفاظت کا راز مضمر ہے۔ پھر تم سستی اور کاہلی مت اختیار کرو۔"

محکمہ قضا

اس دور میں اگرچہ محکمہ قضا کو باقاعدہ طور پر منظم نہیں کیا گیا تھا۔ تاہم آپ نے قضا کا محکمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر رکھا تھا۔ طبری کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

Scanned with CamScanner

خلیفہ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کی طرف سے عدالت کی خدمات انجام دوں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک سال منتظر رہے، اس عرصے میں ایک شخص بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس قضیہ لے کر نہیں آیا۔ محکمہ قضاء کے سربراہ کی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب، حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود ایسے بلند پایہ فقہاء کرتے تھے۔ جب کوئی اہم دینی مسئلہ پیش آتا تو ان سے مشورہ کیا جاتا۔

مالی نظام

عہد صدیقی میں سرکاری آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع حسب ذیل تھے:

(1) عشر: مسلمانوں کی مملوکہ اراضی کے ایک بڑے حصے کی سالانہ مال گزاری۔

(2) خراج: ذمیوں کی اراضی کی سالانہ مال گزاری۔

(3) جزیہ: ذمیوں پر سالانہ مقررہ ٹیکس۔

(4) زکوٰۃ: مسلمانوں کے اموال نقود، اموال تجارت اور چوپایوں کے ریوڑوں پر مقررہ شرح سے لازمی انفاق۔

(5) صدقات: مسلمانوں کے اموال وغیرہ میں سے غیر مقررہ شرح سے انفاق۔

(6) فیئ: جنگ کے بغیر حاصل شدہ مال غنیمت۔

(7) خمس: جنگ کے ذریعے حاصل ہونے والے مال غنیمت کا مقررہ حصہ اور معدنیات اور پوشیدہ خزانہ (رکاز) کی مقررہ رقم۔

(8) تجارتی اموال پر محصول۔

خمس، صدقات، زکوٰۃ، عشر وغیرہ ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی فقراء، مساکین، عاملین، مولفتہ القلوب، رقاب، عازمین، سبیل اللہ اور ابن سبیل کے لیے خرچ ہوتی تھی جیسا کہ سورۂ انفال اور سورۂ توبہ میں تصریح کی گئی ہے۔

Scanned with CamScanner

خراج، جزیہ، فیئ وغیرہ ہر قسم کے وظائف، انتظامی ضروریات وغیرہ کے لیے خرچ ہوتے تھے۔

گویا صدیقی عہد میں سرکاری آمدنی صرف ان مصارف کے لیے وقف تھی جن کی تصریح قرآن وسنت میں کر دی گئی تھی اور اس سلسلے میں خلیفہ کی حیثیت محض امین کی تھی وہ اپنی مرضی سے اخراجات کرنے کا مجاز نہ تھا۔ وہ اپنے آپ کو بیک وقت اللہ اور عوام دونوں کے سامنے جواب دہ تصور کرتا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے اموال کو اسلامی حکومت کے نظم ونسق پر ہونے والے اخراجات مثلاً عمال کی تنخواہیں، فوج کے لیے ساز وسامان کی فراہمی، دینی خدمات، رفاہی امور وغیرہ میں صرف کرنے کے بعد لوگوں میں تقسیم فرما دیتے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس کچھ مال آیا تو آپ نے فرمایا "جس کسی سے بھی رسول اللہ ﷺ نے کچھ وعدہ فرمایا ہو وہ آ جائے۔" چنانچہ جابر بن عبدالملک رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا "اگر بحرین کا مال آیا تو میں تجھے اس طرح دوں گا۔" یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا "لے لو!" انھوں نے دونوں ہاتھوں سے سکے اٹھائے پھر انھوں نے شمار کیا تو وہ پانچ سو درہم تھے آپ نے ان سے کہا "ایک ہزار اور لے لو۔" چنانچہ انھوں نے ایک ہزار اور لے لیے، اس کے بعد آپ نے ہر اس شخص کو دیا جس سے رسول اللہ ﷺ نے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد بھی کچھ مال بچ رہا۔ اس کو آپ نے تمام لوگوں میں چھوٹے بڑے، آزاد وغلام، مرد وعورت کا لحاظ کیے بغیر یکساں تقسیم کر دیا۔ اسی طرح ہر آدمی کے حصے میں سات درہم آئے۔

کچھ لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"اے رسول اللہ ﷺ کے نائب! آپ نے اس مال کی تقسیم میں تمام لوگوں کو مساوی رکھا ہے، حالانکہ ان لوگوں میں بعض لوگ وہ ہیں جنھیں دوسروں

Scanned with CamScanner

پر شرف حاصل ہے، وہ دعوت اسلام پر لبیک کہنے میں سبقت رکھتے ہیں اور قدیم الاسلام ہیں بہتر ہوتا کہ آپ اپنے اصحاب فضل وسبقت اور پیش قدمی کرنے والے افرد کو دوسروں سے زیادہ دیتے۔"

اِس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تم نے سابقیت، اولیت اور فضیلت کا جو ذکر کیا ہے، تو میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں۔

یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا ثواب اللہ دے گا۔ مگر یہ (تقسیم مال کا معاملہ) معاملات دنیا میں سے ہے اور اِس میں ترجیح و امتیاز کے بجائے مساوات بہتر ہے۔"

آپ کے دور میں اگر چہ آمدنی میں بے حد اضافہ ہو گیا تھا لیکن بعض لوگوں کے خیال میں آپ نے بیت المال قائم ہی نہیں کیا تھا یہ کام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ حالانکہ انہی لوگوں نے عہد صدیقی میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے بیت المال کے منتظم کی حیثیت سے تقرر کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال تو قائم ہو گیا تھا لیکن آپ اموال کی تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

فوجی نظام

جنگ و جدل عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اس کے باوجود ان کے ہاں کوئی باقاعدہ فوجی نظم نہیں تھا۔ سب سے پہلے حضور ﷺ نے اس شعبہءِ حیات کی تنظیم کی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے بتائے ہوئے اُصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی افواج کی تنظیم کی۔ اسی تنظیم کی مدد سے آپ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اندرون ملک سر اٹھانے والے فتنوں کو فرو کیا بلکہ اس زمانے کی طاقتور ترین حکومتوں روم و ایران کی فوجوں کو بھی شکست دی۔

Scanned with CamScanner

صدیقی سپہ سالار

خلیفہ منتخب ہونے کے فوراً بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو متعدد قبائل کی سرکوبی کا انتظام کرنا پڑا اس لیے آپ نے مندرجہ ذیل گیارہ سپہ سالاروں کے الگ الگ دستے مقرر فرمائے اور ہر ایک دستہ کا عَلَم بھی الگ الگ بنایا۔

(1) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
(2) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل
(3) حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ بن ابو اُمیہ
(4) حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن سعید
(5) حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ
(6) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن العاص
(7) حضرت حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ
(8) حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بن ہرثمہ
(9) حضرت طریفہ رضی اللہ عنہ بن حاجز
(10) حضرت سوید رضی اللہ عنہ بن مقرن
(11) حضرت علا رضی اللہ عنہ بن حضرمی

اس دور میں کسی ایک کو ان سب دستوں پر سپہ سالار مقرر نہیں فرمایا لیکن بعد ازاں جب توجہ مخصوص محاذوں پر مرکوز ہوئی اور منتشر دستے اور افواج کو یکجا کرنے کی ضرورت پیش آئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کمانڈر انچیف کا عہدہ قائم کیا جو پورے میدان جنگ کا سب سے بڑا افسر ہوتا تھا اور فوج میں شامل تمام دستوں کے سالار اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ فوج کی تمام نقل وحرکت صرف اس کے حکم پر ہوتی تھی۔ شام کے محاذ پر جنگ آزما اسلامی افواج میں مختلف دستوں کی کمان ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح، عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھی لیکن ان تمام کمانڈروں پر کمانڈر انچیف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو

Scanned with CamScanner

مقرر کیا گیا تھا۔ جنھوں نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر اپنے نقطۂ نظر کے مطابق فوج کو مرتب کیا۔ حالت امن میں سپہ سالار کے فرائض فوج کی تعلیم و تربیت اور سامان جنگ کی فراہمی تک محدود تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے شام پہنچ کر جب دیکھا کہ دشمن کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار ہے اور اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد صرف چھتیس ہزار ہے تو آپ نے اسلامی فوج کو چھتیس سے چالیس دستوں میں تقسیم کر دیا اور ہر دستہ کا ایک ایک امیر مقرر کر دیا۔ قلب کے دستوں کے امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح، میمنہ کے دستوں کے امیر عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص اور شرجیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ، میسرہ کے دستوں کے امیر یزید رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان تھے اور ہر دستہ کا ایک امیر بھی تھا۔ اسلامی لشکر میں سوار بھی ہوتے تھے اور پیادہ بھی۔ دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع دینے والا عملہ بھی مصروف کار رہتا تھا اور مرکز خلافت اور محاذ جنگ پر مصروف افواج میں رابطہ برقرار رہتا تھا۔ دونوں طرف سے پیغام رسانی کا بہترین انتظام تھا۔

فوجی تربیت

عہد صدیقی میں فوجی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہ تھا بلکہ ہر مسلمان مجاہد بھی تھا۔ ضرورت کے وقت جو لوگ رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کرتے تھے انھیں لے لیا جاتا تھا۔ یہ لوگ فن حرب سے واقف ہوتے تھے۔ اس سلسلے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اتنی احتیاط ضرور کرتے تھے کہ شروع شروع میں فوج میں وہ لوگ شامل نہ ہونے پائیں جو کبھی مرتدین کی حمایت میں مسلمانوں سے لڑ چکے تھے۔

اسلحہ

زرّہ، تلوار، رمح (بڑا نیزہ)، حربہ (چھوٹا نیزہ)، تیر کمان، منجنیق، سبور وغیرہ اسلامی فوج کے مخصوص ہتھیار تھے۔ یہ ہتھیار عوام اور حکومت دونوں کی طرف سے مہیا کیے جاتے تھے۔

Scanned with CamScanner

حفاظ کرام و خواتین

میدان جنگ میں فوج کو جوش دلانے کے لیے حفاظ و قراء بھی موجود رہتے تھے۔ اسی طرح خواتین بھی مختلف امدادی سرگرمیوں میں مصروف رہتی تھیں۔

جنگی ہدایات

خلیفہ کی طرح سپہ سالار کی اطاعت بھی ضروری تھی کیوں کہ وہ خلیفہ کا قائم مقام ہوتا تھا اور اسی حیثیت سے نماز کی امامت بھی کرواتا تھا۔

اسلامی فوج کے سپہ سالاروں کو موقع محل کے مطابق فوج کی ترتیب اور بعض دیگر معاملات میں مکمل اختیارات حاصل تھے لیکن بعض اوقات مرکز خلافت سے اس کی نقل و حرکت کا مکمل نقشہ مرتب کر دیا جاتا تھا جس کی پابندی اس کے لیے لازمی ہوتی تھی۔ مرتدین کے استیصال کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے وقت حکم دیا:

> "پہلے وہ اکناف پر طے سے شروع کریں اور پھر بزاخہ کا رخ کریں اور وہاں سے آخر میں بطاخ تک جائیں اور جب وہ دشمن سے فارغ ہو جائیں تو تاوقتیکہ ان کو جدید احکام موصول نہ ہوں وہ اور قصد نہ کریں۔"

جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مرتدین کے استیصال میں کامیاب رہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں یمامہ سے عراق کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا جہاں نیا محاذِ جنگ کھلنے والا تھا۔ اس موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ فرمان بھجوایا:

> "(اے خالد رضی اللہ عنہ) اب عراق کی طرف کوچ کیجیے اور وہ مقام جو فرج الہند کہ اُبلہ کے نام سے مشہور ہے اسے پہلے فتح کیجیے۔ اہل فارس اور ان کے ہاں کے غیر ملکی باشندوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیئے۔"

جنگ اجنادین میں مسلمانوں کو شان دار فتح حاصل ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، جب یہ خط عبدالرحمٰن بن حمید نے مدینہ میں آکر حضرت

Scanned with CamScanner

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ رضی اللہ عنہ بے حد مسرور ہوئے اور اس خط کے مندرجات سے لوگوں کو مطلع کیا۔ بعد ازاں آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا اس میں فتح پر مبارکباد دینے کے علاوہ بعض جنگی ہدایات بھی دیں۔

نائب رسول ﷺ کی حیثیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے امرائے عساکر کو ہمیشہ اس بات کی تاکید کرتے تھے کہ ان کی جنگ محض اللہ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے اس لیے قتل وخون ریزی کی بجائے امن اور اصلاح کی کوشش کی جانی چاہیے۔فوج اور اس کے سپہ سالار دونوں کو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی مکمل تعمیل کرنا چاہیے۔ فتنہ ارتداد کو فرو کرنے کے لیے جب آپ نے مختلف اطراف میں فوجیں روانہ کیں تو آپ نے ان فوجوں کے سالاروں کو ایک جامع فرمان کے ذریعے جو ہدایات دیں وہ اسلامی جہاد کو سمجھنے کا قیمتی ذریعہ ہیں آپ نے فرمایا:

''ہم نے ان امراء کو اس شرط پر یہ منصب دیا ہے کہ وہ دل میں اور علانیہ جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہیں گے اور مرتدین کے مقابلے میں خلوص نیت کے ساتھ پوری سعی کریں گے اور ان سے اللہ کے لیے لڑیں گے ہاں مگر اس سے پہلے وہ ان کو اپنی اصلاح کا موقع دیں گے اور اسلام کی دعوت دیں گے تاکہ اگر وہ اسے قبول کر لیں تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا اور اگر انکار کریں تو ان پر یورش کر دی جائے یہاں تک کہ وہ پھر اسلام لے آئیں تب ان کو ان کے حقوق اور فرائض بتائے جائیں۔ جو ان پر واجب الادا ہو وہ وصول کیا جائے اور جس کے وہ مستحق ہوں وہ ان کو دیا جائے۔''

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آپ نے جو لشکر عرب وشام کی سرحد پر روانہ فرمایا، جب وہ چلنے لگا تو آپ نے اس سے یوں خطاب کیا:

''ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ میں دس باتوں کی تم کو نصیحت کر دوں ان کو اچھی طرح یاد رکھو:

Scanned with CamScanner

(1) خیانت نہ کرنا

(2) نفاق نہ برتنا

(3) بدعہدی نہ کرنا

(4) مثلہ نہ کرنا (لاشوں کے اعضائے جسم کو قطع نہ کرنا)

(5) کسی چھوٹے بچے، پیر مرد اور عورت کو قتل نہ کرنا۔

(6) کسی کھجور کے درخت کو نہ کاٹنا اور نہ جلانا اور کسی ثمردار درخت کو قطع نہ کرنا۔

(7) سوائے کھانے کی ضرورت کے بے کار کسی بکری، گائے اور اونٹ کو ذبح نہ کرنا۔

(8) تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو ترک دنیا کر کے خانقاہوں میں بیٹھ گئے ہیں، ان سے کوئی تعرض نہ کرنا۔

(9) بعض لوگ تمھارے لیے کھانوں کے خوان لائیں گے اگر تم اس میں سے کچھ کھانا چاہو تو اللہ کا نام لے کر کھانا۔

(10) ایسے لوگوں سے تمھارا سامنا ہو گا جن کے سر کی چندیا صاف ہو گی اور اس کے گرد بالوں کی پٹیاں جمی ہوں گی، ایسے لوگوں کی خبر تلوار سے لینا۔

غیر مسلم رعایا

اسلام نے غیر مسلموں سے رواداری کی خاص طور پر تلقین کی ہے، حضور اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے غیر مسلموں کے دل موہ لیے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں غیر مسلموں سے حسن سلوک کی عمدہ مثال قائم کی۔ آپ نے ان کے ان تمام حقوق کو برقرار رکھا جن کی ضمانت حضور اکرم ﷺ نے دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف غیر مسلموں کے ساتھ کیے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے عہد و پیمان کی تجدید و توثیق فرمائی بلکہ نئے ذمیوں کو بھی وہی حقوق عطا فرمائے۔ چنانچہ حیرہ کے عیسائی باشندوں کو از روئے معاہدہ یہ حقوق عطا کیے:

Scanned with CamScanner

"ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کیے جائیں گے نہ ان کا کوئی ایسا قصر گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلے میں قلعہ بند ہوتے ہیں۔ ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہوگی اور نہ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے روکے جائیں گے۔"

Scanned with CamScanner

بنیادی انسانی حقوق

اسلام سے پہلے بنیادی انسانی حقوق کا واضح تصّور موجود نہیں تھا۔ طاقتور کا قول ہی قانون ہوتا تھا۔ لوگ اپنے بنیادی انسانی حقوق سے محروم تھے۔ اسلام نے تاریخ انسانی میں پہلی بار افراد کو حقوق اور فرائض کا جامع نظام دیا جس پر اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین نے ریاست مدینہ کے مختلف ادوار میں عمل کر کے دکھایا۔ اسلام نے ہر انسان کو بلاتفریق مذہب، رنگ، نسل اور زبان ماں کے پیٹ سے لے کر قبر تک حقوق دیے۔ اسلام پوری انسانیت کے لیے رحمت بن کر آیا۔ لہٰذا رحم مسلمان سماج کا مرکزی نکتہ ہے۔ اللہ کی آخری کتاب قرآن میں جو ضابطہء حیات دیا گیا ہے اس میں ہر شہری کے لیے حقوق و فرائض موجود ہیں۔

زندگی کے تحفظ کا حق

زندگی اللہ تعالیٰ کی جانب سے عظیم نعمت ہے۔ اسلام میں زندگی کے تحفظ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن میں انسانی زندگی اور اس کے تقدس (حرمت) پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے جس نے ایک جان کو قتل کیا اس نے گویا پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔ جینے کا حق دیے بغیر کوئی سماج امن اور سکون سے زندہ نہیں رہ سکتا۔ ریاست مدینہ میں زندگی کے تحفظ کے حق کو بہت اہمیت دی گئی۔ اسلام نے زندگی کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے کسی کی جان لینے والے کے لیے سزائے موت مقرر کی۔ اسلام میں جزا اور سزا کا نظام انسانوں کے حقوق اور سماجی امن و انصاف پر مبنی ہے تاکہ کائنات کا نظام خوش اسلوبی کے ساتھ چلتا رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Scanned with CamScanner

قحط سالی کے دوران بعض حدود کو ساقط کر دیا تھا۔ بھوک اور افلاس کی بنا پر جرائم کی سزا دینے سے بھی گریز کیا گیا۔ ریاست مدینہ میں جان کی حرمت کے حق کو اس لیے اہمیت دی گئی کیوں کہ اگر جینے کا حق ہی محفوظ نہ ہو تو باقی حقوق بے مقصد ہو جاتے ہیں۔

وراثت کا حق

اسلام مرد اور خواتین دونوں کو جائداد کی وراثت کا حق دیتا ہے۔ عورتوں کو اپنے باپ اور شوہر دونوں سے وراثت کا حق حاصل ہے۔ وہ بچہ بھی وراثت کا حقدار ہوتا ہے جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہو اور ابھی پیدا ہی نہ ہوا ہے۔ خلفائے راشدین نے ایسے کئی بچوں کو وراثت میں حق لے کر دیا۔

عزت نفس کا حق

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں تمام انسانوں کو عزت نفس کا حق دیا۔ آپ ﷺ نے کبھی کوئی ایسی بات نہ کہی جس سے کسی شخص کی عزت نفس مجروح ہونے کا احتمال ہو۔ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا ہر ایک کی عزت نفس کا خیال رکھنا ہر انسان کا فرض ہے۔ عزت نفس کا حق مذہب کی بنیاد پر نہیں بلکہ انسانی بنیادوں پر سب انسانوں کا بنیادی حق ہے ایک حدیث میں ہے۔

"جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔" [بخاری]

قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اُڑائے ممکن ہے وہ لوگ مذاق اُڑانے والوں سے بہتر ہوں۔ نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اُڑائیں ممکن ہے وہ عورتیں مذاق اُڑانے والی عورتوں سے بہتر ہوں۔ آپس میں طعنہ زنی اور الزام تراشی نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کے بُرے نام رکھو۔"

[الحجرات:11]

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے بارے میں جستجو کرنے اور ان کی عدم موجودگی میں بُرائی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

شخصی رازداری کا حق

اسلام ہر فرد کو شخصی رازداری کا حق دیتا ہے۔ کوئی انسان کسی کی نجی اور ذاتی زندگی میں مداخلت نہیں کرسکتا۔ ریاست مدینہ میں شخصی رازداری کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو دوسرے کی پردہ پوشی کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو مدینہ میں گشت کر رہے تھے کہ ان کو ایک گھر سے ناچ گانے کی آواز آئی آپ دیوار کے اُوپر سے گھر میں داخل ہوئے اور گھر کے مالک کی سرزنش کرنے لگے گھر کے مالک نے کہا امیر المومنین آپ کو کسی کی نجی زندگی میں مداخلت کا حق کس نے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بات سنتے ہی گھر سے باہر نکل آئے اور واپس آگئے۔

سلامتی کا حق

اسلام میں امن و سلامتی کا حق ہر فرد کو حاصل ہے۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ (تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو) ہر انسان کا دعائیہ کلمہ ہے۔ جب ایک شخص دوسرے شخص کو سلام کہتا ہے تو وہ گویا اسے امن اور سلامتی کی ضمانت دیتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی معروف حدیث ہے۔

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔" [بخاری]

دین اسلام کی بنیاد ہی امن اور سلامتی پر رکھی گئی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی کسی انسان یا جانور کو اپنے ہاتھ سے نہ مارا۔ ایک صحابی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کس قسم کا اسلام بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کھانا کھلاؤ اور ہر جاننے والے اور اجنبی کو سلام کہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو اسلام کے دشمنوں کو معاف کر کے سلامتی اور امن کا پیغام دیا۔

Scanned with CamScanner

سماجی مساوات کا حق

اسلام نے تمام بنی نوع انسان کو برابر کے حقوق عطا کیے ہیں اس میں نسب، ذات، رنگ، قومیت، جنس، زبان، عقیدے اور وطن کی کوئی تمیز نہیں رکھی ہر شخص کو مساوی سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق حاصل ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

"اے لوگو ہم نے تمھیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمھیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تمھاری شناخت ہو سکے۔ بے شک اللہ کے نزدیک باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔" [الحجرات:13]

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے آخری خطبہ حج میں ارشاد فرمایا

"بے شک کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کسی سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر سوائے تقویٰ کے فضیلت حاصل نہیں ہے۔"

اسلام میں مساوات کا حق امیر، غریب، حاکم، محکوم، مسلم، غیر مسلم مرد اور عورت سب کو حاصل ہے۔ فرد اپنے شخصی اوصاف، نیک کردار اور محنت کی بنیاد پر ہی مرتبہ اور منصب حاصل کر سکتا ہے۔

قانونی مساوات کا حق

اسلام میں قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ قانون کا نفاذ ریاست کے سب شہریوں پر ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دوٹوک الفاظ میں واضح کر دیا کہ قانون کے مطابق سزائیں سب کو دی جائیں گی اگر بنت محمد ﷺ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی چوری کریں گی تو ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے گا۔ ایک غزوہ کے دوران اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی کے پیٹ پر چھڑی چبھو کر کہا کہ صف سیدھی کر لو اس نے آپ ﷺ سے بدلے کا تقاضہ کر دیا آپ ﷺ نے اپنا پیٹ اس کے آگے کر دیا۔ صحابی نے آپ ﷺ کے پیٹ کو بوسہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تنازعہ کے سلسلے میں قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا تو قاضی

Scanned with CamScanner

سب مساوی ہیں لہٰذا امیر المومنین ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فریق تنازعہ کے ساتھ بیٹھے اور پروٹوکول سے انکار کر دیا۔

نے ان کے ساتھ خصوصی طرزِ عمل کا اظہار کیا۔ دونوں نے قاضی کو یاد دلایا کہ قانون کی نظر میں

انصاف کے حصول کا حق

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سب انسانوں کو عدل و انصاف کا حق عطا کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

> "بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو۔" [النساء:58]

قرآن پاک کی اس آیت میں صاف شفاف مساوی عدل و انصاف کی وضاحت کی گئی ہے۔

> "اے ایمان والو تم انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو جاؤ خواہ گواہی تمھارے اپنے یا تمھارے والدین یا رشتے داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جس کے خلاف گواہی ہو وہ امیر یا غریب اللہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ تم خواہش نفس کی پیروی نہ کیا کرو کہ انصاف سے ہٹ جاؤ۔ اگر تم پیچ دار بات کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو بے شک اللہ ان سب کاموں سے خبردار ہے جو تم کر رہے ہو۔" [النساء: 135]

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ہدایت کی کتاب اور عدل کی میزان کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ وہ انصاف کریں۔ اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین نے ریاست مدینہ میں عدل و انصاف کی شاندار مثالیں پیش کیں۔

Scanned with CamScanner

صفائی پیش کرنے کا حق

اسلام ہر شخص کو صفائی پیش کرنے کا حق دیتا ہے کسی فرد کو سنے بغیر اسے سزا نہیں دی جا سکتی۔ انصاف اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک فریقین کو اپنا مؤقف بیان کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

''اے رسول بے شک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس حق کے متعلق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے اور آپ بددیانت لوگوں کی طرف داری میں بحث کرنے والے نہ بنیں۔'' [النساء:105]

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

''جب تمھارے پاس دو فریق فیصلہ کروانے کے لیے آئیں تو اس وقت تک فیصلے کے بارے میں کلام نہ کرو جب تک دوسرے فریق کو بھی اسی طرح نہ سن لو جس طرح پہلے فریق سے سنا تھا۔'' [بیہقی]

آزادی کا حق

اسلام سے قبل آزادی کا کوئی تصور نہیں تھا لوگ آقا اور غلام تھے غلام انسانوں کو جانوروں کی طرح فروخت کیا جاتا تھا۔ اسلام نے حقیقی آزادی اور احترام آدمیت کا پیغام دیا۔ ہر انسان کو اپنی رائے کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ وہ اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کر سکتا ہے۔ ہر انسان کو مروجہ قوانین کے اندر رہتے ہوئے آزادی کا حق استعمال کر سکتا ہے۔ اسلام ہر انسان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور اپنی مرضی کا پیشہ اختیار کرنے کا حق دیتا ہے۔

مذہبی آزادی کا حق

اسلام ہر شخص کو مذہبی آزادی کا حق دیتا ہے ریاست مدینہ میں غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کا اختیار دیا گیا۔ عیسائیوں کے وفد نے مسجد نبوی میں اپنے عقیدے کے مطابق

Scanned with CamScanner

عبادت کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔" [البقرۃ:256]

"اور اگر آپ کا رب چاہتا تو ضرور سب کے سب لوگ جو زمین میں آباد ہیں ایمان لے آتے (جب رب نے ان کو جبراً مومن نہیں بنایا) تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔" [یونس:99]

"اور اگر اللہ ان کو (جبرا) روکنا چاہتا تو یہ لوگ کبھی شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ ان پر پاسبان ہیں۔" [الانعام: 107]

اللہ کے رسول ﷺ نے تبلیغ کا فرض دلیل اور تہذیب کے ساتھ کیا اور کبھی اشتعال اور انتہا پسندی کا مظاہرہ نہ کیا۔ مشرکین کے جبر و تشدد کا مقابلہ صبر کے ساتھ کیا۔

بنیادی ضروریات کا حق

اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین نے ریاست مدینہ کے تمام شہریوں کو روٹی کپڑا مکان تعلیم اور صحت کی بنیادی سہولتیں فراہم کیں۔ مواخات مدینہ اس سلسلے میں بہترین نمونہ ہے۔ غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور بچوں کے لیے بیت المال سے وظیفے مقرر کیے گئے تا کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات پوری کر سکیں۔ ضرورت سے زیادہ اللہ کے راستے میں خرچ کر دینے کا قرآنی حکم دین اسلام کا منفرد اصول ہے جس پر ریاست مدینہ میں عمل کیا گیا اللہ کے رسول ﷺ قرض لے کر بھی محتاجوں کی ضرورت پوری کر دیتے تھے۔ اللہ نے ایسے نمازی کی سرزنش کی جو فقیر کی مالی اعانت نہیں کرتا۔ ارشاد ربانی ہے:

"اور ان کے اموال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔" [الذاریات:19]

جو ریاست اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات پوری نہ کرے وہ انسانی، اخلاقی اور اسلامی

Scanned with CamScanner

ریاست نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں زکوٰۃ کا نظام محروم انسانوں کی بنیادی ضروریات کے لیے وضع کیا گیا۔ ریاست مدینہ میں زکوٰۃ کے نظام کو فعال اور منظّم بنایا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منکرین زکوٰۃ سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے تلوار اُٹھانے سے بھی گریز نہ کیا۔

فلاحی ریاست کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں شہریوں کے انسانی حقوق کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کے انسانی حقوق کا احترام کیا۔ ریاست نے نہ خود انسانی حقوق کو سلب کیا اور نہ ہی طاقت ور افراد کو دوسرے افراد کے حقوق کو غصب کرنے کی اجازت دی۔ بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ ہر شہری کا حق ہے ریاست مدینہ میں ہر شہری کے انسانی حقوق کا بلاتفریق تحفظ کیا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حج یا عمرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ ہم نے ایک سوار کو آتے دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے یہ ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ اس آدمی نے آ کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا بات ہے؟ اگر تم مقروض ہو تو ہم تمہاری مدد کریں گے، اگر تمہیں کسی کا ڈر ہے تو ہم تمہیں امن دیں گے لیکن اگر تم نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے تو تمہیں بھی اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا اور اگر تمہیں کسی کے پڑوس میں رہنا پسند نہیں ہے تو ہم تمہیں وہاں سے کسی اور جگہ لے جائیں گے۔ اس نے کہا، میں قبیلہ بنوتمیم کا آدمی ہوں۔ میں نے شراب پی تھی جس پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے کوڑے لگوائے، میرے سر کے بال منڈوائے اور میرا منہ کالا کر کے لوگوں میں میرا چکر بھی لگوایا اور لوگوں کو تاکید کی کہ وہ میرے پاس نہ بیٹھیں اور نہ ہی کھانا کھائیں۔ اس پر میرے دل میں تین باتیں آئیں کہ میں تلوار لے کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دوں یا ان کے دشمنوں سے جا ملوں اور ان کے ساتھ کھاؤں پیوں یا آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت حاضر ہو کر گزارش کروں کہ مجھے ملک شام بھجوا دیں، وہاں کے لوگ مجھ کو نہیں جانتے اور وہاں پر میرا رہنا آسان ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی داستان سن کر رو پڑے اور حضرت ابوموسیٰ کو خط لکھا کہ اگر آئندہ تم نے کسی کا منہ کالا کیا تو میں تمہارا منہ کالا کر کے لوگوں میں چکر لگواؤں گا۔ یہ شخص

Scanned with CamScanner

اگر توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کر لو اور لوگوں میں اعلان کراؤ کہ اس کے ساتھ بیٹھیں اور کھائیں پئیں۔ (حیاۃ الصحابہ)

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے فلاں شخص سے نفرت ہے۔ کسی نے اس شخص کو بتایا وہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ کیا میں نے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر کے تفرقہ ڈالا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ اس شخص نے کہا، کیا میں نے کسی انسان سے زیادتی کی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں۔ اس شخص نے کہا، کیا میں نے اسلام میں کوئی بدعت شروع کر دی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں۔ اس نے پوچھا، پھر آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے کس وجہ سے ناراض ہیں؟ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کے بلاوجہ عیب بیان نہ کرو اور ان سے بے رخی نہ برتو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی تسلیم کر لی اور اس شخص سے معذرت کی۔ (حیاۃ الصحابہ)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کا پہرہ دیا۔ دونوں گشت کر رہے تھے کہ انہیں ایک گھر میں روشنی نظر آئی۔ دونوں اس گھر کی جانب چل پڑے۔ دروازے پر پہنچے تو اندر سے شوروغل کی آوازیں آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تم جانتے ہو یہ کس کا گھر ہے؟ انہوں نے فرمایا، نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ربیعہ بن امیہ کا گھر ہے اور اندر سب لوگ شراب پی رہے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ حضرت عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم وہ کام کر رہے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ کسی کا سراغ نہ لگاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس چلے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی صائب مشورہ دیا جاتا آپ اسے قبول کرتے۔

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی کو کئی دن تک نہ دیکھا تو ایک صحابی کو کہا، آؤ اس کے گھر جا کر دیکھتے ہیں کہ وہ کس کام میں لگا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے ساتھی کے گھر پر پہنچے تو اس کے گھر کا دروازہ کھلا تھا اس کی

Scanned with CamScanner

بیوی اسے کچھ برتن میں ڈال ڈال کر دے رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابی سے کہا کہ یہ اس کام میں لگ گیا ہے۔ اس لیے ہمارے پاس نہیں آتا۔ صحابی نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کیسے پتہ چلا کہ اس برتن میں کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس سلسلے میں مزید دلچسپی تجسّس ہوگا جس سے رب نے منع فرمایا ہے...اور آپ رضی اللہ عنہ نے صحابی کو اپنے دوست کے بارے میں کچھ بتانے سے گریز کیا اور واپس چلے آئے۔ (کنز العمال)

طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کچھ مسافروں نے مدینہ کے کونے میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات ان کا پہرہ دینے تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ایک گھر پر گزر ہوا جس کے اندر بیٹھے لوگ شراب پی رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا، اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے۔ ایک شخص نے جواب دیا کہ اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے گھر کے اندرونی حالات معلوم کرنے سے منع کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ سن کر واپس چلے آئے۔ (کنز العمال)

ثور کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ میں پہرہ کے لیے گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر سے گانے کی آواز سنی۔ آپ رضی اللہ عنہ دیوار پھاند کر گھر کے اندر چلے گئے اور کہا، اللہ کے دشمن تمہارا کیا خیال ہے، تم اللہ کی نافرمانی کرتے رہو گے اور اللہ تم پر پردہ ڈالے رکھیں گے؟ اس شخص نے کہا، امیر المؤمنین آپ رضی اللہ عنہ میرے بارے میں جلدی نہ کریں۔ اگر میں نے اللہ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی تین نافرمانیاں کی ہیں۔ نمبر 1 اللہ نے تجسّس سے منع فرمایا ہے۔ نمبر 2 آپ رضی اللہ عنہ بغیر اجازت میرے گھر کے اندر آئے ہیں حالانکہ اللہ نے منع فرمایا ہے۔ نمبر 3 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کے گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ، آپ رضی اللہ عنہ دیوار پھلانگ کر میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص سے معذرت کر کے واپس آ گئے۔ (کنز العمال)

سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

Scanned with CamScanner

کے ساتھ مدینہ میں چکر لگا رہے تھے۔ ان کو ایک گھر میں روشنی نظر آئی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس گھر میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ ایک بوڑھا شراب پی رہا ہے اور باندی اسے گانا سنا رہی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آج رات جیسا برا منظر میں نے نہیں دیکھا کہ ایک بوڑھا اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے اور یہ برا کام کر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا، امیر المومنین آپ رضی اللہ عنہ کی بات درست ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے زیادہ برا کام کیا ہے، آپ تجسّس کر رہے ہیں اور میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بوڑھے کی بات سن کر باہر آ گئے اور سوچنے لگے کہ یہ بوڑھا اپنے گھر والوں سے چھپ کر یہ کام کرتا تھا، اب اس کو علم ہے کہ امیر المؤمنین بھی اس کی حرکت سے آگاہ ہو گئے ہیں لہٰذا اب وہ بلا جھجک یہ کام کرتا رہے گا۔ ایک دن یہ بوڑھا شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آیا اور شرم کے مارے پیچھے بیٹھ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پہچان لیا اور اپنے قریب بلا کر اس کے کان میں کہا، اللہ کی قسم میں نے تمہاری حرکت کے بارے میں اپنے ساتھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کو بھی نہیں بتایا تھا۔ بوڑھے نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کان میں کہا، اللہ کی قسم میں نے بھی وہ کام چھوڑ دیا ہے۔ (کنز العمال)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ جب تم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا ہم شہر کی طرف کھال کی مضبوط ڈھال دے کر کسی آدمی کو بھیجتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر شہر والے اسے پتھر ماریں تو اس شخص کا کیا بنے گا؟ میں نے کہا وہ قتل ہو جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہ ہوگی کہ تم لوگ ایک مسلمان کی جان ضائع کر کے ایسا شہر فتح کر لو جس میں چار ہزار جنگجو جوان ہوں۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مال غنیمت لے رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے چہرے پر زخم کا نشان دیکھا

Scanned with CamScanner

اور اس شخص سے نشان کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ ایک غزوہ میں دشمن کی تلوار سے میرا چہرہ زخمی ہوگیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنے خادم سے کہا، اس شخص کو ایک ہزار درہم دے دو۔ چند منٹ کے بعد پھر کہا، اس شخص کو مزید ایک ہزار درہم دے دو۔ وہ شخص شرم کے مارے باہر چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ شخص کیوں چلا گیا؟ آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کثرت سے عطا کیا اور وہ شرمندہ ہوکر چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اسے اللہ کے راستے میں چہرے پر تلوار کا زخم لگا جس سے سیاہ نشان پڑ گیا۔ اگر وہ باہر نہ جاتا تو میں اسے آخری دینار تک عطا کرتا رہتا۔ (حلیۃ الاولیاء)

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی ملک سے مال آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور مشورہ کیا کہ اس مال کو کیسے تقسیم کیا جائے؟ میں نے قرآن کی آیت کا حوالہ دیا کہ "جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو دوسری بستیوں سے دلوادے اس میں اللہ کا حق ہے اللہ کے رسول ﷺ کا قرابت داروں کا یتیموں کا، غریبوں کا اور مسافروں کا حق ہے"۔ میں نے دوسرے افراد کے حق کے لیے بھی قرآنی آیات سنائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے مال میں ہر مسلمان کا حق ہے چاہے وہ عدن میں بکریاں چرارہا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار سے گزر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ انہوں نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کو لگا، اور فرمایا راستے سے ہٹ جاؤ۔ اگلے سال آپ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو پوچھنے لگے، تمہارا حج کا ارادہ ہے؟ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے چھ سو درہم دیئے اور فرمانے لگے، میں نے آپ کو کوڑا مارا تھا، یہ درہم اُس کا بدلہ ہیں۔ میں نے کہا امیر المؤمنین مجھے تو کوڑا یاد بھی نہیں ہے۔ جس حکمران کے سینے میں حساس دل نہ ہو وہ عوام کا احساس نہیں کرسکتا۔ (ابن جریر الطبری)

ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینے میں گشت کررہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو جدائی کے اشعار گاتے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پوچھا کہ کس کی جدائی

Scanned with CamScanner

میں بے قرار ہو؟ کہنے لگی، میرا شوہر مدینہ کے باہر جہاد پر گیا ہوا ہے، میں اس سے اداس ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پریشان نہ ہونا، میں اسے خط لکھ کر بلاتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، ایک عورت کتنے عرصے میں اپنے شوہر سے اداس ہو جاتی ہے؟ حفصہ رضی اللہ عنہ شرما گئیں اور ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ تین چار ماہ میں عورت شوہر سے اداس ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام شہروں میں ہدایت بھجوائی کہ فوجیوں کو تین ماہ کے بعد اپنے گھر بھیجا جائے۔ (کنز العمال)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ تاجر مصلّی بستی کے قریب آ کر رکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آؤ چلیں، آج کی رات ان تاجروں کی پاسبانی کریں۔ دونوں رات جاگتے رہے اور عبادت بھی کرتے رہے۔ اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بستی کے ایک گھر سے بچے کے رونے کی آواز سنی۔ آپ رضی اللہ عنہ اس گھر پر پہنچے اور بچے کی ماں سے بچے کے رونے کی وجہ پوچھی۔ اس نے بتایا کہ وہ بچے کا دودھ چھڑا رہی ہے کیوں کہ امیر المؤمنین صرف اس بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جو دودھ نہ پیتا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ جان کر سخت افسردہ ہوئے اور دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد اعلان فرمایا کہ اب کوئی ماں بچے کا دودھ چھڑانے کیلئے عجلت نہ کرے۔ ہر بچے کو پیدائش کے فوراً بعد وظیفہ دیا جائے گا۔

محمد بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب شیراز کے قریب تشر فتح ہوا اور لوگ یہ خوشخبری لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کے حالات دریافت کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ ایک شخص مرتد ہو گیا تھا جس کو ہلاک کر دیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ اس شخص کو قید کر دیتے اور تائب ہونے پر آمادہ کرتے اور اگر وہ پھر بھی باز نہ آتا تو بے شک اسے قتل کر دیتے، اس قدر عجلت کی کیا ضرورت تھی؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے عاجزی سے کہا کہ اے میرے اللہ، میں اس موقع پر موجود نہ تھا، میں اس کے قتل کا ذمہ دار نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے اس کے قتل پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

جس ریاست میں انسانی حقوق محفوظ نہ ہوں وہ کبھی اسلامی اور فلاحی ریاست نہیں بن سکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور حکومت انسانی حقوق کے حوالے سے بے مثال تھا جس سے دنیا کے حکمران سبق سیکھ سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مثالی حکمران

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دنیا کے مثالی حکمران ثابت ہوئے۔ ہزاروں سال گزر جانے کے بعد بھی ان کے انداز حکومت کو یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکمرانی کے جو اصول مرتب کیے، بعد میں آنے والے دنیا کے حکمرانوں نے ان اصولوں پر عمل کر کے اپنی ریاستوں کو کامیاب بنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کی پہلی فلاحی ریاست کا ماڈل پیش کیا۔ ان کے دور میں اسلامی ریاست وسعت پذیر ہوئی اور مختلف سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل سامنے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن اور سنت کی روشنی میں ان مسائل کا حل پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنے والی دنیا کے نظاموں پر اثرات مرتب کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فلاحی ماڈل کو رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں پیش آنے والے مستند واقعات آپ رضی اللہ عنہ کی مثالی حکومت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قوانین کو دنیا کی بعض ریاستوں نے ''عمر لاز'' کے نام سے نافذ کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زید جب جنگ سے واپس آئے تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے عبداللہ بن زید کیا خبر لائے؟ انہوں نے کہا، اے امیرالمؤمنین میں خبر لے کر آپ کے پاس آ رہا ہوں۔ جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو انہوں مسلمانوں کے سارے حالات تفصیل سے سنائے۔ جب شکست خوردہ، مسلمان میدان جنگ سے واپس آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

Scanned with CamScanner

دیکھا کہ جنگ سے بھاگ آنے کی وجہ سے مہاجرین اور انصار مسلمان گھبرائے ہوئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! تم نہ گھبراؤ، میں تمہارا مرکز ہوں، تم میرے پاس بھاگ کر آئے ہو، یہ میدان جنگ سے بھاگنا نہیں ہے بلکہ یہ تو تیاری کر کے دوبارہ میدان جنگ جانے کے لیے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مثالی حکمران کی طرح شکست خوردہ لشکر کو مایوسی اور ندامت سے باہر نکال کر ان کے دلوں میں امید کی شمع روشن کر دی۔ (ابن جریر الطبری)

نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک طاقتور جوان مسجد میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں تیر تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کے راستے (جہاد) پر جانے کے لیے کون میری مدد کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان کو اپنے پاس بلایا اور لوگوں سے پوچھا کہ کون شخص اس نوجوان کو کھیت میں مزدوری کے لیے لے گا؟ ایک انصاری اسے مزدوری کرانے کے لیے اپنے ساتھ لے گیا۔ چند ماہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصاری سے نوجوان مزدور کے بارے میں پوچھا۔ انصاری نے اس کی بڑی تعریف کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اسے میرے پاس لے آؤ، چنانچہ وہ نوجوان کو لائے اور اس کی مزدوری کی اجرت بھی امیر المؤمنین کو پیش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نوجوان کو اس کی محنت کا معاوضہ دیتے ہوئے کہا کہ اب تمہاری مرضی ہے کہ تم اپنے گھر بیٹھ جاؤ یا جہاد میں چلے جاؤ۔ یہ رویہ کسی مثالی حکمران کا ہی ہو سکتا ہے۔ (کنز العمال)

حمزہ بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چند اونی چادریں لائی گئیں۔ ان میں ایک بڑی عمدہ چادر تھی جو بڑی قیمتی تھی۔ کسی نے مشورہ دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ یہ چادر اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی صفیہ بن عبید رضی اللہ عنہا کو دے دیجئے جو نئی دلہن بن کر آئی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں یہ چادر ایسی عورت کے پاس بھیجوں گا جو ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی سے زیادہ اس کی حقدار ہے، اور وہ ہیں اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہ بن کعب جن کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنگ احد میں دائیں بائیں جس جانب بھی رخ کرتا مجھے ام عمارہ رضی اللہ عنہ بچانے کے لیے اس طرف لڑتی ہوئی نظر آتیں۔ مثالی حکمران کبھی اقربا پروری نہیں کر سکتا۔ (کنز العمال)

Scanned with CamScanner

سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ وہ بادشاہ ہیں یا خلیفہ؟ سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی زمین میں سے ایک درہم بھی ناجائز لیا اور پھر اسے ناحق خرچ کیا تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں کیوں کہ آپ رضی اللہ عنہ انصاف کرتے ہیں، لوگوں میں چیزیں برابر تقسیم کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسی محبت اور شفقت کا معاملہ کرتے ہیں جیسے کوئی اپنے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہر فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کرتے ہیں۔ (کنز العمال)

شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ پر پابندی لگا رکھی تھی کہ وہ مدینہ سے باہر نہیں جا سکتے۔ اس پابندی کا مقصد یہ تھا کہ ان صحابہ کی وجہ سے لوگ اسلام کے مرکز مدینہ سے جڑے رہیں۔ ان صحابہ میں سے کوئی اگر جہاد کی اجازت مانگتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو جہاد کیا وہ عاقبت سنوارنے کے لیے کافی ہے، تم مدینہ میں رہو، تمہارا مدینہ میں رہنا اسلامی ریاست کے استحکام کا سبب ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد یہ پابندی اٹھا لی اور جید صحابہ بھی مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور اس طرح اسلامی مرکز سے لوگوں کا تعلق کمزور پڑ گیا۔ (ابن جریر الطبری)

یعقوب بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی کوئی اہم مسئلہ پیش آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیتے اور فرماتے اے غوطہ لگانے والے یعنی ہر معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے والے، غوطہ لگاؤ اور اس اہم مسئلہ میں اچھی طرح سوچ کر اپنی رائے پیش کرو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ حاضر دماغ، عقلمند، علم والا اور بردبار ہو۔ کامیاب حکمران ہمیشہ مشاورت کرتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے ایک مرتبہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی پڑھی ہوئی آیت سے انکار کیا اور کہا کہ یہ قرآن میں اس طرح نہیں ہے۔ ابی

Scanned with CamScanner

بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ چوں کہ بقیع بازار میں خرید وفروخت میں مشغول رہتے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ آیت سننے کا موقع نہیں ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا، میں نے تم لوگوں کو آزمانے کے لیے قصداً آیت سے انکار کیا تاکہ پتہ چلے کہ تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو امیر کے سامنے حق بات کہہ سکے۔ اس امیر میں کوئی خیر نہیں ہے جس کے سامنے حق بات نہ کہی جا سکے اور نہ وہ خود حق بات کہہ سکے۔ (کنزالعمال)

نعمان بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ ان کے اردگرد مہاجرین اور انصار بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ اگر میں کسی کام میں ڈھیل برتوں تو تم کیا کرو گے؟ تمام حضرات ادب کی وجہ سے خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بات کو دو تین مرتبہ دہرایا، تو بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر آپ رضی اللہ عنہ ایسا کریں گے تو ہم آپ رضی اللہ عنہ کو تیر کی طرح سیدھا کر دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر فرمایا کہ تم لوگ ہی امیر کی مجلس میں بیٹھنے کے قابل ہو۔ (کنزالعمال)

اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی وفد آتا تو ان سے ان کے امیر کے بارے میں پوچھتے کہ کیا وہ بیمار کی عیادت کرتا ہے، کیا غلام کی بات سنتا ہے، ضرورت مندوں کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟ اگر وفد کے لوگ امیر کی شکایت کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو معزول کر دیتے۔ مثالی حکمران عوامی خدمت کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ (کنزالعمال)

ابو صالح غفاری کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے جامع مسجد کے پاس ایک مکان کی جگہ مخصوص کر دی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا کہ حجاز میں رہنے والے آدمی کے لیے مصر میں گھر کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کو حکم دیا کہ

Scanned with CamScanner

اس جگہ کو مسلمانوں کے لیے بازار بنا دیں۔ (کنزالعمال)

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملک شام جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، صرف اس شرط پر اجازت دے سکتا ہوں کہ تم شام جا کر کسی شہر کے گورنر بن جاؤ۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں گورنر بننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں اجازت نہیں دوں گا۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں وہاں جا کر دین کی تبلیغ کروں گا اور لوگوں کو نماز پڑھاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور وہ ملک شام چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا دورہ کیا۔ انہوں نے اپنے دربان یرفاء سے کہا کہ ہم یزید بن ابی سفیان کے پاس چلتے ہیں۔ ان کے ہاں مجلس جمی ہوگی، چراغ جل رہا ہوگا، انہوں نے مال غنیمت سے ریشم اور دیباج بچھا رکھا ہوگا، تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے تو وہ پوچھیں گے تم کون ہو؟ اور پھر اندر آنے کی اجازت دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یزید کے دروازے پر پہنچے، السلام علیکم کہا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ یزید نے پوچھا تم کون ہو؟ یرفاء نے کہا امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔ یزید نے دروازہ کھولا آپ رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے اور دیکھا مجلس جمی ہے، چراغ جل رہا ہے، ریشم و دیباج بچھا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزید کی سخت سرزنش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے گھروں میں گئے وہاں بھی مجلس جمی تھی، چراغ جل رہا تھا اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے ریشم و دیباج بچھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بھی سرزنش کی۔ وہ آخر میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ السلام علیکم کہا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے بغیر کوئی سوال پوچھے اجازت دے دی، اندر چراغ نہیں جل رہا تھا اور ایک کمبل اور پتلی چادر اوڑھنا اور بچھونا تھا۔ ابوالدرداء نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے، ایک آدمی کے پاس زندگی گزارنے کے لیے اتنا سامان ہونا چاہیئے جتنا مسافر کے پاس ہوتا ہے۔ پھر دونوں کافی دیر رسول اللہ ﷺ کی باتیں کرتے رہے۔ (کنزالعمال)

ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو اسد کے آدمی

Scanned with CamScanner

کو ایک کام کا امیر مقرر کیا۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کا ایک بچہ آیا جس کا آپ رضی اللہ عنہ نے بوسہ لیا۔ اسدی نے کہا امیر المومنین آپ رضی اللہ عنہ اس بچے کا بوسہ لے رہے ہیں، اللہ کی قسم میں نے آج تک کسی بچے کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تمہارے دل میں بچوں کے لیے شفقت نہیں ہے تو پھر اللہ کی قسم دوسرے لوگوں کے بارے میں شفقت بہت کم ہو گی۔ میں تقرر نامہ واپس لیتا ہوں، تمہارے جیسے سنگدل کو امیر مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ (کنز العمال)

عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ حج کے موقع پر ان کے پاس آیا کریں۔ جب گورنر جمع ہو جاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عوام سے خطاب کرتے اور فرماتے...

''اے لوگو! میں نے اپنے گورنر تمہارے ہاں اس لیے نہیں بھیجے کہ وہ تمہاری کھال ادھیڑیں یا تمہارے مال پر قبضہ کریں یا تمہیں بے عزت کریں، بلکہ میں نے تو صرف اس لیے ان کو بھیجا ہے تاکہ تمہیں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنے دیں اور تمہارے درمیان مال غنیمت تقسیم کریں لہٰذا جس کے ساتھ اس کے خلاف سلوک کیا گیا ہو وہ کھڑا ہو جائے اور اپنی بات بتائے۔''

ایک مرتبہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گورنروں سے یہی خطاب کیا تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر شکایت کی کہ فلاں گورنر نے مجھے ناجائز سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس گورنر سے پوچھا تم نے اس آدمی کو کیوں مارا؟ اور اس آدمی کو کہا کہ وہ گورنر کو کوڑے مارے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس طرح گورنروں سے بدلہ دلانا شروع کر دیا تو پھر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سی شکایات آنے لگیں گی اور گورنروں سے بدلہ لینا ایسا دستور بن جائے گا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد جو بھی آئے گا اسے اس دستور پر عمل کرنا پڑے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور اکرم ﷺ کو بدلہ دلوانے کے لیے تیار دیکھا تو میں اپنے گورنر کو بدلہ کیوں نہ دلواؤں۔ حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں اس آدمی کو راضی کرنے کا موقع دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موقع دے دیا

Scanned with CamScanner

چنانچہ اس گورنر نے ہر کوڑے کے بدلے دو دینار کے حساب سے دوسو دینار اس آدمی کو دیئے۔
(طبقات ابن سعد)

خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو حمص کا گورنر مقرر کیا اور جب حمص کے دورے پر گئے تو اہل حمص سے گورنر کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ جب تک اچھی طرح دن نہ چڑھ جائے، گورنر گھر سے باہر نہیں نکلتے اور رات کو کسی کی بات نہیں سنتے۔ مہینے میں ایک دن گھر کے اندر رہتے ہیں اور ہمارے پاس باہر نہیں آتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے گورنر سے جواب طلبی کی۔ گورنر سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے، میں خود آٹا گوندھتا ہوں، روٹی پکاتا ہوں اور کھانے کے بعد گھر سے باہر نکلتا ہوں۔ میں دن کو لوگوں کے درمیان رہتا ہوں اور رات کو اللہ کی عبادت کرتا ہوں اس لیے رات کو کسی کی بات نہیں سنتا۔ مہینے میں ایک دن خود اپنے ہاتھوں سے گھر کا کام کرتا ہوں۔ کپڑے دھوتا ہوں اور اس لیے گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنر کی کارکردگی سے بہت خوش ہوئے اور ان کو گھر کے اخراجات کے لیے ایک ہزار دینار بھجوائے۔ سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے دینار بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیئے۔ (حلیۃ الاولیاء)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ کے مال یعنی بیت المال کو یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر مجھے ضرورت ہو تو ضرورت کے مطابق لے لیتا ہوں وگرنہ اس مال سے بچتا ہوں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ جو شخص مستغنی ہو، وہ اپنے آپ کو بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار میں کھا لے۔ (طبقات ابن سعد)

براء بن معرور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ ان کے علاج کے لیے شہد تجویز کیا گیا جو بیت المال میں موجود تھا۔ انہوں نے خود شہد نہ لیا بلکہ مسجد میں جا کر منبر پر کھڑے ہوئے اور عوام سے پوچھا کہ مجھے علاج کے لیے شہد کی ضرورت ہے، اگر آپ اجازت دیں تو بیت المال سے لے لوں؟ سب نے خوشی سے اجازت دے دی۔ (کنز العمال)

Scanned with CamScanner

اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مشک اور عنبر آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کوئی ایسی عورت چاہتا ہوں جو تولنا جانتی ہو اور مشک کو تول دے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تولنے میں بڑی ماہر ہوں، لائیے میں تول دیتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہ نے سبب پوچھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم تولتے وقت اپنے ہاتھوں کو لگا لوگی پھر تم گردن پر ہاتھ لگاؤ گی اور اس طرح تم دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مشک وصول کر لوگی۔ (کنز العمال)

حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری شادی کی اور ایک مہینہ مجھے خرچ دیا، اس کے بعد فرمایا، میں خلیفہ بننے سے پہلے بھی یہی سمجھتا تھا کہ میرے لیے بیت المال سے اپنے حق سے زیادہ لینا ناجائز ہے۔ اب خلیفہ بننے کے بعد یہ مال میرے لیے زیادہ حرام ہو گیا ہے کیوں کہ اب یہ میرے پاس بطور امانت ہے۔ میں تمہیں اللہ کے مال سے ایک ماہ خرچ دے چکا ہوں، اب تمہیں اس میں سے اور نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اب تم خود کماؤ اور اپنا خرچہ پورا کرو۔ (کنز العمال)

مالک بن اویس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روم کے بادشاہ کا قاصد آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ایک دینار ادھار لے کر عطر خریدا اور شیشیوں میں ڈال کر وہ عطر قاصد کے ہاتھ روم کے بادشاہ کی بیوی کو بھیج دیا۔ بادشاہ کی بیوی نے عطر کی شیشیاں خالی کر کے جواہرات سے بھر دیں اور قاصد کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ارسال کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کچھ جواہرات بچھونے پر رکھ لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو انہوں نے جواہرات کے بارے میں پوچھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ساری بات بتا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواہرات بیچ کر ایک دینار بیوی کو دیا اور باقی دینار بیت المال میں جمع کرا دیئے۔ (حیاۃ الصحابہ)

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سسرال والوں میں

Scanned with CamScanner

ایک عزیز آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اشارہ کنایہ میں بیت المال سے مدد کرنے کی فرمائش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹ دیا اور فرمایا، تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کے سامنے خائن بادشاہ بن کر پیش ہوں اور اس کے بعد انہوں نے ذاتی مال میں سے ایک ہزار درہم دیئے۔ (طبقات ابن سعد)

ابو امامہ بن سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین بننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کافی عرصے تک بیت المال سے کچھ نہ لیا اور ریاست کے امور کی وجہ سے اپنی کاروباری سرگرمیاں بھی جاری نہ رکھ سکے اس وجہ سے تنگ دستی اور فقر و فاقہ کا شکار ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ میں ریاست کے معاملات میں مشغول ہوں، میں بیت المال سے کتنا وظیفہ لے سکتا ہوں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ بیت المال سے خود بھی کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ دو پہر اور رات کا کھانا لے لیا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر عمل کیا۔ (کنز العمال)

قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہتا تو تم سب سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتا اور نرم کپڑے پہنتا مگر میں اپنی نیکیوں کا بدلہ یہاں پر نہیں، آخرت میں لینا چاہتا ہوں۔ جب شام سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے عمدہ کھانا آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں تو عمدہ کھانا مل گیا مگر وہ مسلمان فقراء جن کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں ملتی، ان کو کیا ملے گا؟ حضرت عمر بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا، ان کو جنت ملے گی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں، فرمایا کہ ہمارے حصے میں دنیا کا یہ مال و متاع ہے اور وہ جنت لے جائیں! وہ تو ہم سے بہت آگے نکل گئے اور بہت فضیلت حاصل کر لی۔ (حیاۃ الصحابہ)

عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایلہ شہر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ مہاجرین اور انصار بھی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے لمبا سفر کر کے آئے تھے، مسلسل بیٹھنے کی وجہ سے ان کا کھردرے کپڑے کا کُرتا پھٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کُرتا پادری کو پیوند

Scanned with CamScanner

لگانے کے لیے دیا۔ پادری کُرتے کو پیوند لگوا کر لے آیا اور ایک نیا کُرتا بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھردرے کپڑے والا کرتا پہن لیا اور کہا کہ یہ کپڑا پسینہ زیادہ جذب کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نیا کرتا شکریے کے ساتھ واپس کر دیا۔ (ابن جریرالطبری)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت گرم دن میں سر پر چادر رکھ کر باہر نکلے۔ ایک جوان گدھے پر سوار ہو کر جا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے گدھے پر بٹھانے کی درخواست کی۔ نوجوان گدھے سے نیچے اترا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آگے بیٹھنے کے لیے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نوجوان سے کہا، آگے جگہ نرم ہے اس لیے تم آگے بیٹھو میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاتا ہوں۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو پیچھے بیٹھا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (کنزالعمال)

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو گورنر نامزد کرتے تو معاہدے میں لکھتے کہ جب تک یہ تمہارے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرتے رہیں، تم ان کی بات سنتے اور مانتے رہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر مقرر کیا۔ وہ جب مدائن روانہ ہوئے تو گدھے پر سوار تھے، ان کے ہاتھ میں روٹی اور گوشت والی ہڈی تھی۔ جب مدائن پہنچے تو چوہدریوں نے ان کا استقبال کیا اور خدمت کا پوچھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تک میں تم میں رہوں، مجھے کھانا اور گدھے کو چارہ دیتے رہو۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدینہ واپس بلا لیا۔ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستے میں چھپ گئے تاکہ دیکھ سکیں کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کس حالت میں واپس آتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ اسی حالت میں واپس آ رہے تھے جس حالت میں گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان سے لپٹ گئے اور فرمایا تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں۔ (حیاۃ الصحابہ)

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ

Scanned with CamScanner

صفوان بن امیہ کھانے کا پیالہ لے کر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسکینوں اور غلاموں کو بلایا اور ان کو کھانے میں شریک کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت کرے جو اپنے غلاموں کے ساتھ کھانے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ صفوان بن امیہ نے کہا ہمیں ان کے ساتھ کھانے سے انکار نہیں لیکن ہمیں عمدہ کھانا اتنا نہیں ملتا کہ انہیں بھی کھلائیں۔ (کنزالعمال)

محمد بن عمر مخزومی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ میں مخزوم میں اپنی خالاؤں کے جانور چرایا کرتا تھا۔ وہ مجھے مٹھی بھر کھجور دیتیں جن سے میں دن بھر گزارہ کرتا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ خود کو بے نقاب کیوں کیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تنہائی میں تھا کہ میرے نفس نے مجھے بڑائی کا احساس دلایا اور کہا تو امیرالمؤمنین ہے، تجھ سے افضل کون ہے! تو میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے نفس کو اس کی حیثیت سمجھا دوں۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ قحط سالی کا شکار ہو گیا۔ پانی کی کمی کی وجہ سے مدینہ میں دھول اڑنے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اس وقت تک پنیر، دودھ اور گوشت نہیں کھاؤں گا جب تک قحط سالی کے اثرات ختم نہ ہو جائیں۔ اتفاق سے بازار میں گھی کا ڈبہ اور دودھ کی مشک آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے چار درہم میں دونوں چیزیں خرید لیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے یہ دونوں چیزیں خرید لی ہیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہ ان کو خوشی سے استعمال کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے دونوں چیزیں خرید کر حد سے اسراف کیا، ان کو صدقہ کر دو، مجھے رعایا کی حالت کیسے معلوم ہو سکتی ہے جب تک میں بھی اس مصیبت سے نہ گزروں جس سے وہ گزر رہے ہیں؟ (تاریخ طبری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود کو بچوں کا باپ سمجھتے تھے۔ جن خواتین کے شوہر جہاد پر ہوتے آپ رضی اللہ عنہ ان کے دروازوں پر جا کر پوچھتے، کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟ آپ لوگوں کو کچھ خریدنا ہے؟ عورتیں اپنی چھوٹی بچیوں کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج دیتیں۔ آپ رضی اللہ عنہ

Scanned with CamScanner

بازار میں داخل ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بے شمار بچے ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کو ضروری اشیاء خرید کر دیتے۔ مجاہدین کے خطوط ان کی بیویوں کو گھر جا کر دیتے۔ جو خواتین خط نہ پڑھ سکتیں، ان کو پڑھ کر سناتے۔ جو خواتین اپنے شوہروں کے نام خط لکھوانا چاہتیں، ان کے خط لکھ کر سرکاری کارندے کے ہاتھ مجاہدین کو بھجوا دیتے۔ (اخبار عمر رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے غلام اسلم کے ساتھ مدینہ میں گشت کر رہے تھے۔ ایک گھر کے سامنے سے گزرے تو اندر سے آواز آئی، اے بیٹی! اٹھو اور دودھ میں پانی ملا دو۔ بیٹی نے کہا ماں تم کو علم نہیں ہے کہ امیر المؤمنین نے منادی کرائی ہے کہ کوئی دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا کہ آدھی رات کا وقت ہے، اس وقت تمہیں امیر المؤمنین دیکھ رہے ہیں اور نہ ہی منادی دیکھ رہا ہے۔ لڑکی نے کہا میں ایسی نہیں ہوں کہ مجلس میں تو ان کی اطاعت کروں اور تنہائی میں نافرمانی کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لڑکی کی بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ صبح لڑکی کا پتہ کرایا تو معلوم ہوا کہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کی شادی اپنے بیٹے عاصم سے کر دی۔ ان کی نسل سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ)

عبید بن عمر سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سر راہ ایک نوجوان لڑکے کی لاش ملی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بڑا رنج ہوا، دعا کی کہ اے اللہ مجھے توفیق دے کہ میں قاتل کا پتہ چلا سکوں۔ اس واقعہ کے تقریباً ایک سال بعد عین اسی جگہ پر ایک نومولود بچہ پڑا پایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس بچے کی مدد سے نوجوان لڑکے کے قاتل کا پتہ چل جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نومولود بچے کو دیکھ بھال کے لیے ایک عورت کے سپرد کیا اور اسے ہدایت کی کہ اگر کوئی عورت اس بچے کو پیار کرے اور اسے سینے سے لگائے تو آپ رضی اللہ عنہ کو اس عورت کے بارے میں بتایا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے بچے کی نگہداشت کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا۔ بچہ بڑا ہوا تو ایک عورت سرکاری رکھوالن کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میری مالکن نے پیغام بھیجا ہے کہ اس کا بچہ اسے لوٹا دیا جائے۔ رکھوالن بچے کو لے کر اس عورت کے پاس چلی گئی۔ اس عورت نے بچے کو پیار کیا اور سینے سے لگایا۔ یہ عورت ایک جلیل القدر

Scanned with CamScanner

انصاری صحابی کی بیٹی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اس عورت کے گھر پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابی سے پوچھا کہ کیا انہیں علم ہے کہ ان کی بیٹی نے کیا کیا ہے؟ صحابی بولے کہ میری بیٹی اسلامی کردار کا نمونہ ہے۔ وہ اللہ کے حقوق بھی پہچانتی ہے اور اپنے والد کے حقوق بھی پہچانتی ہے اور صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تنہائی میں صحابی کی بیٹی سے کہا کہ بچے کے بارے میں سارا واقعہ سچ سچ بتا دو۔ لڑکی نے واقعہ بیان کیا کہ ایک عمر رسیدہ عورت میرے پاس آتی جاتی تھی میں نے اسے ماں بنایا ہوا تھا وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتی تھی۔ ایک دن وہ عورت کہنے لگی کہ مجھے ایک سفر پر جانا ہے، میں اپنی بیٹی کو تمہارے پاس چھوڑے جاتی ہوں، اس کا خیال رکھنا۔ ایک دن جب میں سو رہی تھی، اس نوجوان بیٹی نے جو دراصل لڑکا تھا اور اس نے لڑکی کا روپ دھارا ہوا تھا، اس نے مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ میں نے خنجر لے کر اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش سر راہ ڈال دی۔ جب بچے کی پیدائش ہوئی تو اس کو بھی اسی جگہ پر ڈال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سارا واقعہ سمجھ میں آ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لڑکی کو نصیحت کی اور اس کے باپ کو کہا، تمہاری بیٹی پاک دامن اور قابل قدر لڑکی ہے۔ (سیارہ ڈائجسٹ: خلفائے راشدین خصوصی شمارہ)

مجاہد بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قادسیہ کی جنگ کے بارے میں بڑے فکر مند تھے اور ہر روز مدینہ سے باہر جا کر مسافروں سے قادسیہ کے بارے میں پوچھتے رہتے۔ ایک روز آپ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا مسافر مل گیا جو قادسیہ سے آیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے جنگ کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی ہے۔ اس خبر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں مزید اشتیاق پیدا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ اونٹ سوار مسافر کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے رہے اور قادسیہ کے واقعات کے بارے میں پوچھتے رہے یہاں تک کہ مسافر مدینہ پہنچ گیا۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یا امیر المؤمنین السلام علیکم کہتے رہے۔ جب مسافر کو علم ہوا کہ سوال پوچھنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں تو اسے بڑا تاسف ہوا اور کہنے لگا یا امیر المؤمنین آپ رضی اللہ عنہ مجھے بتا دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

Scanned with CamScanner

فرمایا، تم اس معاملے میں کوئی فکر نہ کرو اور مجھے جنگ قادسیہ کے بارے میں پوری تفصیل بتاؤ۔(سیارہ ڈائجسٹ)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جہاد کی اجازت مانگی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ''عبداللہ، مجھے خدشہ ہے کہ تم شرعی حدود توڑ دو گے'' میں نے کہا ''استغفراللہ میرے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہے''۔ فرمانے لگے جہاد میں فتح کے بعد مال غنیمت آئے گا۔ اس میں قیدی بھی آئیں گے جن میں کوئی خوبصورت دوشیزہ ہوگی، تم اسے خرید لو گے۔ مجاہدین تمہیں امیرالمؤمنین کا فرزند خیال کر کے دوشیزہ کو خریدنے دیں گے اور اس طرح اللہ کے حکم کے بجائے امیرالمؤمنین کی فرزندی کو مال غنیمت کی تقسیم کا معیار قرار دیا جائے گا، لہٰذا بہتر ہے تم جہاد پر نہ جاؤ۔(سیارہ ڈائجسٹ)

Scanned with CamScanner

عدل وانصاف

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک گھر مسجد نبوی کے بالکل ساتھ تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مسجد میں شامل کرنا چاہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ یہ گھر میرے ہاتھ بیچ دیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ رضی اللہ عنہ یہ گھر مجھے ہدیہ کر دیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ خود ہی اسے مسجد میں شامل کر دیں۔ انہوں نے انکار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان تینوں میں سے ایک کام تو آپ رضی اللہ عنہ کو کرنا ہی پڑے گا اور تجویز دی کہ اس مسئلے کے لیے کوئی ثالث مقرر کر لیتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب کو ثالث تجویز کیا۔ دونوں ثالث کے پاس گئے اور مقدمہ پیش کیا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مرضی کے بغیر یہ گھر نہیں لے سکتے کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے جب بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو وہ جب کوئی دیوار بناتے تو وہ صبح کو گری ہوتی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ آپ جس کی زمین پر بنانا چاہتے ہیں، پہلے اسے راضی کر لیں۔ یہ حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے تقاضا چھوڑ دیا اور انہوں نے اپنی خوشی سے اس گھر کو مسجد میں شامل کر دیا۔ (حیاۃ الصحابہ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت کا خاوند غائب تھا۔ اس کے پاس کسی

Scanned with CamScanner

غیر محرم کی آمد ورفت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو بلایا۔ وہ حاملہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیغام ملنے سے گھبرا گئی اور اس کا بچہ مقررہ مدت سے پہلے پیدا ہو گیا اور مر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ اس بچے کی دیت ان کے ذمہ ہے۔ صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ چوں کہ امیر المؤمنین ہیں اس لیے معاشرے کی اصلاح اور فلاح آپ رضی اللہ عنہ کا ذمہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اصلاح کی خاطر اس عورت کو بلایا تو وہ خوف زدہ ہوگئی اور بچہ قبل از وقت پیدا ہو کر مر گیا۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہ پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ جن صحابہ نے آپ کو بری الذمہ قرار دیا ہے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو خوش کرنے کے لیے یہ رائے دی ہے۔ عورت چوں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بلانے پر خوف زدہ ہوئی اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو دیت دینی پڑے گی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچے کا خون بہا ادا کیا اور عورت کو سرزنش کی۔ (کنز العمال)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک باندی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ میرے آقا نے پہلے مجھ پر تہمت لگائی، پھر مجھے آگ پر بٹھا دیا جس سے میری شرمگاہ جل گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہارے آقا نے تمہیں برا کام کرتے دیکھا؟ باندی نے کہا، نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا تم نے اپنے آقا کے سامنے برائی کا اقرار کیا؟ باندی نے جواب دیا، نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو سو کوڑے لگوائے اور باندی کو آزاد کر دیا، اور فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، جسے آگ میں جلایا گیا یا اس کی آگ سے شکل بگاڑی گئی، وہ اللہ اور رسول ﷺ کی آزاد کردہ ہے۔ (کنز العمال)

حضرت سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے۔ اہل کتاب میں ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا سر زخمی تھا۔ اس نے کہا، امیر المومنین ایک مسلمان نے مجھے زخمی کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو تفتیش کے لیے کہا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے تفتیش کی تو پتہ چلا کہ حضرت عوف بن مالک

Scanned with CamScanner

اشجعی رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ اشجعی رضی اللہ عنہ گواہی کے لیے معاذ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودی کو زخمی کرنے کی وجہ پوچھی تو معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کی جانب سے کہا کہ یہودی کو مارنے والے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ قابل اعتماد انسان ہیں، آپ رضی اللہ عنہ ان کی بات سن لیں۔ عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، امیر المومنین میں نے دور سے دیکھا کہ ایک مسلمان عورت گدھے پر سوار ہے اور یہ شخص گدھے کو ہانک رہا ہے۔ اس نے عورت کو گرانے کے لیے لکڑی سے چوکا مارا مگر وہ نہ گری، پھر اس نے ہاتھ سے دھکا دے کر عورت کو نیچے گرا لیا اور اس کے اوپر چڑھ کر اس کی عصمت لوٹ لی۔ میں یہ منظر برداشت نہ کر سکا اور آ کر اس یہودی کے سر پر چوٹ لگا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس عورت کو لاؤ تا کہ تمہاری بات کی تصدیق کرے۔ عورت کے والد اور خاوند نے رسوائی کے سبب عورت کو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش نہ کیا لیکن خود گواہی کے لیے پیش ہو گئے اور واقعہ کی تصدیق کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہودیو! ہم نے تم سے اس لیے صلح نہیں کی تھی کہ تم ہماری عورتوں سے زنا کرو اور ہم خاموش رہیں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زانی یہودی کو سولی پر چڑھانے کا حکم دیا اور فرمایا اے لوگو! حضرت محمد ﷺ کی امان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، لیکن جو کوئی مسلمان عورت سے زنا کرے گا اسے کوئی امان نہیں ہو گی۔ (حیاۃ الصحابہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تستر کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ اور جنگ سے تنگ آ کر تستر کے حاکم ہرمزان نے اپنے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ قبول کرنے کا اقرار کیا۔ میں ہرمزان کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہرمزان سے کہا، کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا، زندہ رہنے والے کی طرح بات کروں یا مر جانے والے کی طرح بات کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم اپنے بارے میں مت ڈرو، بات کرو۔ ہرمزان نے کہا، اے قوم عرب! جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نہیں تھا، اس وقت ہم تمہیں اپنا غلام بناتے تھے، اب اللہ کی طاقت تمہارے ساتھ ہے تو ہم تمہارے ساتھ لڑنے کے قابل نہیں رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا، انس تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا،

Scanned with CamScanner

امیر المومنین میں دشمن پر بڑا دبدبہ اور رعب چھوڑ کر آیا ہوں، اگر آپ ہرمزان کو قتل کر دیں گے تو اس کی قوم اپنی زندگی سے مایوس ہو کر زیادہ قوت سے بڑھے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت جحز ابن ثور رضی اللہ عنہ جیسے بہادر صحابہ کے قاتل کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ دیکھا تو کہنے لگے، امیر المؤمنین آپ رضی اللہ عنہ نے ہرمزان کو پناہ دی تھی اور اسے کہا تھا کہ وہ بلاخوف بات کرے۔ آپ رضی اللہ عنہ پناہ دے کر اسے قتل نہیں کر سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تم نے اس سے رشوت لی ہے یا مفاد حاصل کیا ہے اس لیے اس کی سفارش کر رہے ہو؟ تم اپنے مؤقف پر کوئی گواہ لاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو گواہ کے طور پر لائے جنہوں نے گواہی دی کہ پناہ دینے کے بعد کسی کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہرمزان کے قتل سے رک گئے۔ ہرمزان مسلمان ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے اس کے لیے بھی وظیفہ مقرر کر دیا۔ (البیہقی)

ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گواہی دینے کے لیے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جاننا چاہا کہ کیا کوئی گواہ کی شناخت اور تصدیق کرنے والا ہے؟ ایک آدمی نے کہا، اے امیر المومنین، میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ یہ اچھا آدمی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا تم اس کے پڑوسی ہو؟ اس نے کہا، نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہنے پوچھا، کیا تم نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا تم نے اس کے ساتھ لین دین کیا ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے اسے مسجد میں اٹھتے بیٹھتے دیکھا ہوگا۔ اس نے کہا، ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں تم اس آدمی کو نہیں جانتے... لہٰذا اس شخص کی گواہی لینے سے انکار کر دیا۔ (عمر بن الخطاب: الصلابی)

عدل و انصاف کے سلسلے میں قرآن کی آیات بڑی واضح ہیں ان پر عمل کرنے سے ریاست کے ہر شہری کو انصاف مل سکتا ہے اور ریاست کو کامیابی سے چلایا جا سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

معاملات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے جو چار ہزار درہم تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آدھا گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کی خبر ملی تو فرمایا جب بھی کسی نیکی میں ہمارا آپس میں مقابلہ ہوا، تو ہمیشہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس نیکی میں مجھ سے آگے نکل گئے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایک بہت عمدہ زمین ملی ہے، آپ ﷺ کی کیا رائے ہے، میں اس زمین کا کیا کروں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، تم چاہو تو اسے وقف کر دو اور اس کی آمدنی کو صدقہ کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان شرائط پر زمین کو وقف کر دیا کہ یہ زمین قابل فروخت نہیں ہوگی، نہ کسی کو ہدیہ کی جا سکے گی اور نہ کسی کو وراثت میں مل سکے گی۔ اس کی آمدنی فقیروں، غلاموں کو آزاد کرانے، جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کی جائے گی۔ جو اس زمین کا متولی ہوگا وہ دستور کے مطابق اس آمدنی میں سے خود کھائے اور اپنے دوست کو کھلائے لیکن اسے اپنے لیے مال جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (حیاۃ الصحابہ)

Scanned with CamScanner

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحلت سے پہلے ایک لشکر تیار فرمایا تھا جس میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس لشکر کے امیر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نامزد ہوئے تھے۔ ابھی اس لشکر نے خندق بھی پار نہیں کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے لشکر کو روک لیا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں اور لشکر کے بارے میں پوچھیں کہ ہم نئی صورت حال کے پیش نظر مدینہ واپس آ جائیں یا اپنا سفر جاری رکھیں؟ لشکر میں شامل انصار نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لشکر کی روانگی کا حکم دیں تو پھر ہماری جانب سے ان سے سفارش کریں کہ وہ لشکر کی امارت نوجوان اسامہ کی بجائے کسی عمر رسیدہ صحابی کے سپرد فرمائیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات کی تو وہ سخت برہم ہوئے اور کہنے لگے، عمر رضی اللہ عنہ تیری ماں تجھے گم کرے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنایا اس کو میں تبدیل کر دوں اور جس لشکر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا اسے روک دوں؟ عمر فاروق رضی اللہ عنہ لشکر میں واپس آئے اور صحابہ سے کہنے لگے، آج تمہاری وجہ سے مجھے خلیفہ سے درشت باتیں سننا پڑیں۔ ابوبکر صدیق خود لشکر کے پاس پہنچے اور کچھ فاصلے تک لشکر کے ساتھ پیدل چلے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار تھے۔ انہوں نے خلیفہ سے کہا، یا تو آپ سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی سواری سے نیچے اترتا ہوں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم تم نہیں اترو گے، اس میں کیا حرج ہے کہ میں تھوڑی دیر اپنے پاؤں اللہ کے راستے میں غبار آلود کر لوں! پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسامہ سے کہا اگر مناسب سمجھیں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو میری معاونت کے لیے مدینہ چھوڑ جائیں۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔ (کنز العمال)

سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لشکر جمع ہو جاتا تو ان پر کسی صاحب علم اور فقیہہ کو امیر بنا دیتے۔ آپ نے سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا اور ان کو یہ ہدایات دیں، تم اللہ کا نام لے کر چلو اور ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ جب تمہارا مشرک دشمن سے سامنا ہو تو اس کو تین

Scanned with CamScanner

باتوں کی دعوت دو، سب سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ مسلمان ہو جائیں اور اپنے ملکوں میں ہی رہنا چاہیں تو ان کے مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور مسلمانوں کے مال غنیمت پر ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اگر وہ تمہارے ساتھ مدینہ میں رہنا پسند کریں تو انہیں تمہارے مساوی حقوق حاصل ہوں گے اور ذمہ داریاں عائد ہوں گی۔ اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو، اگر وہ جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو تم ان کے دشمنوں سے جنگ کرنا اوران کی طاقت سے زیادہ کسی کام کی تکلیف نہ دینا۔ اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں تو ان سے جنگ کرنا۔ اللہ تمہارا مددگار ہوگا۔ جنگ کی صورت میں خیانت نہ کرنا۔ بدعہدی نہ کرنا، کسی کا ناک اور کان نہ کاٹنا اور نہ ہی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا۔ (الطبری)

ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روم کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ جس میں حضور اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کو رومیوں نے گرفتار کرلیا اور اپنے بادشاہ طاغیہ کے پاس لے گئے اور اسے بتایا کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔ روم کے بادشاہ نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو پیش کش کی کہ اگر وہ اسلام کو چھوڑ کر نصرانی بن جائیں تو وہ اپنا آدھا ملک ان کو دے دے گا۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم مجھے اسلام کو پلک جھپکنے جتنی دیر تک چھوڑنے کے لیے اپنا سارا ملک بھی دے دو تو میں اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ بادشاہ نے کہا پھر تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ بادشاہ نے اپنے تیراندازوں سے کہا کہ وہ اس انداز سے تیر چلائیں جو عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اور پاؤں کے قریب سے گزریں اور وہ مرنے نہ پائیں البتہ خوف زدہ ہو جائیں۔ بادشاہ نے عبداللہ بن حزافہ رضی اللہ عنہ کو زندگی بچانے کے لیے عیسائیت کی پیش کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے کھولتے ہوئے پانی کی ایک دیگ منگوائی اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک قیدی کو دیگ میں ڈال دیا اور ایک بار پھر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو عیسائیت کی پیش کش کی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جب ان کو دیگ کی جانب لے جایا گیا تو وہ رونے لگے۔

Scanned with CamScanner

بادشاہ نے سوچا کہ وہ موت سے خوف زدہ ہو گئے ہیں۔ اس نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اس لیے رو رہے ہیں کہ وہ صرف ایک ہی بار اپنے دین پر قربان ہوں گے، کاش ان کے جسم پر جتنے بال ہیں اتنی جانیں ہوتیں اور وہ ہر جان اللہ اور رسول ﷺ کے دین کی خاطر قربان کر دیتے۔ بادشاہ یہ بات سن کر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ایمانی جذبے سے بہت متاثر ہوا اور ان سے کہنے لگا کہ اگر وہ ایک بار اس کے سر کا بوسہ لے لیں تو نہ صرف ان کو بلکہ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ میرا دل تو نہیں مانتا مگر مسلمانوں کی جانوں کے لیے یہ عمل کر گزروں تو شاید اللہ مجھ سے راضی ہو۔ انہوں نے بادشاہ کے سر کا بوسہ لے لیا اور اس نے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے سارا قصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سب صحابہ کو فرمایا کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے خود ان کے سر کا بوسہ لیا تاکہ ان کے دل میں اللہ کے دشمن کے سر کو چومنے کی جو ناگواری تھی وہ دور ہو جائے۔ (کنز العمال)

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں لوگوں میں جوڑے تقسیم کیے۔ ایک جوڑا مجھے بھی بھجوایا جو مجھے چھوٹا نظر آیا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے پاس سے ایک قریشی نوجوان گزرا جس نے بڑا جوڑا پہن رکھا تھا اور اسے زمین پر گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا۔ مجھے حضور اکرم ﷺ کی یہ بات یاد آ گئی کہ میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ میں نے کہا، اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا۔ ایک آدمی نے جا کر یہ جملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمانے لگے اسید رضی اللہ عنہ نماز پوری کر لو۔ جب میں نے نماز پڑھ لی تو فرمانے لگے کہ تم نے کیا کہا؟ میں نے ساری بات بتا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بڑا جوڑا فلاں صحابی کے پاس بھیجا تھا جو غزوہ بدر، غزوہ احد اور بیعت العقبہ میں شریک ہوئے تھے۔ قریشی نوجوان نے یہ جوڑا انصاری صحابی سے خرید لیا۔ تم نے کیسے سوچ لیا کہ انصار

Scanned with CamScanner

پر دوسروں کو ترجیح دینے کی بات میرے عہد میں ہوگی؟ میں نے کہا اے امیر المؤمنین اللہ کی قسم میرا بھی یہی خیال تھا کہ یہ بات آپ کے زمانہ میں نہیں ہوگی۔ (سیرۃ الصحابہ)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جہاد کے لیے سواری مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیت المال لے جاؤ وہاں سے جو چاہے لے لے۔ چنانچہ دونوں بیت المال گئے اور دیکھا کہ وہاں پر سونا اور چاندی رکھا ہوا ہے۔ اس شخص نے کہا، مجھے اس کی ضرورت نہیں، میں تو زادِ راہ اور سواری لینا چاہتا ہوں۔ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آگئے اور بتایا کہ یہ شخص سونا چاندی نہیں بلکہ سواری اور زادراہ لینا چاہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی خواہش پوری کر دی اور اپنے ہاتھ سے اس کی سواری پر کجاوہ باندھا۔ جب وہ آدمی سواری پر سوار ہو کر جانے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس تمنا کے ساتھ اس کے پیچھے چل دیئے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کر دے۔ اس مجاہد نے دعا کی کہ اے اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو اور بہتر جزا عطا فرما۔ (کنزالعمال)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کچھ لوگ آئے جن میں سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ، ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور قریش کے سردار شامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دربان باہر آیا اور صہیب رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہ جیسے بدری صحابہ کو اندر آنے کی اجازت دینے لگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدریوں کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کر رکھی تھی۔ اس موقع پر ابوسفیان نے کہا، آج جیسا دن تو کبھی نہیں دیکھا کہ دربان غلاموں کو اجازت دے رہا ہے اور ہم بیٹھے ہیں۔ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سمجھدار شخص تھے۔ انہوں نے کہا لوگو! آپ کی ناراضگی جائز نہیں، غلاموں کے ساتھ تمہیں بھی دین کی دعوت دی گئی مگر تم نے مسترد کر دی اور غلاموں نے لبیک کہی، اب انہوں نے جو درجہ پالیا ہے وہ تم حاصل نہیں کر سکتے۔ اب تم جہاد پر توجہ دو، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد میں شہادت کا مرتبہ نصیب فرما دے۔ (حیاۃ الصحابہ)

Scanned with CamScanner

محمد بن زید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے بڑی جرأت سے بات کر لیتے تھے۔ دوسرے صحابہ کرام نے ان سے کہا کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے گزارش کریں کہ بہت سے لوگ ان کے پاس آتے ہیں اور ان کے خوف کی وجہ سے اپنی حاجت بیان کرنے سے قاصر رہتے ہیں لہٰذا بہتر ہو اگر وہ نرمی اختیار کریں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحابہ کرام کی تجویز ان کے سامنے رکھ دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے لوگوں سے اس قدر نرمی اختیار کی کہ اس نرمی پر اللہ سے ڈرنے لگا کہ کہیں وہ اس نرمی پر پکڑ نہ فرمالے۔ پھر میں نے لوگوں پر اس قدر سختی کی کہ اس سختی پر اللہ سے ڈرنے لگا کہ کہیں وہ اس سختی پر میری پکڑ نہ فرما لے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ چھٹکارے کی کیا صورت ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن وہاں سے روتے ہوئے اٹھے اور کہنے لگے، ہائے افسوس عمر رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں کا کیا بنے گا؟ (طبقات ابن سعد)

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ شام میں لوگ طاعون میں مبتلا ہو رہے ہیں تو انہوں نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مجھے ایک کام کے سلسلے میں تمہاری ضرورت پیش آ گئی ہے۔ میں تمہارے بغیر اس کام کو نہیں کر سکتا اس لیے میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں میرا خط ملتے ہی میرے پاس آ جاؤ۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مدعا سمجھ گئے کہ وہ مجھے طاعون کی بیماری سے بچانا چاہتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ میں طاعون سے متاثرہ علاقہ چھوڑ کر مدینہ چلا جاؤں۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے امیرالمومنین کو خط لکھا کہ میں مسلمانوں کے ایک لشکر میں ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو میری جو ضرورت پیش آئی ہے میں اسے سمجھ گیا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ اسے دنیا میں باقی رکھنا چاہتے ہیں جو باقی رہنے والا نہیں ہے، لہٰذا جب میرا خط آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جائے تو مجھے اس قسم کے پورا کرنے سے معاف فرما دیں

Scanned with CamScanner

اور مجھے یہاں ہی ٹھہرنے کی اجازت دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا خط پڑھا تو رونے لگے۔ حاضرین مجلس نے پوچھا، کیا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہوا تو نہیں لیکن یوں سمجھو کہ ہوگیا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ 36 ہزار کا لشکر تھا جس میں صرف 6 ہزار زندہ بچے۔ طاعون سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی انتقال فرما گئے۔ (کنز العمال)

نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لائے اور جمعہ کے دن دارالندوہ تشریف لے گئے جہاں قریش مشاورت کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ دارالندوہ سے مسجد حرام جانا نزدیک پڑے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کمرے میں ایک کھونٹی پر اپنی چادر لٹکائی۔ اس پر حرم کا ایک کبوتر آ کر بیٹھ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اڑا دیا۔ وہ دوسری کھونٹی پر جا بیٹھا جہاں ایک سانپ نے اسے مار دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کبوتر کا واقعہ بتایا اور کہا کہ میں نے کبوتر کو کھونٹی سے اس لیے اڑا دیا تا کہ وہ بیٹ کر کے میری چادر خراب نہ کر دے۔ اب سوچتا ہوں کہ اگر میں اسے نہ اڑاتا تو وہ سانپ سے بچ جاتا۔ اس کی موت میری وجہ سے ہوئی، اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بکری صدقہ کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مشورے پر عمل کیا۔ (مسند امام شافعی رضی اللہ عنہ)

جبیر بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیت المال کے بارے میں باقاعدہ رجسٹر رکھنے کا مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ رجسٹر نہ بنائیں بلکہ ہر سال جتنا مال جمع ہو سب تقسیم کر دیا کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تجویز دی کہ رجسٹر رکھا جائے تا کہ جب مال زیادہ آنے لگے اور تقسیم کے بعد بھی بچ جائے تو اس کا ریکارڈ رکھا جائے، نیز جن کو تقسیم کیا جائے ان کے ناموں کا اندراج کیا جائے تا کہ تقسیم کا معاملہ بے قابو نہ ہو جائے۔ ولید بن ہشام رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے شام میں دیکھا کہ بادشاہ نے رجسٹر بنا رکھے تھے اور فوج کا ریکارڈ بھی رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ولید بن ہشام رضی اللہ عنہ کے مشورے کو قبول کیا اور رجسٹر رکھنے کی ذمے داری عقیل بن ابی طالب، مخرمہ

Scanned with CamScanner

بن نوفل اور جبیر بن مطعم کو سونپ دی۔ انہوں نے رجسٹر میں نام درج کیے اور رجسٹر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دکھائے۔ رجسٹر میں سب سے پہلے بنو ہاشم اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کا نام ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کے نام درج تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے رشتہ داروں کے نام درج کرو اور میرا (عمر رضی اللہ عنہ) کا نام بھی حضور اکرم ﷺ کی رشتے داری کے حوالے سے جس جگہ پر آئے اس جگہ پر درج کرو۔ (طبقات ابن سعد)

زید بن اسلم سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر سعید بن عامر بن حذیم سے پوچھا کہ اہل شام تم سے محبت کیوں کرتے ہیں؟ سعید بن حذیم نے کہا، میں ان کے حقوق کا خیال رکھتا ہوں اور ان کے ساتھ غم خواری کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دس ہزار درہم دیئے۔ انہوں نے واپس کر دیئے اور کہا کہ میرے پاس بہت سے غلام اور گھوڑے ہیں، میری حالت اچھی ہے۔ میں گورنر ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ رقم سب مسلمانوں کے لیے صدقہ کر دی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ ایک بار حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ بغیر سوال اور طلب کے دے تو اسے لے لو کیوں کہ یہ اللہ کی طرف سے عطا ہے۔ (مستدرک حاکم)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسریٰ کا تاج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا اس وقت بنو مدلج کے دیہاتی سراقہ بن مالک بن جعشم بھی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کے دونوں کنگن ان کو دے دیئے اور فرمایا اے اللہ مجھے معلوم ہے کہ تیرے رسول حضرت محمد ﷺ چاہتے تھے کہ انہیں کہیں سے مال ملے اور وہ اسے تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کریں لیکن تو نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے ان سے مال کو دور رکھا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی مال و زر کو دور رکھا۔ اب میرے زمانے میں مال بہت زیادہ آ رہا ہے۔ میں اس مال سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہیں یہ مال میرا امتحان ہی نہ ہو۔ (البیہقی)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ یزید بن ابی سفیان مختلف قسم کے کھانے کھاتے

Scanned with CamScanner

تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام یرفا سے کہا کہ جب یزید کا رات کا کھانا تیار ہو جائے تو ان کو مطلع کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو وہ یزید کے گھر تشریف لے گئے اور سلام کہنے کے بعد اندر آنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ یزید کے لیے رات کا کھانا لایا گیا جو ثرید اور گوشت پر مشتمل تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزید کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد بھنا ہوا گوشت لایا گیا۔ یزید نے تو گوشت کی جانب ہاتھ بڑھایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا اے یزید بن ابوسفیان! ایک کھانے کے بعد دوسرا کھانا؟ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم حضور ﷺ اور ان کے صحابہ کے طریقۂ زندگی سے ہٹ جاؤ گے تو تمہیں بھی ان کے راستے سے ہٹا دیا جائے گا جو جنت کے اعلیٰ درجات کو جاتا ہے۔ (کنز العمال)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ وہ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکیہ مہمان کے لیے رکھ دیا۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، حضور ﷺ نے کیا فرمایا تھا؟ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا، ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ تکیہ میرے لیے رکھ دیا اور فرمایا، اے سلمان جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کی عزت کے لیے تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے۔ (مستدرک حاکم)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا ان کی سب سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مال کی زکوٰۃ طلب کی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سخت باتیں کہہ دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا اور حضور اکرم ﷺ سے آپ کی رشتے داری کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی سخت لہجے میں بات کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

Scanned with CamScanner

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساری بات بتائی۔ دونوں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے رویے کے بارے میں بتایا اور کہا کہ اگر مجھے ان کی آپ ﷺ سے رشتے داری کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سخت جواب دیتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ تم نے ان کا احترام کیا، اللہ تمہارا احترام کرے گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ چچا باپ کی مانند ہوتا ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ سے زکوٰۃ کے بارے میں بات نہ کرو کیوں کہ ہم ان سے دو سال کی زکوٰۃ پہلے ہی لے چکے ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

روایت ہے کہ جنگ قادسیہ میں دو شہزادیاں قید ہو کر آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شہزادی کا نکاح حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دوسری شہزادی کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے کر دیا اور اپنے بیٹے سے نہ کیا۔ مثالی حکمران اقربا پروری نہیں کرتا۔ (سیرت الصحابہ)

ایک دفعہ عمر بن طفیل رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کھانا لایا گیا۔ عمر بن طفیل رضی اللہ عنہ ایک طرف ہو گئے۔ (جنگ کے دوران ان کی انگلی کٹ گئی تھی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا تم زخمی ہاتھ کی وجہ سے ایک طرف ہو گئے ہو؟ عمر بن طفیل نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب تک تم اپنے ہاتھ سے کھانا پیالے میں نہیں ڈالو گے، میں نہیں کھاؤں گا، اللہ کی قسم اس وقت جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں ان میں سے ایک بھی تمہارے علاوہ ایسا نہیں ہے جس کے جسم کا کچھ حصہ جنت میں ہو۔ اس کے بعد عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں شہید ہو گئے۔ (کنز العمال)

اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے دروازے پر پہرے دار مقرر کیا اور فرمایا کسی سے کوئی چیز ہرگز نہ لینا۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے میرے جسم پر نئے کپڑے دیکھے تو پوچھا یہ کپڑے تمہیں کہاں سے مل گئے؟ میں نے بتایا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دیئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے تو لے لیا کرو اور کسی

Scanned with CamScanner

سے نہ لینا۔ ایک دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اندر چلا جاؤں؟ میں نے ان کو بتایا کہ امیر المومنین کچھ دیر کے لیے مشغول ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس زور سے میرے کان پر ہاتھ مارا کہ میری چیخ نکل گئی۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلاوجہ مارا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اندر بھیج دو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ غلام کو کیوں مارا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غلام نے مجھے اندر نہیں آنے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غلام نے آپ سے کہا کہ امیر المؤمنین مشغول ہیں، آپ انتظار کر لیتے اور مجھے معذور سمجھ لیتے۔ اللہ کی قسم جب کسی درندے کو زخمی کر دیا جاتا ہے تو باقی درندے اسے کھا جاتے ہیں آپ نے غلام کو مارا ہے، دوسرے بھی اسے مارنے لگ جائیں گے۔ (کنز العمال)

عمر مخزومی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرایا کہ سب جمع ہو جائیں، ضروری بات کرنی ہے۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمانے لگے، اے لوگو! میری چند خالائیں تھیں جن کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔ میں ان کے جانور چرایا کرتا تھا اور وہ مجھے مٹھی بھر کشمش اور کھجور دے دیا کرتی تھیں۔ میں اسی پر سارا دن گزارا کیا کرتا تھا۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے کوئی خاص بات نہیں کہی، صرف اپنا عیب ہی بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے نفس نے مجھ سے کہا، تو امیر المؤمنین ہے، تجھ سے افضل کون ہو سکتا ہے! تو میں نے چاہا کہ اپنے نفس کو اس کی حیثیت بتا دوں۔ (کنز العمال)

سنان بن سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں چند لڑکوں کے ساتھ باہر نکلا۔ ہم زمین پر گری ہوئی کھجوریں چن کر جھولیوں میں ڈالنے لگے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتھ میں کوڑا لیے آ گئے۔ سب لڑکے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ میں نے کہا، امیر المومنین! میں نے زمین پر گری ہوئی کھجوریں اٹھائی ہیں، درخت سے

Scanned with CamScanner

نہیں توڑیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری جھولی میں کھجوریں دیکھیں جو خاک آلود تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے کچھ نہ کہا۔ میں نے کہا، امیرالمؤمنین اب میں گھر جانا چاہتا ہوں مگر راستے میں لڑکے کھڑے ہیں جو میری کھجوریں چھین لیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے ساتھ میرے گھر تک آئے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، امیرالمؤمنین میں دیہات کا رہنے والا ہوں، مجھے بہت کام ہوتے ہیں۔ مجھے ایسے عمل بتائیں جو میری بخشش کا ذریعہ بن جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، حج اور عمرہ کرو اور امیر کی فرمانبرداری کرو، لوگوں کے ظاہری اعمال دیکھو، ان کے پوشیدہ حالات مت تلاش کرو۔ ہر وہ کام کرو جس کی خبر لوگوں میں پھیل جائے تو تمہیں نہ شرم اٹھانی پڑے اور نہ رسوا ہونا پڑے، اور ہر اس کام سے بچو جس کی خبر پھیل جائے تو تمہیں رسوا ہونا پڑے۔ (کنزالعمال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت تاریخی دستاویز ہے جس پر آج بھی عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد امت مسلمہ کی قیادت کرنے والے خلیفہ کو کافی اہم وصیت کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اولین مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کی سبقت الی الاسلام کے حقوق کو پہچاننا۔ انصار کے ساتھ بھلائی کرنا، ان کی اچھائیوں کی قدر کرنا اور کوتاہیوں سے چشم پوشی کرنا۔ مفتوحہ ممالک کے باشندوں سے اچھا سلوک کرنا کیوں کہ یہ دشمنوں کو دفع کرنے والے اور مال غنیمت جمع کرنے والے ہیں، صرف وہی کچھ لینا جو ان کی ضرورت سے زائد ہو۔ دیہات کے عرب باشندوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا کیوں کہ یہی لوگ اصل عرب اور مادہ اسلام ہیں، ان کے مال داروں

Scanned with CamScanner

سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کے محتاجوں میں تقسیم کر دینا۔ ذمیوں سے اچھا برتاؤ کرنا، ان کی طرف سے دفاع کرنا جب تک وہ خوشی خوشی مسلمانوں کو جزیہ دیتے رہیں، ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا۔

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، گناہ کی پاداش میں اس کی پکڑ اور غصہ سے ڈرتے رہو۔ لوگوں کے معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو، لیکن اللہ کے معاملے میں لوگوں سے نہ ڈرو۔ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کرنا، ان کی ضروریات کی تکمیل میں لگے رہنا۔ سرحدوں کی حفاظت کرنا۔ مال داروں کو محتاجوں پر ترجیح نہ دینا، اسی میں ان شاء اللہ تمہارے دل کی سلامتی، گناہوں کی معافی اور انجام کی بہتری ہے، یہاں تک کہ اسی حالت میں تم اسی ہستی (اللہ) تک پہنچ جاؤ جو تمہارے بھیدوں سے واقف ہے اور تمہارے اور تمہارے دل کے مابین حائل ہے۔ میرا حکم ہے کہ اللہ کے حقوق، حدود اور اس کے مجرموں کے تئیں ہمیشہ سخت رہنا، خواہ وہ قریبی ہوں یا اجنبی۔ اس سلسلے میں کسی کے لیے تمہارے دل میں اس وقت تک کوئی نرم گوشہ نہ ہو جب تک کہ جرم کے مطابق اسے سزا نہ دے دو۔ رعایا کا ہر فرد تمہاری نگاہ میں یکساں ہو۔ حق کو حق دار تک پہنچانے میں کوئی تردد نہ کرو۔

اللہ کے دین کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ مومنوں کے جس مال کا اللہ نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے اس کی تقسیم میں جانب داری نہ کرنا کہ کسی پر ظلم و زیادتی کرنے لگو اور اس چیز سے اپنے آپ کو محروم کر لو جس کے سلسلہ میں اللہ نے تمہیں وسعت دی ہے۔ تم دنیا اور آخرت کے عظیم منصب پر فائز ہو، کشادگی اور اسباب دنیا کی فراوانی کے باوجود اگر تم نے دنیا میں عدل و انصاف اور پاک دامنی سے کام لیا تو اپنے ایمان کو مضبوط کیا اور اللہ کی رضا پائی اور اگر نفس پرستی کا تم پر غلبہ ہو گیا تو اللہ کے غیظ و غضب کو دعوت دی۔ ذمیوں پر خود یا کسی دوسرے کو ظلم کرنے کی قطعاً اجازت نہ دو۔

میں نے تمہیں جو کچھ نصیحتیں اور وصیتیں کیں ان کے ذریعے سے اللہ کی رضا مندی اور

Scanned with CamScanner

آخرت کی بہتری تلاش کرو۔ میں نے تمہاری انہی چیزوں کی طرف رہنمائی کی ہے جس پر خود اپنے وجود اور اپنے لڑکے کو مائل کرتا ہوں، لہٰذا جو کچھ میں نے تمہیں نصیحت کی ہے اسے اگر تم نے اچھی طرح یاد کر لیا اور عمل پیرا ہوئے تو اپنی خوش قسمتی اور اچھے بدلے کا پورا پورا حصہ لیا، اور اگر تم نے اسے قبول نہ کیا، اس کو کوئی اہمیت نہ دی اور اللہ کی مقررہ حدود پر رکنے پر اکتفا نہ کیا تو تمہاری ناقدری ہوگی اور اس میں تمہاری اپنی رائے کا دخل ہوگا کیوں کہ خواہشات سارے انسانوں کے درمیان مشترک ہیں اور تمام غلطیوں کی جڑ ابلیس ہے جو ہر مہلک چیز کی طرف بلاتا ہے، اس نے تم سے پہلے کی گزشتہ قوموں کو گمراہ کر دیا، انہیں جہنم میں داخل کرایا، اور جہنم کتنی بری جگہ ہے اور انسان کی یہ کتنی بری کمائی ہے کہ اس کی قسمت میں اللہ کے دشمن کی دوستی آئے جو اللہ کی نافرمانیوں کی طرف ہمہ وقت دعوت دیتا ہے۔

حق پر جمے رہو، زندگی کی آخری سانس اسی پر بند ہو۔ اپنے آپ کو نصیحت کرتے رہو۔ اللہ کے واسطے مسلمانوں پر رحم کرنا، بڑوں کا احترام کرنا، چھوٹوں پر مہربانی کرنا اور علماء کی عزت و توقیر کرنا، مسلمانوں کو مارنے اور ذلیل کرنے سے پرہیز کرنا، خود ان سے زیادہ مال فے نہ لینا، ورنہ انہیں ناراض کر دو گے۔ جب عطیات دینے کا وقت آجائے تو انہیں واپس نہ لوٹاؤ ورنہ انہیں محتاج بنا دو گے۔ سرحدوں پر انہیں زیادہ دن نہ روکنا ورنہ خدشہ ہے کہ ان کی نسل ہی ختم ہو جائے۔ دولت صرف مالداروں کے ہاتھوں میں گردش نہ کرتی رہے، کمزوروں اور محتاجوں کے لیے اپنا دروازہ بند نہ رکھنا کہ طاقت ور کمزور کو نگلنے لگے۔ یہ میری وصیت ہے اور اس پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم کو السلام علیکم عرض کرتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد)

اس وصیت کا ایک ایک کلمہ اس بات کی دلیل ہے کہ حکومت و سیاست کے تمام مسائل پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی گہری نظر تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کی حکومت ایک نظام اور بہترین طریقۂ عمل کی پابند تھی۔ یہ وصیت انتہائی اہم امور پر مشتمل ہے۔ اسے ایک گرانقدر دستاویزی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ اس میں ایک کامیاب حکومت کے ایسے بنیادی اصول وضوابط بتائے گئے ہیں جو دینی، سیاسی، فوجی، اقتصادی اور معاشرتی ہر پہلو سے مکمل ہیں۔

Scanned with CamScanner

مکمل فلاحی ریاست

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فلاحی ریاست کا مکمل نمونہ پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلامی ریاست کے ہر شہری کے بنیادی حقوق کا مکمل خیال رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاست کا کوئی فرد لاوارث نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آنے والے حیران کن واقعات سے فلاحی ریاست کے خدوخال سامنے آتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بہت سخی اور خوبصورت نوجوان تھے۔ وہ قرض لیتے اور دوسروں پر خرچ کرتے رہتے، یہاں تک کہ سارا مال قرضے میں گھر گیا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ قرض خواہوں سے کہیں کہ میرا قرض معاف کر دیں۔ حضور اکرم ﷺ کی سفارش کے باوجود قرض خواہوں نے انکار کر دیا۔ آخر کار حضور اکرم ﷺ نے قرض ادا کرنے کے لیے ان کا سارا مال فروخت کر دیا۔

آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیج دیا تا کہ ان کے نقصان کی کچھ تلافی ہو سکے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پہلے گورنر ہیں جنہوں نے زکوٰۃ کے مال سے تجارت کی۔ جب مال جمع ہو گیا تو انہوں نے منافع رکھ لیا اور زکوٰۃ کی رقم بیت المال میں جمع کرا دی۔ جب حضور اکرم ﷺ رحلت فرما گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجیں اور ان سے کہیں کہ اپنی گزر اوقات کے لیے مال رکھ لیں باقی بیت المال کے لیے بھیج دیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت

Scanned with CamScanner

معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے نقصان کی تلافی کے لیے یمن بھیجا تھا، میں ان سے مال نہیں لینا چاہتا، البتہ وہ خود دے دیں تو لے لوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ مسلمان ضرورت سے زیادہ بیت المال میں جمع کرادیں تاکہ محروموں، مسکینوں، ناداروں، یتیموں اور مفلسوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جا سکے جو فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ قرآن پاک میں بھی ضرورت سے زیادہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم ہے۔ (کنز العمال)

یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ لوگوں کو تین دن تک اسلام کی دعوت دینا۔ جو کوئی جنگ شروع ہونے سے پہلے تمہاری دعوت قبول کر لے وہ مسلمانوں کا ایک فرد شمار ہوگا، اسے دوسرے مسلمانوں کی طرح مساوی حقوق حاصل ہوں گے اور مال غنیمت سے حصہ لینے کا حقدار ہوگا۔ جو لوگ جنگ کے بعد تمہاری دعوت قبول کریں۔ ان کا مال مسلمانوں کے لیے مال غنیمت بنے گا کیوں کہ مسلمانوں نے ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کے مال پر قبضہ کر لیا تھا۔

(کنز العمال)

ابن جریج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے سنا۔ "یہ رات لمبی ہوگئی ہے اور اس کے کنارے کالے پڑ گئے اور مجھے اس وجہ سے نیند نہیں آرہی کہ میرا کوئی محبوب نہیں جس سے میں کھیلوں۔ اگر اس اللہ کا ڈر نہ ہوتا جس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے تو اس تخت کے تمام کنارے حرکت کر رہے ہوتے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پوچھا، تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا، میرا خاوند جہاد پر گیا ہوا ہے اور میں اس کی بہت مشتاق ہو چکی ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا، صبر سے کام لو، میں تمہارے خاوند کو پیغام بھیج کر بلا لیتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک عورت کتنے عرصے میں خاوند کی مشتاق ہو جاتی ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ شرما گئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حق بات بیان کرنے سے اللہ نہیں شرماتے۔ حضرت

Scanned with CamScanner

حفصہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ تین سے چار ماہ کے عرصے میں عورت خاوند کی مشتاق ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام علاقوں میں خط بھیجا کہ لشکریوں کو گھر سے باہر چار ماہ سے زیادہ نہ روکا جائے۔ فلاحی ریاست اپنے شہریوں کے فطری حقوق کا بھی خیال رکھتی ہے۔ (کنز العمال)

ابو تمیم جیشانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا، مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے ایک منبر بنایا ہے جب تم اس پر کھڑے ہو کر وعظ کرتے ہو تو لوگوں کی گردنوں سے بلند ہو جاتے ہو۔ تم یہ منبر توڑ دو اور کھڑے ہو کر وعظ کرو تا کہ تم مسلمانوں سے بہت زیادہ بلند نہ ہو جاؤ۔ اسلام مساوات پر زور دیتا ہے۔ (کنز العمال)

عروہ بن رویم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے حالات کا جائزہ لے رہے تھے، ان کے پاس حمص کے لوگ گزرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تمہارے امیر عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کیسے ہیں انہوں نے کہا بہترین امیر ہیں بس ایک بات ہے کہ انہوں نے ایک بالا خانہ بنا رکھا ہے جس میں وہ رہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر کو خط لکھا اور اپنا قاصد بھیجا اور اس کو ہدایت کی کہ وہ بالا خانہ جلا دے۔ قاصد نے حمص پہنچ کر بالا خانہ کے دروازے کو آگ لگا دی۔ جب یہ بات امیر کو بتائی گئی تو انہوں نے کہا کہ اس قاصد کو کچھ نہ کہو یہ امیر المؤمنین کا قاصد ہے۔ عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ خط ملتے ہی مدینہ پہنچ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مدینہ کے قریب پتھریلے میدان حرّہ پہنچ جائیں۔ وہاں پر صدقہ کے اونٹ تھے۔ جب وہ حرہ پہنچ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، کپڑے اتار دو... اور اون کی چادر پہننے کو دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا، کنویں سے پانی نکالو اور اونٹوں کو پانی پلاؤ۔ عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے کنویں سے پانی نکالتے رہے یہاں تک کہ تھک گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا دنیا میں کتنا عرصہ رہو گے؟ انہوں نے جواب دیا، مختصر عرصہ کے لیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس مختصر زندگی کے لیے تم نے بالا خانہ

Scanned with CamScanner

بنایا تھا؟ جاؤ اپنے کام پر واپس جاؤ اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔ فلاحی ریاست میں حکمران شہریوں سے رابطے میں رہتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ)

عتاب بن رفاعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ سعد رضی اللہ عنہ نے ایک گھر بنوایا ہے اور اس پر دروازہ بھی لگوایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ بازار کا شور آنا ختم ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ جاؤ اور سعد رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ جلادو۔ مسلمہ رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچ گئے اور سعد رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ نذر آتش کر دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آئے۔ مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ دروازہ لگانے کے بعد بازار کا شور آنا ختم ہو گیا ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی۔ مسلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ واپس پہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سعد رضی اللہ عنہ کی وضاحت پیش کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا سعد رضی اللہ عنہ نے تمہیں راستے کا توشہ دیا۔ مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے بھی نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مدینہ کے اردگرد لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اگر میں تمہیں توشہ دیتا تو آخرت میں میری پکڑ ہوتی۔ (کنز العمال)

زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالے باہر نکلے۔ وہ کہہ رہے تھے، میں مدد کے لیے حاضر ہوں، میں مدد کے لیے حاضر ہوں۔ لوگوں نے پوچھا، کیا بات ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا قاصد خبر لایا ہے کہ ایک امیر کے علاقے میں ایک نہر تھی جسے پار کرنے کے لیے کوئی کشتی نہیں تھی۔ امیر نے کہا، ایسا آدمی تلاش کرو جو نہر کی گہرائی کا اندازہ لگا سکے۔ ایک بوڑھے کو لایا گیا اس بوڑھے نے کہا کہ مجھے سردی سے ڈر لگتا ہے مگر امیر نے اسے مجبور کیا اور نہر کے اندر بھیجا۔ تھوڑی دیر میں اس پر سردی کا بڑا اثر ہوا اور زور سے پکارنے لگا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ میری مدد کو آؤ... اور پھر وہ بوڑھا ڈوب گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط لکھ کر امیر کو مدینہ بلایا اور کئی دن تک اس سے ملاقات نہ کی۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ناراضگی کے اظہار کا طریقہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر سے پوچھا کہ تم نے بوڑھے کو کیوں مار ڈالا۔ امیر نے وضاحت کی کہ اسے جان بوجھ کر نہیں مارا گیا، ہمیں نہر کے پار جانا تھا اور اس کی گہرائی معلوم کرنا تھی۔ یہ نہر پار کر کے ہم نے کئی علاقے فتح کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ایک شخص کی جان تمہاری فتوحات سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مستقل دستور بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو تمہاری گردن اڑا دیتا۔ میرے پاس سے چلے جاؤ، آئندہ تمہیں کبھی نہ دیکھوں۔ فلاحی ریاست میں انسانی جان کی حرمت مرکزی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ (کنز العمال)

حرمازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ میدے کی روٹی شہد کے ساتھ کھانے لگے ہیں۔ آپ خط ملتے ہی میرے پاس آ جائیں اور اللہ کے راستے میں جہاد کریں۔ فیروز رحمتہ اللہ علیہ خط ملتے ہی پہنچ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جب وہ اندر جانے لگے تو ایک قریشی نوجوان بھی اندر جانے کی کوشش میں ان سے ٹکرا گیا۔ فیروز رحمتہ اللہ علیہ نے قریشی کے ناک پر تھپڑ مارا۔ اس کے ناک سے خون بہنے لگا۔ وہ نوجوان اسی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ سلوک تمہارے ساتھ کس نے کیا؟ اس نے بتایا کہ فیروز رحمتہ اللہ علیہ نے تھپڑ مارا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فیروز رحمتہ اللہ علیہ کو اندر بلایا اور تھپڑ مارنے کا سبب پوچھا۔ فیروز رحمتہ اللہ علیہ نے کہا اے امیر المؤمنین ہم نے کچھ عرصہ قبل بادشاہت چھوڑی ہے جس کا اثر ہماری طبیعت پر باقی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ یہ نوجوان اجازت کے بغیر اندر آنے لگا۔ اس پر مجھے غصہ آ گیا اور مجھ سے یہ حرکت ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہا، آپ کو بدلہ دینا ہوگا۔ فیروز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو بدلے کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نوجوان کو کہا کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فیروز دیلمی رحمتہ اللہ علیہ نے جھوٹے نبی اسود عنسی کو آج رات قتل

Scanned with CamScanner

کر دیا ہے۔ کیا تم اس خبر کے بعد بھی بدلہ لینا چاہتے ہو؟ نوجوان نے کہا، حضور اکرم ﷺ کی حدیث سننے کے بعد میں فیروز رحمتہ اللہ علیہ کو معاف کرتا ہوں۔ فیروز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا اور پوچھا کیا میں قریشی نوجوان کی معافی کے بعد اللہ کی پکڑ سے بچ جاؤں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں، اللہ آپ کو معاف کر دے گا۔ فیروز دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مال میں سے تیس ہزار دینار نوجوان کو ہدیہ کر دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے قریشی نوجوان تم نے معاف کر کے ثواب بھی لے لیا ہے اور تم کو اتنا مال بھی مل گیا۔
(کنزالعمال)

یزید بن ابی مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسلمان جابیہ بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک ذمی نے آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ لوگ اس کے انگوروں کے باغ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو ان کی اپنے ایک ساتھی سے ملاقات ہوگئی جس نے اپنی ڈھال پر انگور اٹھا رکھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا میاں تم بھی اس لوٹ میں شامل ہوگئے؟ اس نے کہا، اے امیر المؤمنین ہمیں بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے، کھانے کا اور کوئی سامان نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور حکم دیا کہ ذمی کو بیت المال سے انگوروں کی قیمت ادا کی جائے۔ (حیاۃ الصحابہ)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مال آیا جسے انہوں نے لوگوں میں تقسیم کر دیا لیکن کچھ مال بچ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بچے ہوئے مال کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا۔ لوگوں نے کہا، اسے آئندہ پیش آنے والی ضرورت کے لیے رکھ لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کوئی مشورہ نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ مشورہ دیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قرآن پاک میں خرچ کرنے کی جگہیں بتائی گئی ہیں اور مال بچانے کا ذکر نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ مال انہی جگہوں پر خرچ کر دینا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ کے پاس بحرین سے مال آیا تھا جسے آپ ﷺ نے تقسیم کر دیا۔ کچھ مال بچ گیا۔ آپ ﷺ پریشان رہے، گھر نہ گئے اور رات مسجد میں گزاری۔ جب سارا مال تقسیم کر دیا

Scanned with CamScanner

تقسیم کر گئے۔ اس مال سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو آٹھ سو درہم ملے۔

عمیر بن سلمہ دولی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوپہر کو ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے۔ ایک دیہاتی عورت مدینہ آئی۔ وہ لوگوں کو غور سے دیکھتی رہی اور درخت کے نیچے سوئے ہوئے شخص کے پاس پہنچ گئی۔ اس کو علم نہیں تھا کہ وہ امیر المؤمنین ہیں۔ اس عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ مسکین عورت ہے اور اس کے بچے زیادہ ہیں۔ امیر المؤمنین نے ایک صحابی محمد رضی اللہ عنہ کو ہمارے علاقے میں صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا جو صدقہ جمع کر کے واپس مدینہ آگئے اور ہمیں کچھ نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دربان یرفاء کو کہا وہ صحابی محمد رضی اللہ عنہ کو بلائیں۔ دیہاتی عورت نے کہا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ صحابی کو بلانے کی بجائے خود میرے ساتھ جا کر ان سے سفارش کریں تو میرا کام بن جائے گا۔ صحابی محمد رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور امیر المؤمنین کہہ کر سلام کہا تو عورت کو معلوم ہوا کہ وہ جس شخص سے گفتگو کر رہی ہے وہی امیر المؤمنین ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابی محمد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے جس علاقے سے صدقات جمع کیے وہاں کے مسکینوں کو نظر انداز کر دیا، حالانکہ وہ سب سے پہلے ان صدقات کے حقدار تھے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے دیہاتی عورت کو آٹا اور تیل دیا۔ (کنز العمال)

اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا۔ وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک جوان عورت ملی۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین میرا خاوند فوت ہو گیا ہے، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، فقر و فاقہ کی وجہ سے میرے پاس پکانے کے لیے پائے بھی نہیں ہیں۔ (اس دور میں پائے مفت ملتے تھے) مجھے ڈر ہے کہ میرے بچے بھوک سے مر نہ جائیں اور میں خفاف بن ایماء غفاری رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوں، وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی باتیں غور سے سنیں اور اسے اونٹ پر دو بورے غلہ اور کپڑے وغیرہ لاد کر دیئے۔ ایک شخص نے کہا، اے امیر المؤمنین آپ رضی اللہ عنہ نے اس

Scanned with CamScanner

عورت کو بہت زیادہ دے دیا! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا، تیری ماں تجھے گم کرے، اس عورت کا باپ اور بھائی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں شریک تھے، میں نے دیکھا کہ ان دونوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا اور اسے فتح کر لیا۔ ہم اس میں سے حصہ وصول کر رہے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ)

اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سخت قحط پڑا جسے عام الرمادہ یعنی ہلاکت کا سال کہا جاتا ہے۔ عرب قحط سالی کی وجہ سے مدینہ کے اطراف میں پناہ گزین ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذاتی دلچسپی لے کر ان کے کھانے کا انتظام کیا۔ ہر روز سینکڑوں دیگیں پکا کر کھانا مستحقین میں تقسیم کیا جاتا۔ دس ہزار لوگ ہر روز کھانا کھاتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود نگرانی کرتے، یہاں تک کہ بارش ہوگئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب پناہ گزینوں کو سواریاں اور اناج دے کر اپنے علاقوں کی جانب روانہ کیا۔ (طبقات ابن سعد)

اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں گشت کر رہے تھے ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آوازیں آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دروازے پر دستک دے کر پوچھا کہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ عورت نے کہا کہ میرے پاس بچوں کو کھلانے کے لیے کچھ نہیں، میں نے ان کی تسلی کے لیے پانی کی دیگچی چولہے پر رکھی ہوئی ہے تاکہ وہ رونے کی بجائے سو جائیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور اپنی کمر پر اناج کی بوری اٹھا کر اس عورت کے گھر پر لے کر آئے اور اپنے ہاتھ سے کھانا بنایا۔ جب بچوں نے کھا لیا تو امیر المؤمنین اپنے گھر روانہ ہوئے۔ (ابن الجریر، الطبری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاں سے آٹھ لاکھ درہم لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا لائے ہو؟ میں نے کہا آٹھ لاکھ درہم لایا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا یہ مال پاکیزہ ہے؟۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساری رات جاگ کر گزاری۔ صبح فجر کی اذان

Scanned with CamScanner

ہوئی تو ان کی بیوی نے پوچھا، آپ رضی اللہ عنہ ساری رات کیوں نہیں سوئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رات کو اس قدر مال آیا کہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک نہیں آیا تھا۔ اگر عمر رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں موت آ جائے کہ یہ مال اس کے پاس رکھا تھا اور اس نے اس کا صحیح مصرف نہ کیا تو وہ اللہ کی گرفت سے کیسے بچ سکتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد مال کی تقسیم کے سلسلے میں صحابہ سے مشورہ کیا۔ صحابہ نے مشورہ دیا کہ ایک رجسٹر بنایا جائے اور اس میں نام درج کر کے مال تقسیم کیا جائے تا کہ ریکارڈ رہے کہ کس کو کتنا مال دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تجویز پسند آئی۔ ایک رجسٹر منگوایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے پوچھا کہ رجسٹر میں سب سے پہلے کس کا نام لکھا جائے؟ صحابہ نے کہا امیر المؤمنین سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ اپنا نام لکھیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے قریبی رشتے داروں کا نام لکھا جائے۔ (البیہقی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمے سے رونے کی آواز آئی۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا بدو کی زوجہ دردِزہ میں مبتلا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر آئے اور اپنی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو لے کر بدو کے خیمہ میں آئے۔ تھوڑی دیر بعد بچہ پیدا ہوا تو ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا، امیر المومنین اپنے دوست کو مبارک باد دیجئے۔ بدو امیر المؤمنین کا لفظ سن کر چونک پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدو سے کہا، فکر نہ کرو کل میرے پاس آنا، میں بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔ (کنز العمال)

ایک صحابی سعید رضی اللہ عنہ بن یریوع کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی۔ انہوں نے جمعۃ المبارک کی نماز کے لیے مسجد آنا ترک کر دیا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ نماز کیلئے کیوں نہیں آتے؟ انہوں نے کہا کہ میری بینائی ختم ہوگئی ہے اور میرے پاس کوئی معاون نہیں جو مسجد کا راستہ بتائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ان کا معاون مقرر کر دیا جو جمعہ کے دن ان کے ساتھ رہتا۔ (اسد الغابہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا

Scanned with CamScanner

کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ جنگ موتہ میں میرا دایاں ہاتھ کٹ گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس بیٹھ گئے اور رو کر فرمانے لگے تم کو وضو کون کراتا ہوگا، سر کون دھوتا ہوگا، کپڑے کون پہناتا ہوگا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے ملازم مقرر کر دیا جو اس کی معاونت کرتا۔ (اسد الغابہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے کہ ایک بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بچے کی ماں سے اس کے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا، میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے کیوں کہ امیر المؤمنین اس وقت تک بچے کا وظیفہ مقرر نہیں کرتے جب تک اس کا دودھ نہ چھڑا دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر رنجیدہ ہوئے اور اعلان کرایا کہ بچے کی ولادت کے بعد اس کا وظیفہ جاری کر دیا جائے۔

عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم سے روایت ہے کہ وہ اپنے قبیلہ کے کچھ لوگوں کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ "بنو طے" کے ہر فرد کے لیے دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا مگر خود انہیں نظر انداز کر دیا۔ عدی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، امیر المؤمنین آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے کیوں نظر انداز کر دیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم اسلام لانے میں ان سب سے آگے ہو اور ہمیشہ وفادار رہے ہو، سب سے پہلی زکوٰۃ تمہارے قبیلے نے دی تھی مگر میں نے ان لوگوں کا وظیفہ مقرر کیا ہے جن کو فاقوں نے گھیر لیا ہے حالاں کہ وہ اپنی قوم کے سردار رہے ہیں۔ (مسلم)

عمر بن یحییٰ المازنی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ضحاک بن خلیفہ نے اپنے لیے پانی لے جانے کے لیے ایک نالی کھودی۔ وہ چاہتے تھے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی زمین سے یہ نالی گزر کر ان کی زمین تک پہنچ جائے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے نالی کے لیے اپنی زمین دینے سے انکار کر دیا۔ ضحاک نے ان سے کہا آپ مجھے کیوں روکتے ہیں حالاں کہ نالی سے آپ بھی اپنی کھیتی سیراب کر سکتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ انکار کر دیا۔ ضحاک اپنا معاملہ لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو

Scanned with CamScanner

طلب کیا اور پوچھا ایسی چیز کو کیوں روکتے ہو جس کا تمہیں بھی فائدہ ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں اجازت نہیں دوں گا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم ضحاک نالی ضرور لے جائیں گے چاہے تمہارے پیٹ پر سے گزر کر جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ضحاک کو نالی بنانے کا حکم دیا۔ (المؤطا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک اونٹ کی ننگی پشت پر بیٹھے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا عمر رضی اللہ عنہ کدھر کا ارادہ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، صدقہ کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے، اس کی تلاش میں نکلا ہوں۔ میں نے کہا، اس طرح کی مثال قائم کر کے آپ نے اپنے جانشینوں کو فروتر کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ مجھے اس پر ملامت مت کرو، اس خدا کی قسم جس نے محمد ﷺ کو نبوت کا منصب دے کر بھیجا، اگر فرات کے کنارے پر کوئی بھیڑ کا بچہ بھی ضائع ہو گیا تو قیامت کے روز میری پرسش ہو گی۔ (کنزالعمال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم جاری کر رکھا تھا کہ لاوارث بچوں کے اخراجات بیت المال سے ادا کیے جائیں۔ ایک بار مدینہ میں اناج کا قحط پیدا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امداد کے لیے ہدایات جاری کیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے چار ہزار اُونٹوں پر غلّہ مدینے روانہ کیا۔ [فتوح البلدان]

فلاحی ریاست کا امیر حاکم نہیں شہریوں کا ہمدرد، معاون اور دوست ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

خلیفہ (حکمران) کی مراعات

وظیفہ

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد، حسبِ معمول سب سے پہلا سوال خلیفہ کے وظیفہ کا سامنے آیا۔ اس کے متعلق رفقاء نے مختلف مشورے دیے لیکن جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا وظیفہ آپ مقرر کیا تھا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے لیے آپ وظیفہ تجویز کیا۔ اور وہ یہ تعین فرمایا۔

> "کپڑوں کے دو جوڑے، ایک سردی کا، ایک گرمی کا۔ حج اور عمرہ کے لیے ایک ایک احرام اور میرے اور میرے اہل وعیال کے لیے فی کس اتنا کھانا جو قریش کے ایک آدمی کی خوراک ہے۔ نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔ اس کے بعد میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔ جو ان کا حال سو میرا حال۔"

بیت المال میں حق

بیت المال میں سے اتنا سا لیتے وقت بھی دل پر بوجھ ہوتا تھا۔ اس کا اظہار نہایت بلیغ اور مؤثر انداز سے کیا۔ قرآنِ کریم میں کیا گیا ہے کہ تم یتیموں کے مال کا نہایت دیانت داری سے انتظام کرو۔ اگر تم ضرورت مند نہیں ہو تو اس خدمت کے معاوضہ میں کچھ نہ لو لیکن اگر تم خود صاحبِ احتیاج ہو تو اس کے عوض قاعدہ اور قانون کے مطابق تھوڑا بہت لے سکتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے وظیفہ کے سلسلہ میں) فرمایا کہ

> "اللہ کا مال میرے لیے یتیم کے مال کی طرح ہے۔ اگر ضرورت نہیں ہوتی

Scanned with CamScanner

تو اُسے ہاتھ تک نہیں لگاتا اور حاجت مند ہوتا ہوں تو بقدرِ احتیاج لے لیتا ہوں"۔

مفسرین کا اندازہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کچھ اپنے لیے بیت المال سے لیتے تھے وہ بقدرِ دو درہم روزانہ کے، ہوتا تھا۔ اس حساب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المال سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے یومیہ لیتے تھے، لیکن اس میں گزارہ بڑی تنگی سے ہوتا تھا۔ رفقاء نے اسے محسوس کیا تو کسی کو اس کی جرأت نہ ہوئی کہ آپ سے کہتا کہ اس میں اضافہ کر لیجئے۔ انہوں نے مشورہ کر کے آپ کی بیٹی، ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کے لیے آمادہ کیا۔ وہ باپ کے پاس گئیں اور کہا کہ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مملکت کو کشائش عطا کر دی ہے، آپ بھی اپنے روزینے میں کچھ اضافہ فرما لیجئے تا کہ گزارہ قدرے سہولت سے ہو جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سنا تو جواب میں فرمایا کہ:

> بیٹی تم نے اپنی قوم کا ساتھ دیا لیکن اپنے باپ کے ساتھ خیر خواہی نہ کی۔ جہاں تک تمہارے مشورہ کا تعلق ہے، میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے گھر والوں کا میرے مال اور میری جان پر حق ہے، دین اور امانت میں ان کا کوئی حق نہیں۔

ہم نے دیکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو وظیفہ اپنے لیے مقرر کیا تھا اس میں قریش کے ایک عام آدمی کے معیار کے مطابق کھانا اور دو جوڑے (سالانہ) کپڑے تھے۔ اب دیکھئے کہ اس کھانے اور ان کپڑوں کی کیفیت کیا تھی۔ پہلے کھانے کو لیجئے۔

امیر المومنین کا کھانا

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا پیغام بر جب آپ کے پاس آیا تو آپ اُسے اپنے ساتھ گھر لے آئے اور اسی کے سامنے اندر سے آپ کا کھانا آ گیا۔ کھانے میں جو کی روٹی، زیتون کا تیل اور موٹا پسا ہوا نمک تھا۔ اس مہمان نے کہا کہ امیر المومنین! آپ گیہوں کے آٹے کی روٹی کیوں نہیں کھاتے؟ آپ نے جواب میں کہا:۔

Scanned with CamScanner

ابن فرقد! سرزمینِ عرب میں اس وقت مجھ سے زیادہ صاحبِ مقدرت کوئی ہے؟

اس نے جواب میں کہا کہ کوئی نہیں!... تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس مقدرت کے باوجود جو میں گیہوں کے بجائے جَو کی روٹی کھاتا ہوں تو اس کی وجہ عدم مقدرت نہیں، کچھ اور ہے۔ تم بتاؤ کہ کیا اس وقت ہماری مملکت میں ہر شخص کو گیہوں کی روٹی مل رہی ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایسا تو نہیں کہہ سکتا۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:۔

"عمر کو اس وقت اس کا یقین ہے کہ مملکت میں ہر شخص کو کم از کم جَو کی روٹی میسّر آرہی ہے۔ وہ گیہوں کی روٹی اس دن کھائے گا جس دن اُسے اس کا اطمینان ہو جائے کہ ہر شخص کو گیہوں کی روٹی مل رہی ہے۔"

یہ تو عام حالات میں کھانے کا معیار اور اصول تھا۔ قحط کے زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے، اور اپنے اہل وعیال پر جو مزید پابندیاں عائد کر لی تھیں۔ عام حالات میں جب سالن میسر آتا تھا تو وہ ایک ہی ہوتا تھا۔ دسترخوان پر کبھی ایک سے زیادہ سالن نہیں دیکھے گئے۔ "ایک سے زیادہ سالن" کا بھی آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک معیار عجیب تھا۔ ایک دفعہ کھانے میں گوشت اور دودھ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ دو سالن ہیں۔ ان میں سے ایک وقت میں صرف ایک ہی کھایا جائے گا اور ان میں سے بھی وہ کھایا جائے گا جس کے متعلق اطمینان ہو کہ وہ عام مسلمانوں کو میسر آ سکتا ہے۔ ایک دفعہ آذر بائیجان کا قاصد آتے وقت آپ کے لیے وہاں کا کچھ حلوہ لیتا آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چکھا تو فرمایا کہ بہت اچھا ہے لیکن ساتھ ہی پوچھا کہ کیا یہ حلوہ وہاں تمام مسلمانوں کو میسر آ جاتا ہے۔ قاصد نے کہا کہ نہیں! یہ تو خاصہ کی چیز ہے۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی عاقل کو خط لکھا کہ:۔

"میاں! اس قسم کا حلوہ کھانا نہ تمہارے بس کی بات تھی نہ تمہاری ماں کے۔ وہی کچھ کھاؤ اور مسلمانوں کو کھلاؤ جو کچھ ہم اپنے گھروں میں کھاتے ہیں۔"

اس قسم کی پُرتکلّف چیزوں کے استعمال سے اجتناب کیوں برتا جاتا تھا؟ اس کے

Scanned with CamScanner

لیے آپ نے ایک دفعہ جو دلیل دی تھی وہ بصیرت افروز اور غور طلب ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ایک دن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا تو میرے ہاتھ میں تازہ گوشت کا ٹکڑا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جابر یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ گوشت کھانے کو جی چاہا تھا، خرید لایا۔ فرمایا:

> کیا صورت یہ ہوئی کہ جس چیز کو جب بھی چاہا، اسے خرید لیا؟ کیا تو اس ارشادِ خداوندی سے نہیں ڈرتا جس میں کہا گیا ہے کہ جب کفار کو جہنم کے کنارے لایا جائے گا تو وہ خدا سے عرض کریں گے کہ کیا اس زندگی کی خوشگواریوں میں ہمارا کوئی بھی حصہ نہیں تو ان سے کہا جائے گا کہ ”تم اپنے حصے کی خوشگوار چیزیں دنیاوی زندگی میں لے کر ختم کر چکے ہو۔“

جب کھانا سامنے آیا تو وہ قدرے پُر تکلف تھا۔ فرمایا کہ...

”یہ تو ہمارے لیے ہوا، اور ان محتاجوں کے لیے کیا ہے جو بھوکے مر رہے ہیں اور جنہیں نانِ جویں تک میسر نہیں؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ”ان کے لیے جنت ہے“۔ یہ سُن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے، فرمایا کہ...

> خالد! اگر ہماری قسمت میں یہ ہے اور ان کے مقدر میں جنت، تو پھر سوچو کہ یہ فرق کتنا بڑا ہوا؟

واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو ان آسائشوں سے اس لیے محروم نہیں رکھتے تھے کہ آپ فقیرانہ زندگی بسر کرنا چاہتے تھے... قطعاً نہیں۔ اس قسم کی زندگی بسر کرنے والوں کو آپ ڈانٹتے تھے۔ اس کی وجہ وہ تھی جسے آپ نے ان الفاظ میں بیان فرما دیا تھا کہ

> اگر مجھ پر وہ کچھ نہ گزرے جو عوام پر گزرتی ہے تو مجھے ان کی تکلیفوں اور پریشانیوں کا احساس کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جب مجھے ان کا احساس ہی نہیں ہوگا تو میں انہیں رفع کرنے کی فکر کیسے کر سکوں گا۔

دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا کہ

Scanned with CamScanner

اگر میں پیٹ بھر کر کھڑا ہو جاؤں اور دوسرے انسان بھوکے ہوں تو اس کے ایک ہی معنی ہیں کہ میں لوگوں کا اچھا والی نہیں ہوں۔

امیرالمومنین کا لباس

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "میں نے عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ازار میں اکیس پیوند چمڑے کے اور ایک پیوند کپڑے کا تھا۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ "میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قمیض میں، ان کے مونڈھوں کے درمیان چار پیوند دیکھے۔" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "میں ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ گدھے کے گلے میں سیاہ رسّی بندھی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک قمیص پہنے اور تہبند باندھے ہوئے تھے۔ تہبند کا یہ عالم کہ وہ پنڈلیوں سے اوپر چڑھتا جا رہا تھا۔ میں اسے ایک طرف سے ٹھیک کرتا تو وہ دوسری طرف سے اوپر چڑھ جاتا۔ یہ دیکھ کر آپ مسکرائے اور کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ یہ تمہاری بات نہیں مانے گا۔ اتنے میں ہم ایک باغ میں داخل ہو گئے تو آپ نے تہبند میری طرف پھینکتے ہوئے فرمایا کہ ذرا ہاتھ بٹاؤ اور اسے دھو ڈالو۔ یہ کہہ کر قمیض خود دھونے لگ گئے۔"

کبھی کبھی آپ، وقتِ مقررہ پر گھر سے باہر نہیں آتے تھے۔ اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کے ذمہ دار یہ میرے کپڑے ہیں۔ ایک ہی جوڑا ہے، اسے دھو کر ڈال دیتا ہوں، تو یہ سوکھنے میں دیر لگا دیتا ہے۔

حج کا خرچ

حج کے اجتماع میں شرکت، امیرالمومنین (اور دیگر عمالِ حکومت) کی "سرکاری ڈیوٹی" تھی۔ ظاہر ہے کہ اس کے اخراجات حکومت کو برداشت کرنے ہوتے تھے۔ صدرِ مملکت کس "شان و شوکت" سے یہ سفر کرتے تھے؟ اس کا اندازہ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

Scanned with CamScanner

کی اس روایت سے لگ سکتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ''میں ایک دفعہ حج کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے نہ کہیں خیمہ لگایا گیا نہ سائبان۔ نہ کوئی ایسی عمارت تھی جس میں آپ آرام کر سکتے۔ جہاں قیام کرنا ہوتا، ایک چادر کسی درخت پر ڈال دیتے اور اس کے سائے میں ہم سب آرام کر لیتے۔''

حضرت یسار رضی اللہ عنہ بن نمیر کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس مرتبہ حج پر کل خرچ کیا آیا؟ میں نے کہا پندرہ دینار (دوسری روایت میں دو سو اسی درہم کہا گیا ہے) اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''ہم نے بیت المال کا بہت سا روپیہ اڑا دیا۔''

مکان

امیر المومنین کا وہی تھا جس میں آپ زمانۂ خلافت سے پہلے رہا کرتے تھے۔ جب ایوانِ حکومت وہی مسجد تھی تو ایوانِ صدر جداگانہ کیوں ہوتا؟ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ انہوں نے صدرِ مملکت کے لیے مصر میں ایک مکان بنوایا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ ''بھائی ذرا سوچو! حجاز میں رہنے والے کا مکان مصر میں کیسے ہو سکتا ہے۔ اس مکان کو رفاہِ عامہ کے لیے کھلا رہنے دو۔''

مکانات کے متعلق عام لوگوں کے لیے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی ہدایت یہی تھی کہ وہ نہایت سادہ سے ہونے چاہئیں۔ جب کوفہ کی چھاؤنی تعمیر ہوئی تو وہاں پہلے بانس کے مکانات بنائے گئے۔ ایک دفعہ ان مکانوں میں آگ لگ گئی تو وہ جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی کہ ان کی جگہ مکانات پختہ بنا لیے جائیں لیکن ساتھ ہی یہ تاکید بھی کر دی کہ کوئی شخص نہ تین کمروں سے بڑا مکان بنائے، نہ زیادہ اونچا۔

امیر المومنین کی زندگی

ایک دفعہ قیصرِ روم نے ایک قاصد مدینہ بھیجا کہ وہ حالات کا جائزہ لے۔ اس نے مدینہ پہنچ کر لوگوں سے پوچھا کہ آپ کا بادشاہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا کوئی بادشاہ نہیں۔

Scanned with CamScanner

ایک امیر ہے جو مدینے سے باہر کہیں گیا ہے۔ وہ آپ کی تلاش میں نکلا تو دیکھا کہ آپ اپنے جبے کو سر کے نیچے رکھے ریت پر دھوپ میں سو رہے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کا پسینہ پیشانی سے ٹپک کر زمین کو تر کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا اور بے ساختہ کہنے لگا کہ "عمر رضی اللہ عنہ! تو لوگوں سے عدل کرتا ہے اس لیے اس طرح بے خوف سوتا ہے۔ ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے اس لیے وہ بیدار اور خوف زدہ رہتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا دین برحق ہے۔ اگر میں قاصد کی حیثیت سے نہ آیا ہوتا تو اسی وقت اسلام قبول کر لیتا۔ اب جا کر واپس آؤں گا تو اسلام قبول کر لوں گا۔"

یہ تھا طرز اس امیر المومنین کا جس کی مملکت بائیس لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی زندگی کا ایسا انداز کیوں تھا؟ اس لیے کہ جس معلمؐ سے اس رضی اللہ عنہ نے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی، اس کا ارشاد تھا کہ:

> سربراہ مملکت کی حیثیت محض ایک خزانچی (قاسم) کی ہوتی ہے۔ اس کے پاس ڈھیروں مال جمع رہتا ہے، لیکن سب اس لیے کہ جہاں تقسیم کرنے کا اسے حکم دیا جائے، وہاں تقسیم کر دے۔ (زادالمعاد، جلد 2)

اسی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہماری اور قوم کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ سفر کے لیے نکلے تو انہوں نے اپنا اپنا سرمایہ کسی ایک شخص کے سپرد کر دیا کہ وہ اس سے مشترکہ طور پر سفر کے اخراجات پورے کرتا جائے۔ کہا، کیا اس صورت میں اُس شخص کے لیے یہ جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک کرے؟ لوگوں نے کہا، نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس یہی کیفیت قوم اور اس کے سربراہ کی ہے۔

اس باب میں آپ رضی اللہ عنہ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ بیت المال سے قرض تک لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

یہ تھی امیر المومنین کی زندگی۔ اسلام کے معاشی نظام کے سلسلہ میں، خود سربراہ مملکت کی زندگی کو پیش کرنا اس لیے ضروری تھا کہ اس نظام کو وہی شخص متشکل کر سکتا ہے جو اپنی زندگی اس

Scanned with CamScanner

قسم کی رکھے اور اس حقیقت پر ایمان رکھے۔

مالِ غنیمت

آمدنی کا بیشتر حصہ مالِ غنیمت پر مشتمل ہوتا تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ جنگ میں جو شخص اپنے غنیم کو قتل کر دے، اس کا مال و اسباب اس (قاتل) کو بطورِ غنیمت مل جاتا تھا۔ قرآنِ کریم نے سب سے پہلے اس میں اصلاح کی اور کہا کہ سب سے پہلے اس حقیقت کو سمجھ لینا چاہیے کہ جنگ، مالِ غنیمت کے لیے نہیں کی جائے گی بلکہ اس لیے کی جائے گی کہ خدا کا نظامِ عدل و انصاف غالب رہے۔ اس ایک اصلاح سے جنگ کا جذبۂ محرکہ یکسر بدل گیا۔ اب رہا مالِ غنیمت، سو اس کے متعلق فرمایا کہ اسے انفرادی طور پر لوٹا نہیں جائے گا بلکہ اسے اجتماعی طور پر حکومت کی تحویل میں دے دیا جائے گا جو اسے انفرادی اور اجتماعی ضروریات کے مطابق تقسیم کرے گی۔ سورۂ انفال میں ہے۔

> یاد رکھو! جو کچھ تمہیں بطور مالِ غنیمت حاصل ہو، اس کا پانچواں حصہ "اللہ اور رسول ﷺ" کے لیے اور ذی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن السبیل کے لیے ہے۔ [8-41]

یہ اس مالِ غنیمت کے متعلق ہے جو حریف سے جنگ کرنے کے بعد حاصل ہو لیکن اگر دشمن بغیر جنگ کیے بھاگ جائے اور کچھ مال و اسباب پیچھے چھوڑ جائے (جسے اصطلاح میں مالِ فے کہا جاتا ہے) تو اس کے متعلق کہا کہ وہ سب کا سب حکومت کی تحویل میں چلا جائے گا۔ [59-7]

مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ (خُمس) یا مالِ فے جو حکومت کی تحویل میں جائے گا، وہ سربراہِ مملکت کی ذاتی ملکیت قرار نہیں پائے گا۔ سربراہِ مملکت کو تو دیگر افرادِ معاشرہ کی طرح، کفاف (روزینہ) ملے گا جس سے اس کی اور اس کے اہل و عیال کی ضروریات پوری ہوں۔ یہ مال، مملکت کی اجتماعی ضروریات پوری کرنے اور رفاہِ عامہ کے لیے خرچ کیا جائے گا چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ فرما کر اس کی تشریح کر دی کہ

Scanned with CamScanner

تمہارے مالِ غنیمت میں سے میرے لیے پانچواں حصہ ہے اور یہ حصہ بھی
تمہی لوگوں کو واپس دے دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اب رہا وہ مال جو لوگوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، تو اس کے متعلق قرآنِ کریم نے دو بنیادی اصول بیان کر دیے۔ ایک یہ کہ:

جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دے دے (بطیبِ خاطر) قبول کر لو۔ جو نہ دے، اس سے رکے رہو۔ [59-7]

یعنی اس تقسیم کا اختیار حکومت کو حاصل ہے۔ ہر ایک کو اس کا فیصلہ خوشی قبول کر لینا چاہیے۔

اور دوسرا اصول خود حکومت کے لیے کہ

ایسا نہ ہو کہ یہ مال تم میں سے دولت مندوں کے طبقہ ہی میں گردش کرتا رہے۔ [59-7]

یعنی تقسیم ایسی نہ ہو کہ یہ مال اوپر کے طبقہ ہی میں گردش کرتا رہے۔ اسے تمام معاشرہ میں اس طرح گردش کرتے رہنا چاہیے جس طرح انسانی جسم میں خون رواں دواں رہتا ہے کہ ہر عضو کو ضرورت کے مطابق سامانِ نشوونما ملتا رہتا ہے۔ اس اصول پر نبی اکرم ﷺ نے جس طریق سے عمل فرمایا، جب نگہِ بصیرت اس پر غور کرتی ہے تو انسان وجد میں آ جاتا ہے۔

صلاحیت کے مطابق لیا جائے ضرورت کے مطابق دیا جائے

ہر ایک سے اس کی صلاحیت کے مطابق کام لیا جائے اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق دیا جائے۔

یہ اصول فی الواقعہ بڑا درخشندہ ہے لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اسے سب سے پہلے پیش کس نے کیا تھا؟ اسے کارل مارکس نے نہیں، حضور نبی اکرم ﷺ نے چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کے سامنے پیش کیا تھا (جب ساری دنیا نظام سرمایہ داری کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی) اور نہ صرف نظری طور پر پیش کیا تھا بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ

Scanned with CamScanner

جنگ میں تمام سپاہی یکساں حصہ لیتے تھے اور اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق نبرد آزمائی کرتے تھے۔ مالِ غنیمت میں ان کا حصہ یا تو (سب کے لیے) یکساں ہونا چاہیے تھا یا ان کی خدمت کے مطابق، لیکن حضور ﷺ نے اصول یہ طے فرمایا کہ ہر ایک کو اس کی ضروریات کے مطابق حصہ دیا جائے۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

[نوٹ: یہ باب غلام احمد پرویز کی کتاب شاہکار رسالت: عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہے]

Scanned with CamScanner

سول وفوجی افسران

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ریاست مدینہ بہت وسیع ہو چکی تھی اس کے نظم ونسق کو کامیابی سے چلانے کے لیے آپ نے سول اور فوجی افسران کے بارے میں قواعد و ضوابط تشکیل فرمائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گورنروں اور امیروں کی تقرری میں رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس منصب پر ایسے لوگوں کو فائز کرتے جو باصلاحیت، امانت دار اور فرائض منصبی کی ادائیگی میں سب سے بہتر ہوتے۔ ایسے آدمی کو ہرگز عہدہ نہ دیتے جو اس کا خواہاں ہوتا۔ آپ رضی اللہ عنہ گورنروں کی تقرری کو ایک امانت سمجھتے تھے اور ہر عہدے کے لیے اس کے مستحق اور موزوں افراد کا انتخاب کرتے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے گورنر کے منصب کے لیے جو معیار مقرر کیا اس کے مطابق لازمی شرائط ترتیب دیں۔

-1 قوت وطاقت اور امانت داری

عمر رضی اللہ عنہ نے اس اصول کو نافذ کیا اور قوی فرد کے مقابلے میں قوی ترین فرد کو ترجیح دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا تو شرجیل رضی اللہ عنہ نے استفسار کیا کہ اے امیر المومنین! کیا آپ نے ناراض ہو کر مجھے معزول کیا ہے؟...تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، نہیں، میں جس طرح چاہتا تھا تم اسی طرح ہو، لیکن میں (اس منصب پر) قوی ترین آدمی چاہتا ہوں [تاریخ الطبری]

Scanned with CamScanner

اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے اللہ تجھ سے میری التجا ہے کہ فاجر کو قوت نہ دے اور امانت دار اور ثقہ آدمی کو عجز (کمزوری) نہ دے۔'' [الفتاویٰ]

2- علم کی اہمیت

آپ عہدے داروں کی تقرری کرتے وقت علم کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ امام طبری لکھتے ہیں کہ جب اسلامی فوج عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہ اس پر ایک عالم دین اور شرعی بصیرت رکھنے والے آدمی کو مقرر کر دیتے۔

3- تجربہ اور بصیرت

عمر رضی اللہ عنہ تجربہ کار اور بصیرت کے حامل افراد کو منصب عطا کرتے، البتہ ان کی دین داری، تقویٰ، اخلاق اور کردار کو بھی مدنظر رکھتے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو امیر مقرر کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بارے میں مشاورت کی گئی تو اس کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ برائی کو جانتا ہی نہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، عین ممکن ہے کہ وہ لاعلمی میں برائی کر گزرے، لہٰذا منصب دار کے لیے لازم ہے کہ وہ نیکی اور برائی کا علم رکھتا ہو۔

4- دیہاتی اور شہری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی شخص کو امیر مقرر کرتے وقت علاقے کے مزاج اور ماحول کا خیال رکھتے تھے۔ کسی دیہاتی کو شہری علاقے اور شہری کو دیہاتی علاقے کا امیر مقرر نہ کرتے۔ رعایا کے معاملات اس آدمی کے ہاتھ میں ہونے چاہئیں جو ان کے مزاج اور ثقافت سے آشنا ہو۔

5- رعایا پر شفقت

عمر رضی اللہ عنہ نے گورنر کے منصب کے لیے ایسے افراد کا انتخاب کیا جو رعایا پر شفقت کرنے والے ہوں۔ ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک امیر کو طلب کیا۔ جس وقت وہ امیر آیا، عمر رضی اللہ عنہ ایک بچے کو گود میں بٹھا کر پیار کر رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر اس شخص نے کہا، اے امیرالمومنین! آپ ایسا کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم میں نے آج تک کسی اولاد کو بوسہ نہیں دیا۔

Scanned with CamScanner

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پھر تیرے اندر لوگوں پر رحم کرنے کا حوصلہ بھی بہت کم ہو گا۔
آپ رضی اللہ عنہ نے اسے منصب سے ہٹا دیا۔
آپ رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، "حاکم کی نرمی و بردباری سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک کوئی بردباری محبوب نہیں ہے۔ یاد رکھو جو شخص اپنے ماتحتوں کے ساتھ عفو و درگزر اور شفقت کرتا ہے وہ اپنے بڑوں کی طرف سے بھی شفقت سے نوازا جاتا ہے۔"

6- اقربا پروری

عمر رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو اقربا پروری سے منع فرمایا اور ہدایت کی کہ اپنے قرابت داروں کو منصب نہ دیئے جائیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد بھائی اور بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ بن زید اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو گورنر نہ بنایا حالاں کہ ان کو اسلام میں سبقت حاصل تھی اور منصب سنبھالنے کی صلاحیت بھی موجود تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء نے کوفہ کے گورنر کی شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر کوئی طاقت ور اور امانت دار شخص مل جائے تو اسے کوفہ کا گورنر بنا دوں۔ ایک رفیق نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تمہیں غارت کرے، تم نے اس رائے سے اللہ کی خوشنودی نہیں چاہی۔ [ابن الجوزی] عمر رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا، جس نے ذاتی پسند یا قرابت داری کی بنا پر کسی کو حاکم بنایا اس کے علاوہ اور کوئی وجہِ ترجیح نہ ہو تو اس نے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی۔ [الفتاویٰ]

7- طالب عہدہ

عمر رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو ہدایت کی کسی طالب عہدہ کو کوئی منصب نہ دیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں سنت نبوی ﷺ کی پیروی کی۔

8- تجارت کی ممانعت

عمر رضی اللہ عنہ گورنروں کو تجارت سے منع کرتے تھے خواہ وہ خریدنے والے ہوں یا

Scanned with CamScanner

فروخت کرنے والے ہوں۔ حارث بن کعب بن وہب ریاست کے افسر تھے۔ ان کے بارے میں روایت ہے کہ ان کی مالی حالت بہتر ہوگئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے حارث بن کعب سے خوش حالی کا سبب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں کچھ مال تجارت کے لیے لایا تھا، اس کی تجارت کی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم تجھے تجارت کے لیے افسر نہیں بنایا گیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے تجارت سے حاصل کردہ منافع ان سے واپس لے لیا۔

9- مالی گوشواروں کی جانچ پڑتال

عمر رضی اللہ عنہ گورنر، امیر اور افسر مقرر کرنے سے پہلے اس کی جائیداد کی پڑتال کر لیتے تھے تا کہ اس کی مدت ملازمت ختم ہونے کے بعد اس کا محاسبہ کیا جا سکے۔

10- شرائط کی پابندی کا حلف

عمر رضی اللہ عنہ گورنر کے منصب پر نامزدگی سے پہلے اس شخص سے حلف لیتے کہ وہ غیر عربی النسل گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا، میدے کی روٹی نہیں کھائے گا، باریک لباس نہیں پہنے گا، تجارت نہیں کرے گا اور مسلمانوں پر اپنے گھر کا دروازہ بند نہیں کرے گا۔ [محض الصواب]

11- تقرری سے پہلے امتحان

عمر رضی اللہ عنہ گورنر کی تقرری سے پہلے اس کا امتحان لیتے تھے۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک سال کے لیے مجھے اپنے پاس روک لیا اور آخر میں کہا، اے احنف میں نے تمہیں آزما لیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ تمہارا ظاہر بہت اچھا ہے اور امید کرتا ہوں تمہارا باطن بھی ظاہر کی طرح اچھا ہوگا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں روکا؟ تمہارا امتحان مقصود تھا... پھر عمر رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا دیا۔ [مناقب امیر المومنین]

12- مشاورت

عمر رضی اللہ عنہ گورنر کی تقرری سے پہلے ممتاز صحابہ کرام سے مشاورت کرتے تھے۔

Scanned with CamScanner

آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا گورنر مقرر کرنے سے پہلے دو آدمیوں کے بارے میں مشورہ کیا جن میں سے ایک کمزور مگر متقی مسلمان تھا جب کہ دوسرا طاقتور اور سخت گیر تھا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ نے مشورہ دیا کہ کمزور مسلمان کا تقویٰ اس کی اپنی ذات کے لیے ہے جبکہ عام مسلمانوں پر اس کی کمزوری سے اثر نہیں پڑے گا، جب کہ طاقت ور مسلمان کی سخت گیری اس کی ذات تک محدود ہے اور اس کی قوت کا اثر سب مسلمانوں پر پڑے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول کیا اور طاقتور کا انتخاب کیا اور اس کو نصیحت کی کہ تم ان لوگوں میں سے بننا جن کے دامن میں نیک لوگ امان محسوس کرتے ہیں اور بدکار لوگ خوف محسوس کرتے ہیں۔

13- مقامی لوگوں کو گورنر بنانا

عمر رضی اللہ عنہ عام طور پر مقامی لوگوں کو ہی گورنر مقرر کرتے تھے بشرطیکہ وہ گورنری کے لیے موزوں ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مدائن، نافع بن حارث رضی اللہ عنہ کو مکہ اور عثمان رضی اللہ عنہ بن العاص کو طائف کا گورنر مقرر کیا۔ مقامی لوگ اپنے علاقے کے لوگوں کے مزاج اور ثقافت کو بہتر طور پر سمجھتے تھے۔

گورنروں کے حقوق

1- گورنروں کی اطاعت

گورنر، امراء اور حکام کی اطاعت واجب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کے موافق ہو۔ اگر وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان چیزوں میں ان کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

2- گورنروں کے لیے خیر خواہی

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گورنروں اور حکام کی بے جا ملامت کی بجائے ان کی خیر خواہی کرنی چاہیے۔ حکام کی بلا جواز تنقید مناسب نہیں ہوتی، البتہ نیک نیتی کے ساتھ اختلاف رائے مثبت رویہ ہے۔ [البلدان]

Scanned with CamScanner

3- گورنروں تک سچی خبریں پہنچانا

رعایا کے لیے ضروری ہے کہ وہ حکام تک سچی خبریں پہنچائے تا کہ وہ درست فیصلے کر سکیں۔ ملک دشمنوں کی سرگرمیوں، اہل کاروں کی کارکردگی اور عوام کی مشکلات کے بارے میں حکام کو آگاہ رکھنا ضروری ہوتا ہے تا کہ ریاست کا نظم ونسق خوش اسلوبی کے ساتھ چلایا جا سکے۔

4- گورنر کی تائید اور حمایت کرنا

عمر رضی اللہ عنہ اس امر پر زور دیتے تھے کہ رعایا گورنروں کا احترام کرے اور عزت سے پیش آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اگر علم ہوتا کہ کسی فرد نے گورنر سے زیادتی کی تو اس کے ساتھ سختی سے پیش آتے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں گورنر کی عزت اور عظمت موجود رہے۔ [البلدان]

5- امیر کو اجتہاد کا اختیار

امیر اور گورنر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اجتہادی مسائل اور معاملات میں اجتہاد کرے، خاص طور پر ایسے معاملات جن کے بارے میں شریعت کا واضح حکم موجود نہ ہو۔

6- گورنروں کے مادی حقوق

عمر رضی اللہ عنہ نے گورنروں کی تنخواہوں کو اہمیت دی تا کہ ان کی گزراوقات مناسب طور پر ہو سکے اور وہ دوسروں کے مال سے بے نیاز ہو جائیں۔ عمر رضی اللہ عنہ رعایا کے مال سے گورنروں، کمانڈروں، حکام اور افسروں کو ان کے عمل کے حساب سے مناسب معاوضہ اور عطیہ دیتے تھے تا کہ وہ اپنے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کر سکیں۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ 30 ہزار آبادی والے شہر مدائن کے گورنر مقرر ہوئے تو ان کی تنخواہ پانچ ہزار درہم مقرر کی گئی لیکن ان کے زہد کا یہ عالم تھا کہ اپنے ہاتھ کی معمولی کمائی پر گزر بسر کر لیتے اور اپنی تنخواہ محتاجوں اور ضرورت مندوں پر صدقہ کر دیتے۔

Scanned with CamScanner

گورنروں کی ذمہ داریاں

-1 اقامت دین

اقامت دین گورنروں کی پہلی ذمہ داری ہے جس میں دین اسلام کی نشر و اشاعت، اقامت نماز، زکوٰۃ کی وصولی، مساجد کی تعمیر، حج کے لیے سہولیات کی فراہمی، شرعی حدود کا قیام شامل ہے۔

-2 امن وامان کا قیام

گورنر کا اہم فرض ہے کہ وہ اپنے علاقے میں امن و امان کو یقینی بنائے تا کہ لوگ کسی خوف کے بغیر پرامن زندگی گزار سکیں۔ اس مقصد کے لیے لازم ہے کہ مجرموں، فاسقوں اور فسادیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ان پر شرعی حدود کا نفاذ کیا جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط میں تحریر کیا ''فاسقوں اور مجرموں کو ڈراؤ اور انہیں ایک ایک پاؤں اور ایک ایک ہاتھ کاٹ کر سزا دو۔'' [الصلابی]

-3 جہاد فی سبیل اللہ

اسلامی ریاست کی وسعت کے لیے امیر کی جانب سے جہاد کا حکم دیا جاتا۔ اسلامی کمانڈر اور لشکر اسلامی ریاست کی سرحدوں کا دفاع کرتے۔ ریاست کے گورنر رضا کاروں کو جنگی محاذ پر بھیجتے اور شہروں میں قلعے تعمیر کرتے۔ فوجی ساز و سامان اور گھوڑے کفار کے مقابلے کے لیے بھیجے جاتے۔ کوئی فرد یا گروہ از خود جہاد کا اعلان کرنے کا مجاز نہیں تھا۔

-4 عوام کو خوشحال رکھنا

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عراق کی بیواؤں کو ان کے حال پر نہیں چھوڑیں گے تا کہ وہ کسی کی محتاج نہ رہیں۔ امام بیہقی سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے دوران لوگوں کی بھوک مٹانے کے لیے ممکنہ وسائل خرچ کر ڈالے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس بات کیلئے کوشاں رہتے کہ شہروں میں خوراک کی کمی نہ ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ بازاروں کی بھی نگرانی کرتے تا کہ عوام کو

Scanned with CamScanner

اشیاء مناسب قیمتوں پر ملتی رہیں۔

5- ذمیوں کے حقوق

ذمیوں سے حسن سلوک کرنا، ان سے کیے گئے عہد و پیمان کا احترام کرنا، ان کے شرعی حقوق کی پاسداری کرنا، ان کی خبر گیری کرنا اور ان پر ظلم کرنے والوں سے ان کو ظلم کا بدلہ دلانا گورنروں کے فرائض میں شامل تھا۔

6- دانشوروں سے مشاورت

عمر رضی اللہ عنہ نے والیان ریاست کو ہدایت کی کہ وہ اہل الرائے اور دانشوروں سے مشاورت کرتے رہیں اور ان کی عزت اور توقیر کا خیال رکھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، "مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگوں کی بھیڑ جمع کرتے ہو، اپنے پاس صرف ایسے لوگوں کی مجلس منعقد کرو جو شرافت و نجابت والے ہوں، قرآن کے پابند ہوں اور تقویٰ و دین کے خوگر ہوں۔" [نصیحۃ الملوک الماوردی]

7- تعمیراتی منصوبوں پر توجہ

عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو ہدایت فرماتے کہ وہ اپنے شہروں میں نہروں کی کھدائی، سڑکوں کی تعمیر اور دوسرے تعمیراتی منصوبوں پر توجہ دیں۔

جرنیلوں اور فوجیوں کے حقوق و فرائض

عمر رضی اللہ عنہ فوج کے سپہ سالاروں اور فوجیوں کا انتخاب کرتے وقت چند بنیادی اصولوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔

1- تقویٰ اور شرعی احکامات کا عالم

عمر رضی اللہ عنہ بار بار کہتے کہ جس نے کسی فاسق اور فاجر آدمی کو جان بوجھ کر ذمہ دار بنایا تو وہ بھی اسی کی طرح کا مجرم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سپہ سالار کا انتخاب کرتے وقت تقویٰ اور شرعی احکامات سے واقفیت کو اہمیت دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب سعید بن عامر رضی اللہ عنہ

Scanned with CamScanner

کوشام کے بعض علاقوں کا امیر بنانا چاہا تو انہوں نے انکار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس امارت کو میری گردن میں ڈال کر خود گھروں میں نہ بیٹھو۔

2- لیڈر کا متحمل مزاج ہونا

عمر رضی اللہ عنہ جلد باز شخص کو سپہ سالار نہ بناتے بلکہ ایسے فرد کا انتخاب کرتے جو متحمل مزاج ہو اور خوب سوچ سمجھ کر جنگ کا فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ [تاریخ الطبری]

3- جرأت مند، دلیر اور تیر انداز

عمر رضی اللہ عنہ فوجی افسروں کا انتخاب کرتے ہوئے اس کی جرأت اور دلیری کو مدنظر رکھتے اور اس کی تیر اندازی کی مہارت دیکھتے، یوں فوجی افسروں کی نامزدگی اہلیت اور میرٹ پر کی جاتی۔

4- دور اندیش، ذہین، تجربہ کار ہونا

عمر رضی اللہ عنہ فوجی افسر کا انتخاب کرتے وقت اس امر کا خیال رکھتے کہ وہ دور اندیش، ذہین اور تجربہ کار ہو، تاکہ وہ جس معرکے میں جائے اس کی کامیابی کے امکانات زیادہ ہوں۔

5- فوجی قائد کی اطاعت

عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو بصرہ روانہ کیا تو ان کو نصیحت فرمائی کہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرنا، نفس سے مرعوب ہو کر تکبر نہ کرنا، ورنہ تمہارے ساتھی تم سے نفرت کرنے لگیں گے۔ تم جو بات کہتے ہو اسے قبول کیا جاتا ہے، کوئی حکم دیتے ہو اس کی اطاعت کی جاتی ہے، لوگوں کو حقیر نہ جانو۔

6- مال غنیمت کی تقسیم

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ میں اسلامی شہروں کے امراء پر تجھے گواہ بناتا ہوں۔ میں نے ان کو اس لیے امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو دین کی باتیں بتائیں، نبی ﷺ کی سنتیں

Scanned with CamScanner

سکھائیں، مال غنیمت تقسیم کریں اور رعایا سے انصاف کریں۔

عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوجیوں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا، ان کی خبر گیری کی جاتی، سفر کے دوران ان کے آرام کا خیال رکھا جاتا اور انہیں تیز نہ چلایا جاتا تاکہ وہ تھک نہ جائیں۔ فوج روانہ ہوتی تو امیرالمومنین ان سے ملاقات کرتے۔ جنگ کے دوران فوجیوں کی غلطیوں کو نظر انداز کیا جاتا۔ فوج کے قیام کے لیے مناسب اور موزوں جگہ کا انتخاب کیا جاتا۔ فوج کے لیے سامان رسد اور گھوڑوں، اونٹوں کے لیے چارے کا انتظام کیا جاتا۔

Scanned with CamScanner

والیانِ ریاست کا احتساب

کوئی ریاست صاف شفاف اور یکساں احتساب کے بغیر نہیں چل سکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مثالی حکمران تھے ان کی کامیابی کا راز فوری اور سستا انصاف اور یکساں احتساب تھا۔

والیانِ ریاست کی نگرانی

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات سے قطعاً مطمئن نہ تھے کہ صرف بہترین گورنروں کے انتخاب کا اہتمام کر کے اس پر خوش رہیں، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ ان کو ذمہ داریاں سونپنے کے بعد پوری کوشش سے ان کی نگرانی کرتے رہتے تا کہ ان کی بہترین سیرت اور اخلاقیات سے مطمئن ہو جائیں اور عدم نگرانی کی صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نفس پرستی میں بہک جائیں۔ گورنروں کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کا بس ایک ہی شعار تھا کہ

> ''روزانہ میں ایک والی کو معزول کروں! یہ میرے لیے اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ کسی ظالم کو اس منصب پر ایک گھنٹہ کے لیے باقی رکھوں۔''
> [النظم اسلامیہ]

> ''اگر میرا کوئی افسر کسی پر ظلم کرے اور مجھے اس کی خبر ہو جانے کے بعد میں اسے نہ بدلوں تو گویا میں نے اس پر ظلم کیا ہے۔'' [مناقب امیر المومنین]

ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم نشینوں سے کہا:

Scanned with CamScanner

"اگر میں اپنے علم کے مطابق کسی کو اچھا جان کر تم پر عامل (افسر) مقرر کر دوں، پھر اسے عدل و انصاف کرنے کا حکم دے دوں تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی؟"

آپ رضی اللہ عنہ کے ہم نشینوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"نہیں نہیں، یہاں تک کہ میں اس کے کام کو دیکھ لوں کہ کیا میرے حکم کے مطابق اس نے کام کیا یا نہیں۔" [ابن الجوزی]

آپ رضی اللہ عنہ بڑی ثابت قدمی اور دقت سے اپنے افسران و گورنران کے کاموں کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ نظم و نسق کے سلسلے میں آپ رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ مقامی معاملات میں عامل (افسر) کو مکمل اختیار دے دیتے۔ عام مسائل میں اس کے اختیارات محدود رکھتے اور اس کے اخلاق و کردار نیز حکومتی کارگزاری پر گہری نگاہ رکھتے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خفیہ ایجنسی تھی جس سے آپ رضی اللہ عنہ گورنران و رعایا کے صحیح حالات تک رسائی حاصل کرتے تھے۔ تاریخی مصادر اس بات پر شاہد ہیں کہ موجودہ دور میں جسے تفتیشی عملہ (انٹیلی جنس بیورو) کہا جاتا ہے وہ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود تھا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات ہوتی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کا کون سا افسر اپنے فرائض سے دور ہے۔ ایک بستر اور ایک ہی تکیہ پر کون کس کے ساتھ سویا ہے۔ کسی علاقے اور کسی بھی ریاست میں کوئی افسر یا امیر لشکر کسی حالت میں ہوتا، اس کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کا جاسوس برابر لگا رہتا۔ اسلامی سلطنت کے مشرق و مغرب میں بولے گئے الفاظ ہر صبح و شام آپ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے افسران کے نام جو خطوط ارسال کیے تھے، ان میں اس بات کا اچھی طرح مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور اسی نگرانی کی برکت تھی کہ وہ افسران اپنے قریبی اور خاص لوگوں سے بھی بے خوف نہیں ہوتے تھے۔ [اخلاق الملوک]

آپ رضی اللہ عنہ اپنے عمال کی نگرانی میں متعدد وسائل استعمال کرتے تھے، ان میں سے

Scanned with CamScanner

چند یہ ہیں:

1- والیان ریاست دن کے وقت مدینہ میں داخل ہوں

آپ رضی اللہ عنہ مدینہ آنے والے اپنے والیانِ ریاست کو حکم دیتے تھے کہ وہ دن کے وقت مدینہ میں داخل ہوں، رات کو داخل نہ ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ جو کچھ بھی اموال و اسباب لے کر آئیں وہ سامنے رہے اور اس کے بارے میں استفسار و محاسبہ کرنا آسان رہے۔ [فن الحکم]

2- والیان ریاست سے وفود بھیجنے کا مطالبہ

عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں سے مطالبہ کرتے تھے کہ وہ ریاست کے کچھ افراد پر مشتمل وفد بھیجا کریں تا کہ آپ رضی اللہ عنہ ان سے ان کے شہروں کے حالات اور حکومت کی عائد کردہ خراج (لگان) کے بارے میں معلومات لے سکیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو یقین ہو جائے کہ گورنر ظلم نہیں کر رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ وفد سے گورنروں کے ظلم نہ کرنے کی گواہی لیتے تھے چنانچہ جب کوفہ سے خراج کا مال آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آتا تھا تو اس کے ساتھ باشندگان کوفہ میں سے دس افراد پر مشتمل ایک وفد ہوتا تھا۔ اسی طرح بصرہ سے آنے والے خراج کے ساتھ ایک وفد ہوتا تھا۔ جب وہ لوگ آپ کے سامنے آتے تو حلفیہ گواہی دیتے کہ یہ مال حلال اور پاک ہے اور اس میں کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کا مال نہیں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ حکیمانہ کارروائی والیانِ ریاست کو لوگوں پر ظلم کرنے سے روکنے میں کافی مؤثر تھی کیونکہ انہیں معلوم ہوتا تھا کہ اگر ان کی طرف سے کچھ بھی ظلم ہو گا تو یہ وفد امیر المومنین تک اسے پہنچا دے گا اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہو جائے گی۔ عموماً عمر رضی اللہ عنہ ان وفود سے کافی بحث و مباحثہ کرتے اور کرید کرید کر ان کے شہروں اور گورنروں کے اخلاق و برتاؤ کے بارے میں پوچھتے۔ [الولایۃ علی البلدان]

Scanned with CamScanner

3- ڈاک خانے کے خطوط و رسائل

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ گورنران کے پاس قاصد (ڈاکیا) کے ذریعہ ڈاک بھیجتے تھے اور قاصد کو حکم دیتے تھے کہ جب وہ مدینہ لوٹنے لگے تو لوگوں میں اعلان کر دے کہ کیا کوئی شخص امیر المومنین کے نام کوئی خط بھیجنا چاہتا ہے؟ اس اعلان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ قاصد اس خط کو والی ریاست کی کسی دخل اندازی کے بغیر امیر المومنین تک پہنچائے۔ خود نامہ بر بھی یہ نہ جانتا تھا کہ ان خطوط میں کیا تحریر ہے، چنانچہ اس امانت داری کا نتیجہ یہ ہوتا کہ والیٔ ریاست یا اور کسی کی اطلاع کے بغیر براہ راست عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی شکایت اور دکھ درد پیش کرنے کے لیے لوگوں کے سامنے راستہ کھلا رہتا۔ جب وہ قاصد خطوط لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتا تو آپ رضی اللہ عنہ انہیں زمین پر پھیلا دیتے اور ایک ایک کر کے سارے خطوط دیکھتے اور پڑھتے۔ [تاریخ مدینہ]

4- محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ انسپکٹر جنرل کی حیثیت سے

والیان ریاست کی نگرانی، ان کے محاسبہ اور ان کے خلاف آئی ہوئی شکایات کی تحقیق کے لیے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے تعاون لیتے تھے۔ گویا فاروقی عہد خلافت میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ انسپکٹر جنرل کے منصب پر فائز تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ گورنروں کی کارکردگی کے حقائق معلوم کرتے رہتے اور ان میں جو کوتاہی ملتی، اس کا محاسبہ کرتے۔ بڑے بڑے گورنروں کی نگرانی اور ان کی جانچ اور ان کے خلاف آئی ہوئی شکایتوں کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے عمر رضی اللہ عنہ انہیں بھیجتے تھے اور وہ لوگوں کے روبرو معاملہ کی اصلیت معلوم کر کے گورنروں کے بارے میں عوام کی رائے براہ راست حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچاتے تھے۔ واضح رہے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے کچھ معاونین بھی ہوتے تھے۔

5- حج کا موسم

عمر رضی اللہ عنہ موسم حج کو اپنی رعایا اور والیان ریاست کی صحیح معلومات حاصل کرنے کا

Scanned with CamScanner

ایک بہترین موقع شمار کرتے تھے اور اسے حکومتی کارکردگی کے جائزہ و محاسبہ اور مختلف حکومتی امور و شعبہ جات میں تبادلۂ خیال کا موسم قرار دیتے تھے چنانچہ اس میں وہ لوگ اکٹھے ہوتے جنہیں حکومت سے کوئی شکایت ہوتی یا مظالم کے شکار ہوتے، اور وہ لوگ بھی ہوتے جو آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملک کے مختلف علاقوں میں عمال و والیانِ ریاست کی نگرانی پر مامور ہوتے تھے۔ خود والیان بھی اپنی کارکردگی کا حساب پیش کرنے کے لیے وہاں آتے تھے۔ گویا حج کا موسم موجودہ دور کی ترقی یافتہ جنرل اسمبلیوں سے کہیں زیادہ بہتر جنرل اسمبلی کا منظر پیش کرتا تھا۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ حج کے موسم میں رعایا کے سامنے اپنے عمال کی ذمہ داریوں کو مختصراً بیان کرتے تھے اور پھر کہتے: ''جس کے ساتھ اس کے خلاف برتاؤ ہوا ہو، وہ کھڑا ہو جائے اور بتائے۔''

اس وقت پورے حجاج کے جم غفیر سے صرف ایک آدمی کے علاوہ کوئی دوسرا کھڑا نہ ہوا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ والیانِ ریاست عدل پرور و انصاف پسند تھے اور ان کی رعایا ان سے خوش تھی، اور جو آدمی کھڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ: آپ کے فلاں عامل نے مجھے سو کوڑے ناحق مارے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عامل سے اس کی وجہ دریافت کی لیکن عامل سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے کہا: اٹھو اور ان سے بدلہ لو۔ درمیان میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور کہا: اے امیرالمومنین! اگر آپ نے ایسا کیا تو ایسے معاملات کی کثرت ہو جائے گی اور ایک سنت چل پڑے گی جسے آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے نافذ کریں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں بدلہ نہ دلواؤں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات سے بدلہ دلوایا؟ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں اجازت دیجیے ہم اسے راضی کر لیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لے جاؤ اسے راضی کر لو، چنانچہ دو سو دینار (یعنی ہر کوڑے پر دو دینار) کے بدلے اس آدمی کو راضی کر لیا گیا۔ [طبقات ابن سعد]

Scanned with CamScanner

6- اسلامی ریاستوں کا تحقیقاتی دورہ

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی شہادت سے پہلے یہ سوچا کرتے تھے کہ عمال کی نگرانی، رعایا کی خبر گیری اور حکومت کی گوناگوں و کثیر معاملات میں اطمینان طلبی کا تقاضا ہے کہ میں بذات خود ریاستوں کا تحقیقاتی دورہ کروں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ان شاء اللہ اگر میں زندہ رہا تو پورے ایک سال اپنی رعایا کا دورہ کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ لوگوں کی کچھ ضرورتیں ہیں جو مجھ تک نہیں پہنچتیں۔ ان کے افسران ان کی ضرورتیں مجھ تک نہیں پہنچاتے اور وہ خود مجھ تک نہیں پہنچ پاتے۔ میں شام جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا پھر الجزیرہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا، پھر کوفہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا، پھر بصرہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا، پھر اللہ کی قسم میری زندگی کا یہ کتنا پیارا سال ہوگا۔ [تاریخ طبری]

بہرحال آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ان ارادوں میں سے کچھ کو تو عملی جامہ پہنایا، خاص طور سے شام کی ریاست کا آپ رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ دورہ کیا اور وہاں کے حالات کا جائزہ لیا۔ وہاں کے گورنران و افسران کے گھروں میں داخل ہوئے تا کہ ان کی طرز رہائش کو قریب سے جان سکیں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کی طرز رہائش و زاہدانہ زندگی کا مشاہدہ کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور کوئی قابل ذکر چیز ان کے یہاں نہ ملی، صرف اسلحہ ملا جس کو درست کرنے میں اس وقت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مشغول تھے۔ واضح رہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ ان (گورنران و افسران) کی تحقیق و تفتیش میں نکلتے تھے تو اپنے ساتھ ایک آدمی لے کر اچانک ان کے گھر پہنچتے تھے۔ وہ آدمی گورنر کا دروازہ کھٹکھٹاتا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ خود اندر آنے کی اجازت مانگتا۔ ان گورنروں کو نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اجازت لینے والے کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔ اس طرح جب عمر رضی اللہ عنہ گھر

Scanned with CamScanner

میں داخل ہو جاتے تو پوری توجہ سے گھر کے ایک ایک سامان کا معائنہ کرتے اور ہر چیز کی جانچ پڑتال کرتے۔[تاریخ مدینہ]

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں سنا کہ وہ کھانے میں متنوع غذائیں استعمال کرتے ہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے شام کے وقت ان کے گھر پہنچنے کا ارادہ کیا اور بالکل کھانے کے وقت پہنچے۔ جب ان کا کھانا دیکھا تو انہیں کھانے میں اسراف کرنے سے منع کیا۔[الولایۃ علی البلدان]

آپ رضی اللہ عنہ نے تحقیق و تفتیش کے لیے صرف انہی دوروں پر بس نہ کی بلکہ اس کے لیے دوسرے طریقے بھی اختیار کیے مثلاً یہ کہ بسا اوقات والیانِ ریاست کے پاس بہت زیادہ مال بھیجتے اور اس کے پیچھے ہی اپنے جاسوسوں کو بھی بھیجتے تاکہ یہ معلوم کریں کہ ہمارے گورنران و حکام ملکی خزانے میں کس طرح تصرف کرتے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سو (500) دینار بھیجے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پاتے ہی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ ان کی بیوی کہنے لگیں:

> ''اللہ کی قسم ہمارے گھر میں دیناروں کی آمد سے ہمیں نفع سے زیادہ نقصان اُٹھانا پڑا۔ ہمارے پاس نماز پڑھنے کے لیے ایک پرانا کپڑا تھا، ابوعبیدہ نے اسے پھاڑ ڈالا اور اس میں دیناروں کو بھر بھر کر ضرورت مندوں تک پہنچانا شروع کر دیا، سارے دینار ان پر تقسیم کر دیے، کچھ باقی نہ بچا۔''
> [تاریخ مدینہ]

عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے سفر میں بالکل یہی طریقہ اپنے بعض دوسرے گورنروں کے ساتھ اپنایا۔ ایسا نہیں تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے صرف دوران سفر اپنے گورنروں کو جانچنے و پرکھنے پر اکتفا کیا ہو بلکہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ انہیں مدینہ طلب کرتے اور ان کے کھانے پینے اور لباس پہننے کے انداز پر نگرانی کرنے کے لیے کسی کو مقرر کر دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کبھی کبھار خود یہ کام کیا کرتے تھے۔

Scanned with CamScanner

6- سرکاری دستاویزات اور فائلوں کی حفاظت

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات کی پوری کوشش کرتے تھے کہ ریاستوں سے متعلق مخصوص کاغذات اور اسلامی خلافت کی عمومی دستاویزات مکمل طور پر محفوظ رہیں، خاص طور پر والیانِ ریاست اور مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے درمیان معاہدات و مصالحت کی فائلیں محفوظ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے تاکہ فریقین میں سے کبھی کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

روایات میں آتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صندوق تھا، آپ رضی اللہ عنہ اس میں معاہدے و مصالحت کے تمام کاغذات رکھتے تھے۔ عصر حاضر میں ہم اسے ریکارڈ فائل یا حفظ خانہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ زیادہ امکان ہے کہ والیانِ ریاست بھی اپنے اہم کاغذات اور سرکاری خطوط کو محفوظ رکھتے رہے ہوں گے تاکہ بوقت ضرورت وہ ان کو دیکھ سکیں اور معاملات میں کوئی پیچیدگی نہ پیدا ہو۔

والیان ریاست کے بارے میں رعایا کی شکایتیں

عمر رضی اللہ عنہ والیان ریاست کے خلاف رعایا کی شکایتوں کی خود تحقیق کرتے تھے اور اس بات کی پوری کوشش کرتے تھے کہ معاملہ کی ہر اعتبار سے وضاحت اور گہری تحقیق ہو، نیز اس سلسلے میں اپنے ہم نشین اصحابِ فکر ونظر اور دانشوران سے مشورہ لے لیا جائے اور پھر کسی نتیجہ پر پہنچنے کے بعد جو جس بدلہ اور سزا کا مستحق ہوتا تھا اسے سزا دیتے، خواہ وہ گورنر ہو یا رعایا۔ اس بحث میں گورنروں کے خلاف رعایا کی شکایتوں اور ان کے ساتھ فاروقی برتاؤ کے چند نمونے پیش کیے جا رہے ہیں:

1- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف اہل کوفہ کی شکایت

جراح بن سنان اسدی کی قیادت میں کوفہ کے کچھ لوگ اکٹھے ہوئے اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اپنے امیر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ واضح رہے کہ یہ ایسے نازک وقت کا واقعہ ہے کہ جب نہاوند میں مجوسیوں کا فوجی لشکر مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کے لیے زور شور سے تیاریاں شروع کر رہا تھا اور شکایت کرنے والے گروہ کو مسلمانوں

Scanned with CamScanner

دشمن کے ناگہانی حملہ آور ہونے کی کوئی فکر نہ تھی، حالانکہ سعد رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کے لیے نہایت مہربان اور عدل پرور ثابت ہوئے تھے۔ باطل پسندوں اور فرقہ بندی کرنے والوں کے خلاف سخت تھے اور حق پرستوں اور اطاعت شعاروں کے لیے نرم تھے۔ اس کے باوجود جو لوگ برحق فیصلہ کے سامنے خود کو جھکانا نہیں چاہتے تھے اور من مانی زندگی گزارنا چاہتے تھے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہنگامہ آرائی کی اور امیر المومنین سے شکایت کے لیے ایسا وقت منتخب کیا جس کے بارے میں وہ جانتے تھے کہ امیر المومنین ہماری شکایت پر زیادہ توجہ دیں گے۔ وہ نازک وقت یہی تھا کہ مسلمان عنقریب شروع ہونے والی جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے اور وقت کا تقاضا تھا کہ وہ متحد رہیں اور ان کی اتحادی قوت دشمنوں سے مقابلہ آرائی کے لیے کام آئے۔ واضح رہے کہ اس شر پسند گروہ کو یہ بھی معلوم تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مسلمانوں کے اتحاد کو ہر چیز پر فوقیت دیتے تھے بالخصوص پیش نظر جنگی حالات میں۔ بہر حال شر پسند گروہ کو یہ امید تھی کہ موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ دوسری طرف عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی شکایت کو قبول کیا اور کہا کہ اس کی تحقیق کی جائے گی۔ حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ بخوبی واقف تھے کہ یہ لوگ فتنہ انگیز و شر پسند ہیں اور من مانی کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں اپنی رائے پوشیدہ نہیں رکھی اور اسے کھلے لفظوں میں کہہ دیا ''مجھے غالب گمان ہے کہ تم لوگ گورنر پر ظلم کر رہے ہو اور حقائق چھپا رہے ہو پھر بھی تم لوگوں کی شکایت کی تحقیق کی جائے گی۔''

شکایت کے لیے ایسے نازک وقت کے انتخاب کو دیکھ کر ہی آپ رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا تھا کہ ان کی نیت بری ہے چنانچہ ان سے کہا:

> ''تمہارے بُرے ارادے کی دلیل یہی ہے کہ تم ایسے وقت میں یہ معاملہ پیش کر رہے ہو جب دشمنوں اور مسلمانوں کی جنگی تیاریاں انتہائی عروج پر ہیں، تاہم اللہ کی قسم تمہارے معاملے کی تحقیق سے کوئی چیز میرے لیے مانع نہیں ہو سکتی اگر چہ دشمن تم پر حملہ آور ہی کیوں نہ ہو جائے۔'' [تاریخ طبری]

Scanned with CamScanner

چنانچہ ایک طرف مسلمان ایرانیوں سے محاذ آرائی کے لیے تیاری کر رہے تھے، عجمی بھی اپنا لشکر اکٹھا کر رہے تھے اور دوسری طرف عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو جو افسران کے خلاف آنے والی شکایتوں کی تحقیق کرتے تھے، معاملہ کی تحقیق کے لیے بھیجا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تاکہ اہل کوفہ سے ان کے خلاف شکایت کی حقیقت معلوم کریں۔ یہ ایسا وقت تھا کہ نہاوند کی جنگ میں شرکت کے لیے مختلف شہروں میں مجاہدین کے دستے تقسیم کیے جا رہے تھے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لے کر کوفہ کی مسجدوں میں جاتے اور علی الاعلان ان کے بارے میں لوگوں سے تحقیق کرتے۔ ان کے خلاف شکایتوں کی تحقیق خفیہ طریقے سے نہیں کرتے تھے اور ایسا کرتے کیوں؟ اس دور میں یہ ان کی شان کے خلاف تھا۔ [تاریخ طبری]

اس طرز تحقیق سے ہمارے سامنے صحابہ کرام کا یہ منہج سامنے آتا ہے کہ ذمہ داروں اور ان کے ماتحت عملہ کے درمیان اگر کوئی اختلاف اور رنجش ہوتی تو وہ کس طرح اس کی تحقیق کرتے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تحقیق علی الاعلان ہوتی تھی۔ ذمہ دار بھی موجود ہوتا اور اس کا ماتحت عملہ بھی۔ بہرحال محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ جس مسجد میں بھی جاتے وہاں کے لوگوں سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھتے اور ان سب کا یہی جواب ہوتا کہ "ہم ان کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں، ان کی جگہ پر ہم دوسرا امیر نہیں چاہتے، ان کے خلاف ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے اور نہ ہم کسی شکایت کی تائید کرتے ہیں۔" صرف وہ لوگ جنہیں جراح بن سنان اور اس کے ساتھیوں نے بہکا رکھا تھا وہ لوگ سعد رضی اللہ عنہ کی طرف کسی برائی کو منسوب تو نہ کرتے البتہ خاموش رہتے اور قصداً کوئی تعریف نہ کرتے۔

2- مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایتیں

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے تئیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں کافی سختی تھی۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے زیر کنٹرول ریاست کے مختلف امور میں عمر رضی اللہ عنہ دخل اندازی کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے

Scanned with CamScanner

لیے منبر بنوایا تو ان کی طرف خط لکھا کہ ''مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اپنے لیے منبر بنوایا ہے، تم اس پر چڑھ کر لوگوں کی گردن پر بیٹھنا چاہتے ہو۔ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ کھڑے رہو اور مسلمان تمہارے قدموں کے پاس رہیں۔ میں تمہیں زور دے کر کہتا ہوں کہ اسے فوراً توڑ دو۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سخت نگرانی سے کافی ڈرتے تھے اور جانتے تھے کہ امیر المومنین عدل و انصاف قائم کرنے اور شرعی حدود کے نفاذ میں کس قدر حریص ہیں۔ اس لیے وہ پوری کوشش کرتے تھے کہ امیر المومنین کے پاس ان کی کوئی ناپسندیدہ خبر نہ پہنچے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ یوں پیش آیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور ایک دوسرے آدمی نے ایک شربت پی لیا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ نشہ آور ہے لیکن پینے کے بعد مدہوش ہو گئے، پھر خود ہی وہ دونوں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اپنے اوپر شراب نوشی کی حد نافذ کرنے کا مطالبہ کرنے لگے، لیکن عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص رضی اللہ عنہ نے دونوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: اگر آپ حد نافذ نہ کرو گے تو میں اپنے والد کو بتا دوں گا۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سوچا کہ اگر میں ان دونوں پر حد نافذ نہیں کرتا تو یقیناً خبر پا کر عمر رضی اللہ عنہ غصہ ہوں گے اور مجھے معزول کر دیں گے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں کو اپنے گھر میں کوڑے لگوائے اور ان کے سر منڈوائے جب کہ سزا دینے کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ مجمع عام میں کوڑے لگتے اور وہیں سر کے بال بھی منڈوائے جاتے۔ خبر ملنے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا:

> ''تم نے عبدالرحمٰن کو اپنے گھر میں کوڑے مارے اور اپنے گھر میں اس کا سر منڈوایا حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ میرے حکم کے خلاف ہے۔ عبدالرحمٰن تمہاری رعایا کا ایک عام فرد ہے، تم اس کے ساتھ بھی ویسا ہی کرتے جیسا

Scanned with CamScanner

کہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو لیکن تم نے سوچا کہ وہ امیرالمومنین کا صاحبزادہ ہے جب کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جس آدمی پر اللہ کا حق واجب ہوتا ہو اسے اس پر نافذ کرنے میں میرے نزدیک کسی کے لیے کوئی مروت نہیں ہے۔" [تاریخ مدینہ]

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی گورنری کے دوران میں ان کے فوجیوں کی طرف سے بھی ان کے خلاف کچھ شکایتیں کی گئیں نیز بعض قبطیوں نے کبھی کبھی ان کے خلاف عمر رضی اللہ عنہ سے شکایتیں کیں جن کی وجہ سے کئی مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ طلب کیا تا کہ ان کی سرزنش کر سکیں، بلکہ کبھی کبھی بعض بے اعتدالیوں کی وجہ سے ان کو سزا بھی دی، مثلاً ایک مرتبہ جب ایک مصری آدمی کوڑے سے مارے جانے کی شکایت لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے کو طلب کیا پھر مصری کو عمرو کے بیٹے سے بدلہ لینے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر تم اس کے باپ عمرو کو بھی مارو گے تو بھی ہم بیچ میں نہیں آئیں گے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

"تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنم دیا ہے۔"

اسی نوعیت کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک فوجی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی شکایت لے کر آیا کہ انہوں نے اسے منافق کہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے شکایت سننے کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط لکھ کر اس فوجی کے حوالے کیا کہ یہ خط لے جاؤ اور انہیں دے دو۔ اس خط میں حکم دیا تھا کہ عمرو مجمع عام میں بیٹھیں اور گواہوں کی گواہی سے فوجی کی شکایت کی تصدیق ہو جانے پر اس سے اپنے اوپر کوڑے لگوائیں چنانچہ گواہوں نے تصدیق کر دی کہ ہاں عمرو رضی اللہ عنہ نے اسے منافق کہا ہے۔ جب یہ تصدیق ہو گئی تو بعض لوگوں نے سوچا کہ اگر فوجی عمرو رضی اللہ عنہ کو نہ مارتا اور اس کے بدلے کچھ معاوضہ

Scanned with CamScanner

لے کر چھوڑ دیتا تو بہتر ہوتا لیکن اس نے انکار کر دیا اور جب عمرو رضی اللہ عنہ کے سر کے پاس انہیں مارنے کھڑا ہوا تو ان سے پوچھا: کیا آپ کو مارنے سے مجھے کوئی چیز روک سکتی ہے؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ جس بات کا تمہیں حکم ملا ہے اسے کر گزرو۔ تب اس آدمی نے کہا: میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ [تاریخ مدینہ]

3- بصرہ کے گورنر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایتیں

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی تھا، وہ دشمنوں میں کافی رعب رکھنے والا اور انہیں زیر کرنے والا تھا۔ ایک فتح کے موقع پر مجاہدین کو مال غنیمت حاصل ہوا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو اس کے حصے کا کچھ مال دے دیا لیکن اس نے کہا: میں اتنا ہی نہیں بلکہ سب لوں گا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور اسے بیس کوڑے مارے اور سر کے بال منڈوا دیے۔ اس آدمی نے اپنے بالوں کو اکٹھا کیا اور لے کر سیدھا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ جریر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بالکل قریب بیٹھا تھا۔ اس آدمی نے آتے ہی اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور بالوں کو نکال کر انہیں عمر رضی اللہ عنہ کے سینے پر پھینک دیا اور کہا: سنیے! اللہ کی قسم اگر جہنم کا خوف نہ ہوتا تو ابوموسیٰ کو قتل کر دیتا۔ پھر اس نے اپنا پورا قصہ بیان کیا، کہا کہ میں دشمنوں کو زیر کرنے والا اور ان میں رعب رکھنے والا آدمی تھا مجھے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیس کوڑے مارے ہیں اور میرا سر منڈوایا ہے، وہ سوچتے ہیں کہ ان سے بدلہ نہیں لیا جائے گا''۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن کر فرمایا: اگر میری ساری رعایا اس آدمی کی طرح جرأت مند ہو جائے تو یہ میرے نزدیک سارے مال غنیمت سے بہتر ہے۔ پھر آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

> ''السلام علیک...... حمد و صلاۃ کے بعد! فلاں نے مجھے ایسی ایسی بات بتائی ہے اگر تم نے یہ حرکت مجمع عام میں کی ہے تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجمع عام میں بیٹھو تاکہ وہ تم سے بدلہ لے اور اگر تنہائی میں کی ہے تو تنہائی میں

Scanned with CamScanner

بیٹھو تا کہ وہ تم سے بدلہ لے۔"

چنانچہ وہ آدمی آیا، تو لوگوں نے اس سے کہا: معاف کر دو۔ اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم، نہیں کسی کے بھی کہنے سے نہیں چھوڑوں گا اور جب بدلہ دینے کے لیے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیٹھے تو آدمی نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا اور کہا: اے اللہ میں نے انہیں معاف کر دیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو تیزی سے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ آدمی ہم سے ملنا چاہتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی بٹھا دی اور اس آدمی کی ضرورت سننے خود گئے، چنانچہ وہ آدمی آیا اور رونے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی رونے لگے پھر پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے شراب پی لی تھی، جس پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجھے کوڑے مارے اور میرے چہرے پر کالک ملی، لوگوں میں گھمایا اور سب کو میرا بائیکاٹ کرنے کا حکم دے دیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ تلوار اٹھاؤں اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو مار ڈالوں یا آپ کے پاس چلوں تاکہ مجھے ایسی جگہ بھیج دیں جہاں مجھے کوئی نہ جانتا ہو، یا پھر دیارِ کفر میں چلا جاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور کہا: اگر صرف شراب نوشی ہی تمہارا جرم ہے تو اور لوگوں نے بھی دور جاہلیت میں شراب پی ہے۔ پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

"میرے پاس فلاں آدمی آیا تھا اور اس نے یہ بات بتائی لہٰذا اس خط کو پاتے ہی لوگوں کو حکم دو کہ اس کا بائیکاٹ بند کریں، اس کے ساتھ میل محبت سے رہیں اور وہ اگر توبہ کر لیتا ہے تو تم اس کی گواہی کو معتبر جانو۔" پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کپڑوں کا ایک جوڑا دیا اور دو سو درہم دینے کا حکم دیا۔ [الصیلابی]

اس واقعہ میں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جذبہ خالص نمایاں نظر آتا ہے کہ آپ کا کوئی بھی گورنر مجرموں کو سزا دیتے وقت شرعی سزاؤں میں حد سے تجاوز نہ کرے۔

4- سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے خلاف حمص والوں کی شکایت

خالد بن معدان کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حمص میں سعید بن عامر جمحی

Scanned with CamScanner

رضی اللہ عنہ کو ہمارا گورنر بنایا اور ایک مرتبہ جب عمر رضی اللہ عنہ حمص آئے تو کہا: اے حمص والو! تم نے اپنے گورنر کو کیسا پایا؟ تو انہوں نے ان کی شکایت کی۔ واضح رہے کہ اس وقت حمص کو چھوٹا کوفہ کہا جاتا تھا کیونکہ اپنے حکام کے خلاف ان کی بھی شکایتیں کافی رہتی تھیں۔ بہرحال انہوں نے کہا کہ سعید کے متعلق ہماری چار شکایتیں ہیں۔ وہ ہمارے پاس دن کافی چڑھ جانے کے بعد آتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس سے بڑی شکایت اور کیا ہے؟ انہوں نے کہا: رات کو کسی کی بات نہیں سنتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو بڑی شکایت ہے اور کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مہینے میں ایک دن بالکل گھر سے نہیں نکلتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بھی بڑی بات ہے، اور کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مہینہ میں کسی نہ کسی دن اچانک بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو اور سعید رضی اللہ عنہ کو اکٹھا کیا اور گویا ہوئے: "اے اللہ! سعید کے بارے میں میرے حسن ظن کو آج غلط نہ ٹھہرانا۔" پھر فیصلہ شروع کیا۔ سعید رضی اللہ عنہ کے سامنے ہی لوگوں سے پوچھا: ان کے بارے میں تمہیں کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اس وقت تک گھر سے نہیں نکلتے جب تک کہ سورج کافی اوپر نہیں چڑھ جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سعید رضی اللہ عنہ سے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں وجہ بتانا اچھا نہیں سمجھتا۔ میرے اہل خانہ کا خادم کوئی نہیں ہے، میں اپنا آٹا خود گوندھتا ہوں، اس میں خمیر آنے کا انتظار کرتا ہوں، اپنی روٹی خود پکاتا ہوں، وضو کرتا ہوں اور پھر گھر سے باہر نکلتا ہوں"۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا: تم لوگوں کو ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: رات کو کسی کی بات نہیں سنتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: سعید تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں وجہ بتانا معیوب سمجھتا ہوں لیکن پھر بھی میں نے دن ان لوگوں کے لیے اور رات اللہ کے لیے خاص کی ہے۔" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگوں کی اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: یہ مہینہ میں ایک دن گھر سے باہر بالکل نہیں نکلتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: سعید تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میرے پاس کوئی خادم نہیں جو میرے کپڑے دھوئے اور نہ میرے پاس دوسرے کپڑے ہیں کہ

Scanned with CamScanner

بدل لوں، لہٰذا میں کپڑے دھو کر بیٹھا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ سوکھ جاتے ہیں، پھر انہیں درست کرتا ہوں اور دن کے آخری وقت میں لوگوں کے پاس آتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگوں کو ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: اچانک کسی نہ کسی دن ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سعید تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں نے مکہ میں خبیب کی شہادت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، قریش نے ان کے جسم کے گوشت کو جگہ جگہ سے کاٹ دیا تھا پھر انہیں سولی پر چڑھا دیا اور کہا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد ﷺ ہوتے؟ انہوں نے جواب دیا تھا: اللہ کی قسم! میں ہرگز یہ پسند نہ کروں گا کہ اپنے اہل وعیال میں مزے اڑاؤں اور محمد ﷺ کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ میں جب اس منظر کو سوچتا ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ اس وقت میں مشرک تھا، اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اس لیے ان کی مدد نہ کر سکا، تو مجھے یہ خوف لاحق ہو جاتا ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز نہ بخشے۔ یہ سوچ کر مجھ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب سن کر کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے میرے حسن ظن کو غلط نہیں ٹھہرایا... اور پھر واپس جا کر سعید رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور کہا: ان سے اپنا کام چلاؤ، لیکن سعید رضی اللہ عنہ نے انہیں ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ [اخبار عمر]

5- رعایا کے ایک فرد کے ساتھ حقارت و استہزاء کی وجہ سے گورنر کی معزولی

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری نوجوان کو عامل (افسر) بنا کر بھیجا۔ وہ باشندگان حیرہ کے ایک رئیس عمرو بن حیان بن بقیلہ کے یہاں مہمان ہوئے۔ اس میزبان نے ان کی طلب کے مطابق خوب کھانا پانی پیش کیا لیکن اس عامل نے اس میزبان کا کافی مذاق اڑایا اور اسے بلا کر اس کی داڑھی پکڑ لی۔ وہ آدمی یہ بے عزتی برداشت نہ کر سکا اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور کہا: اے امیر المومنین! میں نے قیصر وکسریٰ کی بھی خدمت کی ہے لیکن آپ کی حکومت میں مجھے جس بے عزتی کا سامنا کرنا پڑا وہ ان میں کبھی نہ ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ آپ کا فلاں عامل میرے یہاں

Scanned with CamScanner

مہمان بنا، ہم نے خوردونوش کی اشیاء اس کے سامنے پیش کیں تو اس نے میرا بہت مذاق اُڑایا اور مجھے بلا کر میری داڑھی پکڑ لی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس عامل کو بلوایا اور کہا: سنو! اس نے تمہارے سامنے کھانا و پانی پیش کیا جیسا کہ تم نے طلب کیا تو کیا تم نے اس کی داڑھی پکڑی ہے؟ اللہ کی قسم اگر داڑھی رکھنا نبی ﷺ کی سنت نہ ہوتی تو تمہاری داڑھی کے بال کا ایک ایک رواں اُکھاڑ لیتا، لیکن جاؤ، اللہ کی قسم! آج سے تم کسی منصب کے قابل نہیں ہو۔ [تاریخ مدینہ]

[نوٹ: یہ باب ڈاکٹر علی الصلابی کی کتاب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: شخصیت اور کارنامے سے لیا گیا ہے۔]

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظام حکومت

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا نظام حکومت کیسا تھا اور ریاست کو کیسے چلانا چاہتے تھے۔

1- والیان حکومت کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کا پہلا خط

''اللہ تعالیٰ نے والیان و حکام کو حکم فرمایا ہے کہ وہ راعی (نگہبان) بنیں، ٹیکس وصول کرنے والا نہ بنیں۔ اس امت کے اولین لوگ راعی بنائے گئے تھے، ٹیکس وصول کرنے والے نہیں بنائے گئے تھے۔ قریب ہے کہ تمہارے امراء ٹیکس وصول کرنے والے بن جائیں اور راعی کی پوزیشن نہ سنبھال سکیں، اگر ایسا ہوا تو حیا، امانت اور وفاداری ختم ہو جائے گی۔ خبردار! معتدل اور بہترین سیرت یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے مسائل میں غور و فکر کرو، ان کا جو حق ہے اس کو ادا کرو، اور ان پر جو حق ہے ان سے وصول کرو، پھر ذمیوں کے مسائل میں غور کرو، ان کا جو حق ہے اس کو ادا کرو، اور ان پر جو حق ہے ان سے وصول کرو۔ پھر دشمن کے سلسلہ میں غور و فکر کرو جس کے مقابلے میں تم ڈٹے ہو اور وفاداری سے ان پر فتح حاصل کرو۔'' [تاریخ طبری]

عثمان رضی اللہ عنہ نے امراء و والیان کے نام اپنے اس خط کے اندر رعایا سے متعلق ان کے فرائض کو بیان کیا ہے اور انہیں یہ بتلایا ہے کہ ان کی ذمہ داری اور ڈیوٹی صرف مال جمع کرنا نہیں ہے بلکہ ان کی ڈیوٹی، رعایا کے حقوق کا خیال رکھنا ہے، اسی لیے اس سیاست کو واضح کیا جس کو انہیں امت کے درمیان نافذ کرنا تھا، وہ یہ کہ رعایا پر جو واجبات ہیں اس کو وصول کریں اور

Scanned with CamScanner

ان کے جو حقوق ہیں اس کو ادا کریں۔ اگر انہوں نے یہ سیاست اختیار کی تو امت درست رہے گی، اور جب اس کے برعکس ٹیکس وصول کرنے والے بن جائیں اور ان کے پیش نظر بس مال جمع کرنا ہو تو پھر حیاء اور امانت و وفاداری مفقود ہو کر رہے گی۔

2- سپہ سالاروں کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کا خط

مختلف خطوط میں سپہ سالاروں کے نام پہلا خط جاری کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''حمد و صلوٰۃ کے بعد! یقیناً تم مسلمانوں کے پاسبان اور دفاع کرنے والے ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لیے جو اصول و ضابطے مقرر کیے ہیں وہ ہم میں سے کسی پر مخفی نہیں بلکہ وہ ہمارے سامنے طے ہوئے تھے۔ خبردار میں یہ نہ سننے پاؤں کہ کسی نے اس میں کوئی تغیر و تبدل کیا ہے، ورنہ اللہ تمہیں بدل دے گا اور تمہاری جگہ دوسروں کو لا کھڑا کرے گا۔ تم دیکھو تمہیں کیا کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز میں غور و فکر کرنے اور اس کو قائم رکھنے کی ذمہ داری میرے سر ڈالی ہے میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔'' [تاریخ طبری]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ ''عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لیے جو اصول و ضابطے مقرر کیے ہیں وہ ہم میں سے کسی پر مخفی نہیں بلکہ وہ ہمارے سامنے طے ہوئے تھے۔'' اس بات کی طرف کھلا اشارہ ہے کہ ان خلفاء کی حکومت شورائیت پر قائم تھی، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ تمام اہم امور و مسائل اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ اہل حل و عقد کے سامنے ہوتے ہیں، اس لیے ایک حاکم کے جانے کے بعد جب دوسرا حاکم آتا ہے تو وہ بھی اسی بنیاد پر کاربند ہوتا ہے کیوں کہ ہدف سب کے سامنے واضح ہوتا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

''اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں، کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں، جو ان کے دلوں میں ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو سزا

Scanned with CamScanner

دینے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہ بدلا نہیں کرتا، اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔" [الرعد: 11]

3- خراج وصول کرنے والوں کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کا خط

خراج وصول کرنے والوں کے نام پہلا خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے اور حق ہی قبول فرماتا ہے۔ حق لو اور حق ادا کرو، امانت کا خیال رکھو، امانت کا خیال رکھو، اس پر قائم رہو، پہلے امانت ضائع کرنے والے نہ بنو، ایسی صورت میں تم بھی اپنے اسے کرتوت کی وجہ سے اپنے بعد کے لوگوں کے شریک کار بنو گے۔ وفاداری کا خیال رکھو، وفاداری کا خیال رکھو، نہ یتیم پر ظلم کرو، اور نہ معاہد پر، کیوں کہ جو ان پر ظلم کرے گا اللہ اس کا مدمقابل ہو گا۔" [تاریخ طبری]

خلیفہ کے محاسبہ کا اُمت کو حق

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ خلیفہ مطلق العنان نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کے جملہ اختیارات دو شرطوں کے ساتھ مقید ہوتے ہیں:

1- کتاب وسنت کے واضح احکامات کی مخالفت نہ کرے، اور جو قدم بھی اٹھائے وہ روح شریعت اور اس کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو۔

2- امت اسلامیہ کی متفقہ رائے سے اختلاف نہ کرے، اور اس کے ارادے سے باہر نہ نکلے۔

چونکہ خلیفہ اُمت کی نیابت کرتا ہے، وہ اپنا اقتدار و اختیار یہیں سے حاصل کرتا ہے، اسے اقتدار و اختیار کی جواب دہی میں اسی اُمت ہی کی طرف رجوع ہونا ہوتا ہے، اس لیے اُمت ہمہ وقت یہ اختیار رکھتی ہے کہ چاہے اس کے اقتدار و اختیار میں وسعت پیدا کرے یا پابندی لگائے، بشرطیکہ اُمت کے حقوق اور امر الٰہی کی احسن طریق سے پابندی پیش نظر ہو۔ لیکن محاسبہ کا یہ عمل مجلس شوریٰ کے ذریعے سے انجام پذیر ہوگا۔

Scanned with CamScanner

عثمان رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے محاسبہ کے سلسلے میں اُمت کے اس حق کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

> ''اگر تم کتاب اللہ میں یہ پاؤ کہ میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال دو تو تم بشوق میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال دو۔'' [مسند احمد]

چنانچہ جب کچھ شر پسندوں نے بزعم خویش آپ کی حکومت میں کچھ غلطیاں نکالیں اور پھر آپ کے خلاف مظاہرہ کیا تو آپ نے اصلاح کا وعدہ کیا اور ان پر گرفت نہ کی اور ان کے حق کو سلب نہ کیا۔

شورائیت

اسلامی سلطنت کے بنیادی اصولوں کے مطابق حکام و قائدین سلطنت کا مسلمانوں کے ساتھ شورائیت کا حتمی و ضروری ہونا، اور ان کی رضا و رائے کا پاس رکھنا، اور شورائیت کے ساتھ حکومت کو چلانا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

> ''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں، اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر کریں، اور ان کے لیے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں، پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''
> [آل عمران: 159]

ارشاد الٰہی ہے:

> ''اور جو اپنے رب کے فرمان کو قبول کرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے (ہمارے نام پر) دیتے ہیں۔'' [الشوریٰ: 38]

Scanned with CamScanner

عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار اور اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ تشکیل دے رکھی تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے قائدین اور عاملوں سے کہا تھا: تم اس پر ڈٹے رہو جس پر عمر رضی اللہ عنہ تمہیں چھوڑ کر گئے ہیں۔ اس میں تبدیلی مت لانا، اور جو بھی اشکال تمہیں پیدا ہو ہماری طرف رجوع کرو، ہم امت کو جمع کر کے مشورہ کریں گے پھر تمہیں جواب دیں گے۔

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے جب جزیرہ قبرص اور روڈس پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو اولاً مرکزی قیادت سے مشورہ طلب کیا اور اس کی اجازت مانگی، اور ان کو بھی مرکزی قیادت سے مجلس مشاورت کے اجتماع اور اس موضوع پر بحث ونظر کے بعد ہی اجازت ملی۔

عدل ومساوات

اسلامی حکومت کے اہداف میں سے اسلامی نظام کے ایسے اصول وضوابط کو قائم کرنے کا اہتمام کرنا بھی ہے جو اسلامی معاشرہ کو قائم کرنے میں مدد ومعاون ثابت ہوں۔ ان اہم اصول و ضوابط میں سے ایک چیز عدل ومساوات ہے، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف صوبوں میں لوگوں کے نام یہ پیغام جاری کیا: بھلائی کا حکم دو برائی سے روکو، مومن اپنے آپ کو ذلیل نہ ہونے دے۔ ان شاء اللہ میں قوی کے خلاف ضعیف کے ساتھ ہوں اگر وہ مظلوم ہے۔ [تاریخ طبری]

آپ کی سیاست عدل کی اعلیٰ شکلوں پر قائم تھی، چنانچہ آپ نے والی کوفہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر جو آپ کے ماں شریک بھائی تھے اس وقت حد جاری کی جب ان کی شراب نوشی کی شہادت لوگوں نے دی، اور پھر اس عہدے سے ان کو سبکدوش کر دیا، اور ان کی جگہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو والی مقرر فرما دیا، کیوں کہ اہل کوفہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی تولیت سے متفق نہ ہوئے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ اپنے ایک خادم پر کسی وجہ سے ناراض ہوئے اور اس کی گوشمالی کر دی اس کی وجہ سے رات کو آپ کو نیند نہ آئی یہاں تک کہ اس خادم کو اپنے پاس بلایا، اور اس کو

Scanned with CamScanner

حکم دیا کہ وہ اپنا بدلہ لے اور ان کی گوشمالی کرے، خادم نے شروع میں انکار کیا، لیکن جب دیکھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اس پر بضد ہیں تو اس نے بدلہ میں ان کی گوشمالی کی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ کو نیند آئی۔

حریت و آزادی

حریت ان بنیادی اصولوں میں سے ہے جس پر خلفائے راشدین کی حکومت قائم تھی، حریت و آزادی تمام شہریوں کا حق ہے، بشرطیکہ یہ حریت اسلامی شرعی حدود کے دائرے میں ہو۔

فساد و برائی کا مرتکب اور ہتھیار اُٹھانے والے کو مدینہ سے باہر نکال دینا

جس کو فساد کا مرتکب پاتے یا ہتھیار اُٹھائے ہوئے دیکھتے اس پر نکیر کرتے، اور مدینہ سے نکال باہر کر دیتے۔ سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کسی کو بُرائی کا مرتکب پاتے، یا لاٹھی یا اس سے بڑا کوئی ہتھیار اُٹھائے ہوئے پاتے، تو اس کو مدینہ سے نکال باہر کر دیتے۔ [تاریخ طبری]

نبی کریم ﷺ کے چچا کی تحقیر کرنے والے کی پٹائی

آپ کے دورِ خلافت میں جب ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی تو آپ نے اس شخص کی پٹائی کی اور جب آپ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہاں، کیوں نہ اس کی پٹائی کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اپنے چچا کے مقام دین کی تعظیم کریں اور میں ان کی تحقیر کی اجازت دوں، جس نے بھی ایسا کیا، یا اس فعل سے راضی ہوا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی۔ [تاریخ طبری]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شخصی اوصاف

تحمل و بردباری

تحمل و بردباری حکمت کے ارکان میں سے بنیادی رُکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم

Scanned with CamScanner

میں مختلف مقامات پر اپنے آپ کو اس صفت سے متصف قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی جس دن دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی تھی، یہ لوگ اپنے بعض کرتوتوں کے باعث شیطان کے پھسلانے میں آگئے، لیکن یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور تحمل والا ہے۔" [آل عمران:155]

آپ تحمل و بردباری اور عفو و درگزر میں مثالی درجہ کو پہنچے ہوئے تھے۔ خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ اقوال و افعال اور احوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی اقتداء و پیروی کا سخت اہتمام کرتے تھے۔ آپ کے مختلف مؤقف تحمل اور ضبط نفس پر دلالت کرتے ہیں۔ واضح ترین موقف جو آپ کی بردباری پر واضح دلیل ہے وہ آپ کے محصور کیے جانے کا واقعہ ہے، جب کہ شرپسند آپ کو آپ کے گھر میں محصور کر کے آپ کے قتل کے درپے تھے، ان حالات میں آپ کے دفاع میں مہاجرین و انصار کی جو جماعت آپ کے پاس تھی آپ نے انہیں اپنے گھروں کو واپس چلے جانے کا حکم دے دیا، حالاں کہ وہ آپ کی حفاظت و دفاع کرنے پر قادر تھے۔ اللہ کی ملاقات کے شوق اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت میں آپ کی بردباری نمایاں تھی۔

رواداری و عالی ظرفی

عطاء بن فروخ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے زمین خریدی، اس نے قیمت وصول کرنے میں تاخیر کی، آپ اس سے ملے اور کہا: تمہیں اپنا مال لینے میں کیا چیز مانع ہوئی؟ اس نے کہا: آپ نے مجھے دھوکا دیا ہے، جس سے بھی ملتا ہوں وہ مجھے ملامت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ چیز مانع ہوئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں اختیار ہے خواہ اپنی زمین لے لو یا قیمت، پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا جو خرید و فروخت اور لینے و دینے میں سہل اور روادار ہو۔" [مسند احمد]

خرید و فروخت میں رواداری کی اعلیٰ ترین مثال ہے، اور جود وسخا اور دنیا سے بے اعتنائی

Scanned with CamScanner

جو عثمان رضی اللہ عنہ کی فطرت میں داخل تھی اس کی اعلیٰ دلیل ہے۔ وہ مکارم اخلاق کے فروغ کے لیے دنیا کو غلام بناتے تھے جس میں سے ایک آپ کا اہم ترین ایثار ہے۔ دنیا آپ کو اپنا غلام نہیں بنا سکتی تھی کہ آپ کو انانیت میں مبتلا کر دے اور آپ اپنے خاص مصالح کو ترجیح دینے لگیں اگرچہ لوگوں کا نقصان ہو۔

نرمی

اللہ تعالیٰ نے اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان جتلایا ہے کہ اس نے آپ پر اور اپنے بندوں پر رحم کھاتے ہوئے نرمی کی صفت سے آپ کو متصف قرار دیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

> ''اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں، اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔'' [النساء: 160]

اس آیت کریمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نرمی کی صفت اللہ کی رحمت ہے اور وہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ جن کی طرف مبعوث کیے گئے تھے ان پر رحم کھاتے ہوئے اس صفت سے متصف کیا تھا، اور اس آیت سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ جو نرمی کی صفت سے متصف ہوتا ہے لوگ اس کو محبوب رکھتے ہیں اور اس کے گرویدہ ہوتے ہیں اور اس کے اوامر ونواہی کی لوگ پابندی کرتے ہیں۔

نرمی ان بہترین اور پاکیزہ صفات میں سے ہے جس سے عثمان رضی اللہ عنہ متصف تھے۔ آپ اپنی رعایا کے لیے انتہائی نرم اور اُمت کے لیے انتہائی شفیق ومہربان تھے، آپ کو ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مصیبت زدہ ہو اور اس کی خبر نہ مل سکے، اور پھر آپ اس کی ضرورت پوری نہ کر سکیں۔ لوگوں کے حالات برابر معلوم کرتے رہتے تھے، کمزور کی مدد کرتے اور طاقتور سے حق وصول کرتے۔

Scanned with CamScanner

عفوو درگزر

عمران بن عبداللہ بن طلحہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے نکلے، اور اس دروازے سے مسجد میں داخل ہونے لگے جس سے عام طور پر داخل ہوتے تھے، اتنے میں دروازہ تنگ ہو گیا، فرمایا دیکھو کیا بات ہے؟ لوگوں نے دیکھا تو ایک شخص خنجر یا تلوار لیے دروازہ کے ساتھ چھپا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ اس شخص نے کہا: میں آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے کھڑا تھا۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! تم کس بات پر مجھے قتل کرنا چاہتے تھے؟ اس نے کہا: آپ کے عامل نے یمن میں مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے اپنا معاملہ میرے پاس پیش کیا، اور پھر میں نے اپنے عامل سے تمہارا حق نہیں دلایا جس کی وجہ سے تو نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا؟ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: آپ لوگ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین دشمن پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی قدرت بخشی ہے پکڑ میں آ چکا ہے (بدلہ لے لینا چاہیے)۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بندے نے گناہ کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے مجھے بچا لیا، جاؤ کوئی ضامن لے کر آؤ جو اس بات کی ضمانت دے کہ جب تک میری امارت ہے تم مدینہ میں داخل نہیں ہو گے، وہ اپنے لوگوں میں سے ایک شخص کو بطور ضامن لے آیا تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

آپ نے اس شخص کو معاف کر دیا جو آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا پس قدرت کے باوجود اس عفوو درگزر کرنا آپ کے صفات کمال میں سے ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نفس پرستی اور انانیت سے بالکل آزاد تھے، دنیا سے تعلق کم اور آخرت سے آپ کا تعلق گہرا تھا۔ اور یہ صفت عمل صالح ہونے کے ساتھ ساتھ جس سے آخرت میں درجات بلند ہوں گے، دنیا میں حکیمانہ سیاست بھی ہے، اگر یہ شخص جس نے آپ کو قتل کرنا چاہا تھا قتل کر دیا جاتا یا اس کو سزا دی جاتی تو اس سے فتنہ پیدا ہو سکتا تھا، اس کے قبیلے کے لوگوں کے سینوں میں عداوت و انتقام کی آگ بھڑک سکتی تھی، لیکن عفوو درگزر کی وجہ سے خود اس کے لوگ اس کو اس کے کیے پر سرزنش کریں

Scanned with CamScanner

گے، اور فتنہ اپنی جگہ پر بجھ جائے گا، اور عفو و درگزر کرنے والے کا مقام لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے گا، لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔

تواضع

ارشادالٰہی ہے:

"رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔" [الفرقان:63]

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی پہلی صفت تواضع قرار دی ہے، خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ اس صفت سے متصف تھے اور آپ کے اندر یہ صفت آپ کے اخلاص کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ عبداللہ رومی سے روایت ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رات کو جب تہجد کے لیے اٹھتے تو وضو کا پانی خود لے لیتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا: آپ کیوں زحمت اُٹھاتے ہیں خادم کو کہہ دیا کریں کافی ہے۔ فرمایا: نہیں رات ان کی ہے اس میں آرام کرتے ہیں۔

یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے صفت رحمت سے متصف ہونے کی اعلیٰ مثال ہے۔ آپ درازی عمر اور بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود رات کو اپنی خدمت خود کرتے تھے، خادم کو بیدار نہیں کرتے تھے، خادم کو اللہ تعالیٰ نے مخدوم کے لیے مسخر کر دیا ہے، ایک مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو اس کے لیے مسخر کیا ہے وہ بھی اسی کی طرح انسان ہے، اس کی طاقت بھی اسی طرح محدود ہے، وہ جذبات و احساسات رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ اس کے جذبات کا خیال رکھے، اور اس کو مکمل نیند لینے کا موقع دے، اور کسی کام کے ذریعے سے اس کو مشقت میں مبتلا نہ کرے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے تواضع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے احترام کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ سواری پر سوار جا رہے ہوں اور راستے میں عباس رضی اللہ عنہ مل جائیں تو ان کے احترام و تعظیم میں سواری سے اُتر جاتے اور اس وقت تک سوار نہ ہوتے جب تک وہ چلے نہ

Scanned with CamScanner

جائیں۔

حیاوعفت

حیا عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور ترین اخلاق میں سے ہے۔ حیا کی صفت کتنی بہترین اور شیریں ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مزین فرمایا تھا، یہ آپ کے اندر خیر و برکت کا منبع تھا۔ آپ سب سے زیادہ حیادار تھے۔

ایک دن حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی حیا داری کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

> ''آپ گھر کے اندر ہوتے، دروازہ بند ہوتا پھر بھی اپنے کپڑے نہیں اُتارتے تھے کہ پانی ڈال لیں، اور آپ کی حیاداری کا یہ عالم تھا کہ اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتے تھے۔''

آپ کی حیاداری ہی تھی کہ جسے آپ کے اہلیہ کی لونڈی روایت کرتی ہیں کہ جب آپ غسل سے فارغ ہوتے اور میں آپ کے کپڑے لے کر حاضر ہوتی تو فرماتے: میری طرف مت دیکھنا یہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

> ''نہ تو کبھی گانا گایا، نہ تمنا کی، نہ جھوٹ اور باطل کلام زبان سے نکالا، اور جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہ چھوا، اور نہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں کبھی شراب پی، اور نہ جاہلیت و اسلام میں کبھی زنا کے قریب گیا۔''

جودوسخا

عثمان رضی اللہ عنہ اُمت اسلامیہ کے سخی ترین انسان تھے، آپ کی جودوسخا اور فیاضی کے مختلف واقعات اسلامی تاریخ کی پیشانی پر روشن نشان ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقع پر آپ کی

Scanned with CamScanner

فیاضی، پانی کے کنویں بئر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرنا، عہد نبوی میں مسجد نبوی کی توسیع، اور عہد صدیقی میں غلے سے لدے ہوئے قافلے کو صدقہ کر دینے کے واقعات آپ کی جودوسخا کی گواہی ہیں۔ آپ ہر جمعہ کو جب سے اسلام قبول کیا تھا اللہ کی راہ میں ایک غلام آزاد کرتے، آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد تقریباً دو ہزار چار سو تک پہنچتی ہے۔

روایت ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ جو خود جودوسخا کے مالک تھے آپ کے پچاس ہزار تھے۔ ایک دن طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ کا مال حاضر ہے لے لیجیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ تمہاری مروت کی خاطر تمہارے لیے ہے۔ [البدایہ والنہایہ]

عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور فیاضی آپ کی منفرد شخصیت کی اصلی صفت تھی، آپ نے اپنے مال کو خدمت دین کے لیے وقف کر رکھا تھا، چنانچہ اسلامی سلطنت کی تاسیس، جہاد فی سبیل اللہ اور اسلامی معاشرے کی خدمت میں کبھی بخیلی نہیں کی، ان سب سے مقصود اللہ کی رضا و خوشنودی کا حصول تھا۔

شجاعت اور بہادری

عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی شجاع اور بہادر تھے، اس کی دلیل یہ ہے:

1- آپ کا جہاد کے لیے نکلنا، اور تمام غزوات و معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرکت کرنا۔ رہا مسئلہ غزوہ بدر میں عدم شرکت کا تو اس کے جواب میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں میں سے شمار کیا، اور مال غنیمت میں آپ کے لیے حصہ مقرر فرمایا، اور ان شاء اللہ اجر وثواب کے بھی مستحق بنے۔

2- صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر کی حیثیت سے قریش کے پاس جانا۔ حدیبیہ کے موقع پر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Scanned with CamScanner

نے آپ کو قریش کے پاس بحیثیت سفیر بھیجنا چاہا آپ نے برضا و رغبت آپ کے فرمان کو عملی جامہ پہنایا، حالاں کہ آپ کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ مہم کس قدر خطرناک ہے لیکن آپ کی شجاعت و بہادری تھی کہ آپ نے انکار نہ کیا اور سراپا اطاعت بن گئے، یقیناً جو شخص ان سنگین حالات میں سفارت کو قبول کرے وہ انتہائی عظیم بہادر و شجاع ہی ہوسکتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ چوں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تھا جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا تھا، اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ میں بھی انکار کی تاب نہ تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ اس واقعہ میں آپ کی شجاعت و بہادری بھی عیاں ہے کیوں کہ عام آدمی اور بزدل شخص اس اہم ذمہ داری کو ان حالات میں قبول نہیں کرسکتا۔

نفس کی قربانی

جب آپ کو آپ کے گھر میں محصور کر دیا گیا اور شرپسندوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ یا تو خلافت سے معزول ہو جائیں یا اپنے گورنروں اور عاملین کو معزول کر دیں، اور ان میں سے بعض کو ان کے حوالے کر دیں ورنہ ہم ان کو قتل کریں گے۔ اس نازک وقت میں آپ اپنے موقف پر ڈٹے رہے، نفس کی قربانی قبول کر لی لیکن خلافت کو شرپسندوں کے ہاتھ میں کھلونا بننے سے محفوظ رکھا کہ وہ جس کو چاہیں معزول کریں اور جس کو چاہیں رکھیں، اور امت نے جس کو اس عظیم عہدے کے لیے منتخب کیا ہے اس سے یہ عہدہ چھین لیں، اور پھر یہ ہمیشہ کے لیے رسم و اصول بن جائے۔ اس لیے آپ اپنے موقف پر ڈٹے رہے حالاں کہ محاصرین کی تلواروں میں آپ اپنی موت کا مشاہدہ فرما رہے تھے، جو شخص یہ موقف اختیار کرے وہ بہادر اور صاحب حق ہی ہوسکتا ہے۔ بزدل یا دنیا دار انسان کبھی یہ موقف اختیار نہیں کرسکتا ہے کیوں کہ زندگی بزدلوں کے نزدیک پوری دنیا سے افضل و بہتر ہے۔

مال کی قربانی

جہاد بالنفس، جہاد بالمال کے ساتھ لگا ہوا ہے، اور بسا اوقات جہاد بالمال کو جہاد بالنفس

Scanned with CamScanner

پر مقدم رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھے رہنے والے مومن برابر نہیں، اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں فضیلت دے رکھی ہے، اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا ہے، لیکن مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے۔" [النساء: 95]

بہت سی آیات کے اندر مال کو جان کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے لہٰذا جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے وہ مجاہد اور بہادر ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں بہت کچھ خرچ کیا ہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر آپ سے خوش ہو کر فرمایا:

"آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

دور اندیشی

دور اندیشی کی صفت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا جز و لاینفک تھی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اسلام کی دعوت دی اس وقت فرمایا: اے عثمان آپ دور اندیش انسان ہیں، آپ پر یہ مخفی نہیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا، یہ بت کیا ہیں جن کی ہماری قوم عبادت کرتی ہے۔ اور جب 26ھ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں توسیع فرمائی تو اس کے لیے آپ نے مسجد حرام سے متصل املاک لوگوں سے خریدیں، کچھ لوگوں نے دینے سے انکار کیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر قبضہ کیا اور اس کی قیمت بیت المال میں جمع کر دی لوگوں نے شور و غوغا مچایا آپ نے ان کو قید کرنے کا فرمان جاری کیا پھر ان سے فرمایا: جانتے ہو یہ جرأت میرے خلاف تمہیں کیوں آئی ہے؟ یہ میرے حلم و بردباری کی وجہ سے ہے، یہی کام عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تو تم نے شور نہیں مچایا، پھر ان لوگوں کے سلسلہ میں عبداللہ بن خالد بن اسید نے گفتگو کی تو آپ نے انہیں رہا کر دیا۔

Scanned with CamScanner

دوراندیشی اور نظام خلافت کو ضائع ہونے سے بچانے کے سلسلے میں آپ کا یہ کردار بین ثبوت ہے کہ جب آپ نے بلوائیوں کی جانب سے خلافت سے دست برداری کا مطالبہ مسترد کر دیا اور ثابت قدمی کی اعلیٰ مثال قائم کی، کیوں کہ اگر آپ ان کے مطالبے کو قبول کرتے ہوئے خلافت سے دستبردار ہو جاتے تو ہمیشہ کے لیے امامت عظمیٰ، شرپسندوں اور فسادیوں کے ہاتھ میں کھیل بن جاتا، انارکی عام ہوتی، اور نظام سلطنت درہم برہم ہو جاتا، اور اس طرح شرپسند اور فسادی لوگ امراء و حکام پر غالب آجاتے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی نگاہیں بڑی گہری تھیں اگر آپ ان کے مطالبے کو منظور کر لیتے تو آپ کے اس طرز عمل سے یہ طریقہ بدرائج ہو جاتا کہ لوگ جب بھی اپنے امیر کو ناپسند کرتے اس کو معزول کر دیتے، اور اس طرح اُمت اختلاف کا شکار ہو کر اپنے دشمن سے غافل ہو جاتی جو اس کے ضعف و زوال کا سبب بنتا، پس آپ نے اپنی جان کی قربانی دے کر اُمت کی حفاظت فرمائی، اور اس کی سلطنت و عمارت کو شگاف پڑنے سے محفوظ رکھا، اور اس قربانی کے ذریعے سے اس کے اجتماعی نظام کو مضبوط کیا اور نظام سلطنت کو شر و فساد کے ہاتھ سے محفوظ رکھا، بلاشبہ عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ انتہائی عظیم اور قوی ہے جسے آپ نے تب انجام دیا جب اُمت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں تھی۔

صبر

عثمان رضی اللہ عنہ بڑے صابر تھے، جس کی بڑی گواہی فتنہ کے دور میں آپ کا ثابت قدم رہنا ہے، اس وقت جب کہ آپ اور دیگر مسلمانوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے، اس کے مقابلے میں آپ نے جو موقف اختیار کیا وہ فدائیت و قربانی کی ایسی اعلیٰ مثال ہے جسے ایک فرد جماعتی وجود، اُمت کی کرامت اور مسلمانوں کے خون کی راہ میں پیش کر سکتا ہے، اگر آپ کو اپنی جان عزیز ہوتی اور اُمت کا وجود پیش نظر نہ ہوتا تو آپ کے لیے یہ ممکن تھا کہ آپ اپنی جان کو بچا لیتے، اور اگر آپ خودغرض ہوتے اور صرف اپنی ذات کی فکر ہوتی اور ایثار و قربانی کے جذبات سے سرشار نہ ہوتے تو بلوائیوں کے مقابلے میں صحابہ کرام اور ابنائے مہاجرین و انصار کو اپنی حفاظت اور دفاع میں لگا دیتے، لیکن آپ نے اُمت کے اتحاد کو برقرار رکھنا چاہا اس

Scanned with CamScanner

لیے انتہائی صبر و ثبات اور احتساب کے ساتھ اپنی جان کی قربانی پیش کر دی، اور اعلان کیا کہ میں صبر جمیل کے ساتھ اس عظیم فتنے کا مقابلہ کروں گا۔ اس طرح اس آیت کریمہ پر آپ کا مکمل عمل رہا:

''وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لیے ہیں تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے ان کا ایمان اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔''

[آل عمران: 173]

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خون سے بچنے والے، اور آپ کی عزت پر اُنگلی اُٹھانے والوں اور آپ کے خون کے پیاسے لوگوں پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے، چنانچہ جب شر پسندوں نے آپ کا محاصرہ کر لیا اور آپ کے قتل کے درپے ہو گئے اور آپ کو ان کے ارادۂ قتل کا بخوبی علم ہو گیا اور مسلمان آپ کی نصرت و تائید کے لیے پہنچے اور ان شر پسندوں سے قتال کرنے کا مشورہ دیا، تو آپ برابر انہیں قتال سے روکتے رہے، لوگوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ مکہ چلے جائیں تو آپ نے فرمایا: میں حرم میں الحاد کرنے والا نہیں بنوں گا۔ لوگوں نے کہا شام چلے جائیں: فرمایا: دار ہجرت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر آپ سے کہا گیا: تو پھر ان سے قتال کریں۔ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی اُمت میں پہلا تلوار اُٹھانے والا نہیں بنوں گا، اور پھر آپ نے اس قدر صبر کیا کہ قتل کر دیے گئے، آپ کا یہ کردار آپ کے عظیم ترین فضائل میں سے قرار پایا۔''

عدل

عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک اور نمایاں خوبی عدل و انصاف تھی، چنانچہ عبید اللہ عدی بن خیار کا بیان ہے کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب وہ محصور تھے،

Scanned with CamScanner

ں نے آپ سے عرض کیا: آپ امیر المومنین ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ نماز باغیوں کا امام
ماتا ہے جو ہم پر بہت گراں ہے، آپ نے جواباً فرمایا کہ نماز انسانوں کے عمل میں سب سے
ی چیز ہے اس لیے جب لوگ اچھا کام کریں گے تو تم بھی اچھا کام کرو اور جب لوگ بُرا کام
یں تو تم ان کی بُرائی سے بچو۔ [بخاری]

ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ایک غلام کے پاس سے گزرے جو
ٹی کو چارہ دے رہا تھا، آپ کو اس چارہ میں ناپسند چیز نظر آئی، آپ نے اس غلام کی گوشمالی
ردی، پھر اپنے کیے پر نادم ہوئے اور غلام سے کہا: تم اپنا بدلہ لے لو، غلام نے انکار کیا، لیکن
پ نے اس وقت تک اس کو نہیں چھوڑا جب تک کہ اس نے آپ کی گوشمالی نہیں کر دی، اور آپ
ے کہا خوب تیز گوشمالی کرو یہاں تک کہ آپ کو یقین ہو گیا کہ بدلہ پورا ہو گیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ
نے فرمایا: کیا خوب بدلہ ہے آخرت کے بدلے سے قبل۔

عبادت

عثمان رضی اللہ عنہ بڑے ہی عبادت گزار تھے۔ مروی ہے کہ آپ نے حج کے ایام میں
حجر اسود کے پاس ایک رکعت میں قرآن ختم کر دیا اور یہ آپ کی عادت تھی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کریمہ پر پورا عمل کیا۔

''بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت
میں) گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا
ہو۔'' [الزمر: 9]

تفسیر ابن کثیر کے مطابق

''اس سے مراد عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔'' [تفسیر ابن کثیر]

ارشادِ ربانی ہے:

''کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر، برابر ہو سکتے

Scanned with CamScanner

ہیں؟'' [النحل:76]

خوف الٰہی

آپ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

''لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یقیناً اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے، اور عقل مند انسان وہ ہے جس نے اپنے نفس کو کنٹرول کیا، اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے عمل کیا، اور اللہ کے نور سے قبر کے لیے نور حاصل کیا، اور اس بات سے خوفزدہ ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اندھا نہ اُٹھائے حالاں کہ دنیا کے اندر وہ بینا رہا۔''

آپ سے یہ قول بھی مروی ہے:

''اگر میں جنت وجہنم کے درمیان کھڑا ہوں اور مجھے اس کا علم نہ ہو کہ دونوں میں سے کس کی طرف مجھے حکم دیا جائے گا تو اپنے انجام کو جاننے سے قبل میری یہ تمنا ہوگی کہ میں راکھ کا ڈھیر ہو جاؤں۔''

آپ جب آخرت کو یاد کرتے اور قبر اور حساب و کتاب کے لیے وہاں سے نکلنے کا تصور کرتے تو آپ پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی، اور آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ چنانچہ آپ کے غلام ہانی سے روایت ہے عثمان رضی اللہ عنہ قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی، جب آپ سے کہا جاتا کہ جنت وجہنم سے نہیں لیکن آپ اس قبر کو دیکھ کر روتے ہیں؟ تو فرماتے: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر انسان اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے آسان ہیں، اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو بعد کی منزلیں اس سے سخت ہیں۔ اور فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اللہ کی قسم قبر سے بڑھ کر بدترین منظر نہیں دیکھا۔''

اور آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میّت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہرتے اور پھر فرماتے:

Scanned with CamScanner

"اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو، اور اللہ سے اس کے لیے ثابت
قدمی مانگو، یقیناً ابھی اس سے سوال ہونے والا ہے۔"

زہد

امیرالمومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے مال داری وثروت میں شہرت حاصل کی لیکن اس کے باوجود آپ زہد کے پیکر تھے، متعدد روایات اس کا بین ثبوت ہیں، چنانچہ حمید بن نعیم سے روایت ہے کہ عمر وعثمان رضی اللہ عنہ کو کھانے کی دعوت دی گئی، جب دونوں چلے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہم ایسے کھانے کی محفل میں شرکت کر رہے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ہم یہاں نہ آتے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں؟ فرمایا: مجھے خوف ہے کہ کہیں فخر ومباہات کے لیے یہ کھانے کی محفل نہ سجائی گئی ہو۔

اسلامی سخاوت کے میدان میں عثمان رضی اللہ عنہ کی فکر یہ تھی کہ سخاوت اسلام میں فخر و غرور کی خاطر انواع واقسام کے زیادہ کھانے پیش کرنے کا نام نہیں، بلکہ مال کو بغیر اسراف کے اور کبر وغرور سے دور رہ کر منعم حقیقی کے شکر اور لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی اختیار کرتے ہوئے خرچ کرنے کا نام ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ دنیاوی جاہ وحشمت سے بے نیازی پر مبنی ہے، اور اس بات کی دلیل ہے کہ آپ دنیا دار لوگوں میں سے نہیں تھے۔

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے ہمدانی کی یہ روایت بیان کی ہے:

"میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو، جب کہ آپ امیرالمومنین تھے، دیکھا کہ
مسجد میں ایک چادر پر سوئے ہوئے ہیں اور آپ کے پاس کوئی نہیں ہے۔"

امیرالمومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے زہد کی یہ عظیم مثالیں ہیں، اگر زاہد متوسط درجہ کا ہو تو پھر اس کا زہد قابل التفات اور تعجب خیز نہیں ہوتا لیکن جب مال دار ہو تو یقیناً اس کا زہد حیرت انگیز اور عبرت آموز ہوتا ہے، کیوں کہ کثرت مال انسان کو لذت کوشی اور اخراجات میں فراخی و اسراف کی طرف راغب کر دیتا ہے، لہٰذا مال دار کے زاہد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

Scanned with CamScanner

کے حضور پیشی کے فہم کا ادراک کیے ہوئے ہو یہاں تک کہ اس کو نفس پر مکمل کنٹرول حاصل ہو، اور اپنے دل کو وعظ سنانے والا ہو، دنیا اس کی نگاہوں میں حقیر اور آخرت عظیم نظر آئے۔

عثمان رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔ مسلمانوں میں آپ سب سے زیادہ مال دار تھے، آپ کی ایمانی قوت، شہوت و خواہشات پر غالب تھی، بہت بڑے زاہد تھے اور آپ نے تمام مال داروں کے لیے مثال قائم کی ہے کہ مال داری اور زہد دونوں اکٹھا ہو سکتے ہیں۔

شکر

عثمان رضی اللہ عنہ زبان و قلب اور اعضاء سے اللہ تعالیٰ کا شکر کثرت سے ادا کرنے والے تھے، ایک دن آپ کو خبر دی گئی کہ کچھ لوگ غلط کام میں لگے ہیں، آپ ان کے تعاقب کے لیے نکلے، لیکن وہاں پہنچنے سے قبل وہ لوگ بھاگ لیے، اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے ہاتھوں کوئی مسلم ذلیل نہیں ہوا، پھر ایک غلام آزاد کیا۔

لوگوں کی خبر گیری

عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی محبت سے سرشار اور انتہائی شفیق و رحیم تھے، لوگوں کے حالات برابر دریافت کرتے رہتے۔ ان کی مشکلات و پریشانیوں کو معلوم کرتے، غائب کی خبر گیری کر کے اطمینان حاصل کرتے اور حاضرین کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کرتے، مریضوں کے حالات معلوم کرتے، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور لوگوں سے ان کے احوال اور سامانوں کا نرخ معلوم کر رہے تھے۔

ابن سعد نے طبقات میں موسیٰ بن طلحہ سے روایت نقل کی ہے:

''میں عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تھا کہ آپ جمعہ کے دن دو زرد جوڑے پہنے ہوئے تشریف لاتے، اور منبر پر بیٹھتے، پھر موذن اذان دیتا، پھر آپ بیان

Scanned with CamScanner

کرتے، اور لوگوں سے مسافرین، سفر سے واپس آنے والوں اور مریضوں کے احوال دریافت کرتے۔" [طبقات]

رعایا کے امور کا خیال رکھتے، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے، نومولود بچوں کے وظیفے بیت المال سے جاری کرتے۔ چنانچہ عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت پایا ہے، آپ کے دورِ خلافت میں کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا کہ جس کو بیت المال سے وظیفہ نہ ملتا رہا ہو۔

باصلاحیت افراد سے استفادہ

باصلاحیت افراد کی تعریف اور اُمت کو ان کے احترام وتکریم کا حکم اور ان کے مقام پر انہیں رکھنے، ان کی حق تلفی سے اجتناب کرنے، ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کی رہنمائی ان اُمور میں سے ہیں جس کی وجہ سے اس اُمت کے سلف صالحین کے لوگوں نے عزت وشرف اور زمین میں غلبہ وقوت حاصل کی۔ یہ صفت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں نمایاں ہوئی جب کہ آپ نے قرآن کی جمع وتدوین میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے استفادہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے خلفائے راشدین کی ذاتی شخصی خوبیوں کا سبق یہ ہے کہ ریاست کا جو بھی حکمران ہو وہ انہی خوبیوں کا حامل ہو اور عوام بھی اپنے حکمران کو منتخب کرتے وقت اس کی ذاتی خوبیوں پر نظر رکھیں۔

خلیفہ کے اخراجات

عثمان رضی اللہ عنہ بیت المال سے اپنے اخراجات کے لیے کچھ بھی نہیں لیتے تھے کیوں کہ قریش میں سب سے زیادہ مال دار اور بہت بڑے تاجر تھے۔ اپنے اور اپنے اہل وعیال اور اقرباء پر اپنے مال خاص سے خرچ کرتے تھے۔

بیت المال سے گورنروں کی تنخواہ

عہد عثمانی میں اسلامی سلطنت مختلف صوبوں میں منقسم تھی، ہر صوبے کا ایک گورنر ہوتا تھا

Scanned with CamScanner

جسے خلیفہ مقرر کرتا تھا، اس کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی اور وہ اسلامی شریعت کے مطابق صوبے کا انتظام و انصرام سنبھالتا تھا۔ اگر صوبے کے بیت المال پر خلیفہ کسی کو اپنا نمائندہ مقرر نہ کرتا تو گورنر ہی کے اختیار میں جزیہ وخراج اور تجارتی عشر کے وصول کی نگرانی ہوتی اور وہ پھر صوبے کی ضروریات پر اس کو خرچ کرتا اور جو زائد ہوتا اسے مدینہ میں مرکزی بیت المال کو بھیج دیتا، رہی زکوۃ تو اسے مال داروں سے لے کر صوبے کے فقراء پر خرچ کر دیا جاتا تھا۔

بیت المال سے فوج کی تنخواہ

اسلامی فوج کو مال غنیمت کے علاوہ بیت المال سے تنخواہ دی جاتی تھی چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے مصری فوج کے سلسلہ میں مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:

> ''تمھیں معلوم ہے کہ امیر المومنین کو اسکندریہ کی کس قدر فکر رہتی ہے، رومی دومرتبہ عہد توڑ چکے ہیں لہٰذا اسکندریہ میں رباط کو لازم پکڑو اور ان فوجیوں کو تنخواہ جاری رکھو اور ہر چھ ماہ پر ان کی باری بدل دیا کرو۔''

بیت المال سے حج کے عام اخراجات

عہد عثمانی میں حج کا عام خرچ بیت المال سے ادا کیا جاتا تھا اور غلاف کعبہ قباطی سے تیار کرایا جاتا تھا جو مصر کا تیار کردہ سوتی کپڑا ہوتا تھا۔

بیت المال سے مسجد نبوی کی تعمیر نو

عثمان رضی اللہ عنہ کے مسند آرائے خلافت ہوتے ہی لوگوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ مسجد نبوی کی توسیع کی جائے کیوں کہ فتوحات کی کثرت اور مدینہ کی آبادی میں غیر معمولی اضافے کی وجہ سے جمعہ کے لیے مسجد تنگ پڑنے لگی تھی۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں اصحاب حل وعقد سے مشورہ کیا تمام لوگوں نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجد کی پُرانی عمارت کو منہدم کر کے اس کی جدید تعمیر، توسیع کے ساتھ کی جائے۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز لوگوں کو پڑھائی پھر منبر پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد وثنا

Scanned with CamScanner

کے بعد فرمایا:

"لوگو! میرا ارادہ ہے کہ مسجد نبوی کو منہدم کر کے توسیع کے ساتھ اس کی تعمیر نو کروں، میں اس بات پر شاہد ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جس نے اللہ کے لیے مسجد کی تعمیر کی اس کے لیے اللہ نے جنت میں گھر تعمیر کیا۔"

اس سلسلہ میں میرے لیے پیش رو موجود ہیں، عمر بن خاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے سبقت کی ہے، آپ نے مسجد نبوی کی توسیع وتعمیر کی ہے۔ میں نے صحابہ میں سے اصحاب حل و عقد سے مشورہ کیا ہے انہوں نے اس کو منہدم کر کے اس کی توسیع اور تعمیر نو سے اتفاق کیا ہے۔"

لوگوں نے اس کی تحسین فرمائی اور آپ کے لیے دعا کی۔ دوسری صبح عمال کو بلایا اور بذات خود اس کام میں شریک ہوئے۔

بیت المال سے مسجد حرام کی توسیع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کعبہ موجود تھا، اور اس کے چاروں طرف تنگ سا صحن تھا لوگ اس میں نماز پڑھتے تھے، خلافت صدیقی میں مسجد حرام کی یہی صورت رہی، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں توسیع فرمائی، کعبہ سے قریب مکانات کو خرید کر منہدم کر دیا اور چاروں طرف ایک نیچی دیوار قائم کر دیا اور رات میں روشنی کا انتظام فرمایا کیوں کہ اسلامی فتوحات اور فوج در فوج لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے آنے والے حجاج کے لیے مسجد حرام تنگ پڑ گئی تھی، چنانچہ جب دوسری مرتبہ عہد عثمانی میں مسجد حرام تنگی کا شکار ہوگئی تو آپ نے مسجد سے قریب مکانات کو خرید کر مسجد حرام میں شامل کر دیا اور چاروں طرف سے ایک نیچی دیوار قائم کر دی جو قد آدم سے متجاوز نہ تھی جیسا کہ اس سے قبل عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

Scanned with CamScanner

پہلا بحری بیڑا بیت المال سے تیار کیا گیا

اسلام میں پہلے اسلامی بحری بیڑے کو عہد عثمانی میں بیت المال سے تیار کیا گیا۔ اسلامی فتوحات میں اس بیڑے کی کارکردگی بہت شاندار اور یادگار رہی۔

بندرگاہ جدہ کی تعمیر پر خرچ

26ھ میں اہل مکہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی کہ شعیبہ جو دور جاہلیت ہی سے مکہ کی قدیم بندرگاہ تھی اس کے بجائے جدہ کو بندرگاہ بنا دیا جائے کیوں کہ یہ مکہ سے زیادہ قریب ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بذات خود جدہ تشریف لے گئے اس کے موقع ومحل کا مشاہدہ کیا اور وہاں بندرگاہ کی تعمیر کا حکم فرمایا۔ سمندر میں داخل ہو کر غسل فرمایا اور فرمایا: یہ بابرکت ہے۔ اپنے ساتھیوں سے کہا: سمندر میں اُتر کر غسل کریں لیکن بغیر ازار کے کوئی غسل نہ کرے۔

پھر آپ عسفان کے راستے مدینہ واپس ہوئے اور اسی وقت سے لوگوں نے شعیبہ کو ترک کر کے جدہ کو بندرگاہ بنالیا اور آج تک یہ مکہ مکرمہ کی بندرگاہ ہے۔

بیت المال سے کنوؤں کی تعمیر

عہد عثمانی میں بیت المال سے جو کام انجام دیے گئے انہی میں سے مدینہ میں پینے کے پانی کے لیے کنویں کی تعمیر تھی جس کا نام بئر اریس تھا یہ مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ یہ کنواں سن 30ھ میں تعمیر کیا گیا۔ ایک روز عثمان رضی اللہ عنہ اس کنویں کی منڈیر پر بیٹھے اور آپ کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی تھی وہ انگلی سے سرک کر کنویں میں گر گئی، لوگوں نے اس کو کنویں میں تلاش کیا اور اس کا سارا پانی نکال باہر کیا لیکن انگوٹھی کا سراغ نہ لگا۔ آپ نے اس کے لیے خطیر رقم کا اعلان کیا اور اس کے نہ ملنے پر آپ کو شدید غم لاحق ہوا جب آپ اس انگوٹھی سے مایوس ہو گئے تو پھر آپ نے اسی کے مثل دوسری انگوٹھی چاندی کی تیار کرائی اور اس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کندہ کرایا اور اس کو پہنا وہ برابر آپ کی انگلی میں رہی یہاں تک کہ آپ نے جام شہادت نوش کیا، شہادت کے بعد وہ انگوٹھی ضائع ہو گئی اور

Scanned with CamScanner

نامعلوم کس نے اس کو لے لیا۔

بیت المال سے مؤذنوں پر خرچ

عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے بیت المال سے مؤذنوں کا وظیفہ مقرر فرمایا۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''ہدایت کے امام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مؤذنوں کا وظیفہ جاری فرمایا۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے اذان پر وظیفہ مقرر کیا، اجرت نہیں۔

اسلام کے بلند مقاصد واہداف پر خرچ

بیت المال سے سابقہ عام اخراجات کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ ملک کے انتظام و انصرام اور رعایا کے مصالح پر خرچ کے علاوہ اسلامی سلطنت کے مقاصد واہداف کی تمویل میں بیت المال کا اہم کردار رہا ہے۔ پھر اسلام کی نشر و اشاعت پر خرچ کیا گیا تاکہ اللہ کا کلمہ ہی بلند رہے۔ اسلامی سلطنت کے لیے اس سے پہلا بحری بیڑا تیار کیا گیا۔ بیت اللہ اور مساجد کی تعمیر و تجدید پر خرچ کیا گیا۔ مؤذنوں، گورنروں، قاضیوں، فوج اور حکومت کے عاملین کے وظیفے مقرر کیے گئے، سفرج اور غلاف کعبہ پر خرچ کیا گیا، جو اسلام و مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ اسی طرح بیت المال کی رقم سے کنویں تعمیر کرا کے پینے کے پانی کا انتظام کیا گیا تاکہ اسلامی سلطنت کے باشندے آتے جاتے وقت اس سے پانی نوش کریں۔ زکوٰۃ وخمس اور مال غنیمت جیسے حکومت کے ذرائع آمدنی سے مسلم معاشرہ کے کمزور طبقے فقراء و مساکین اور یتامیٰ سے تعاون کیا گیا اور غریب الدیار اور مسافروں کی مدد کی گئی، غلاموں کی گردنیں آزاد کرائی گئیں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

گڈ گورنینس کے اصول

[حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات اور خطوط سے ماخوذ]

یہ ہے وہ فرمان جس پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے خدا کے بندے علی امیرالمومنین نے مالک ابن حارث اشتر کو جب مصر کا انہیں والی بنایا تا کہ وہ خراج جمع کریں دشمنوں سے لڑیں، رعایا کی فلاح و بہبود اور شہروں کی آبادی کا انتظام کریں۔ جن ریاستوں کو بیڈ گورنینس کا سامنا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمت و دانائی پر مبنی آفاقی تجاویز سے سیکھ کر ریاست کا نظم و نسق بہتر بنا سکتے ہیں۔

اللہ کی اطاعت

انہیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض و سنن کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے، اُن کا اتباع کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامن گیر ہوتی ہے اور یہ کہ اپنے دل اور اپنی زبان سے اللہ کی حمد و ثناء میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اس کی اطاعت کرے گا وہ اس کی مدد کرے گا، اور جو اس کی حمایت کے لیے کھڑا ہوگا، وہ اسے عزت و سرفرازی بخشے گا۔

اس کے علاوہ انہیں حکم ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اس کی منہ زوریوں کے وقت اسے روکیں کیونکہ نفس بُرائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ مگر یہ کہ خدا کا لطف و کرم شامل حال ہو تو انسان بُرائیوں سے بچا رہتا ہے۔

Scanned with CamScanner

اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے خاص عزیزوں اور رعایا میں سے اپنے لیے ناپسند افراد کے معاملے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق بھی انصاف کرنا۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ظالم ٹھہرو گے۔ اور جو خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو بندوں کے بجائے اللہ اس کا دشمن بن جاتا ہے اور جس کا وہ حریف و دشمن ہو، اس کی ہر دلیل کو کچل دے گا، اور وہ اللہ سے برسر پیکار رہے گا۔ یہاں تک کہ باز آئے اور توبہ کرلے۔ اور اللہ کی نعمتوں کو سلب کرنے والی اس کی عقوبتوں کو جلد بلاوا دینے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی رہا جائے کیونکہ اللہ مظلوموں کی پکار سنتا ہے اور ظالموں کے لیے موقع کا منتظر رہتا ہے۔

تمہیں سب طریقوں سے زیادہ وہ طریقہ پسند ہونا چاہیے جو حق کے اعتبار سے بہترین، انصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مطابق ہو، کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے اور خواص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے نظر انداز کی جاسکتی ہے اور یہ یاد رکھو! کہ رعیت میں خواص سے زیادہ کوئی ایسا نہیں کہ جو خوش حالی کے وقت حاکم پر بوجھ بننے والا۔ مصیبت کے وقت امداد سے کترا جانے والا، انصاف پر ناک بھوں چڑھانے والا، طلب و سوال کے موقع پر پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانے والا، بخشش پر کم شکر گزار ہونے والا، محروم کردیے جانے پر بمشکل عذر سننے والا اور زمانہ کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو اور دین کا مضبوط سہارا، مسلمانوں کی قوت اور دشمن کے مقابلہ میں سامان دفاع یہی امت کے عوام ہوتے ہیں لہٰذا تمہاری پوری توجہ اور تمہارا پورا رُخ انہی کی جانب ہونا چاہیے۔

اور تمہاری رعایا میں تم سے سب زیادہ دور اور سب سے زیادہ تمہیں ناپسند وہ ہونا چاہیے، جو لوگوں کی عیب جوئی میں زیادہ لگا رہتا ہو۔ کیونکہ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ حاکم کے لیے انتہائی شایان یہ ہے کہ ان پر پردہ ڈالے۔ لہٰذا جو عیب تمہاری نظروں سے اوجھل ہوں انہیں نہ اچھالنا۔ کیونکہ تمہارا کام انہی عیبوں کو مٹانا کہ جو تمہارے اوپر ظاہر ہوں، اور وہ جو چھپے ڈھکے

Scanned with CamScanner

ہوں۔ ان کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے اس لیے جہاں تک بن پڑے عیبوں کو چھپاؤ تا کہ اللہ بھی تمہارے ان عیوب کی پردہ پوشی کرے جنہیں تم رعیت سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو، لوگوں سے کینہ کی ہر گرہ کو کھول دو اور دشمنی کی ہر رسی کاٹ دو، اور ہر ایسے رویہ سے جو تمہارے لیے مناسب نہیں بے خبر بن جاؤ اور چغل خور کی جھٹ سے ہاں میں ہاں نہ ملاؤ۔ کیونکہ وہ فریب کار ہوتا ہے۔ اگر چہ خیر خواہوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

وزیر اور مشیر

اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شریک نہ کرنا کہ وہ تمہیں دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا، اور فقر و افلاس کا خطرہ دلائے گا اور نہ کسی بزدل سے مہمات میں مشورہ لینا کہ وہ تمہاری ہمت پست کر دے گا اور نہ کسی لالچی سے مشورہ کرنا کہ وہ ظلم کی راہ سے مال بٹورنے کو تمہاری نظروں میں سجا دے گا۔ یاد رکھو! کہ بخل، بزدلی، اور حرص اگر چہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر اللہ سے بدگمانی ان سب میں شریک ہے تمہارے لیے سب سے بدتر وزیر وہ ہوگا، جو تم سے پہلے بدکرداروں کا وزیر اور گناہوں میں ان کا شریک رہ چکا ہے اس قسم کے لوگوں کو تمہارے مخصوص افراد میں سے نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ گنہگاروں کے معاون اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں۔ ان کی جگہ تمہیں ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو تدبیر و رائے اور کارکردگی کے اعتبار سے ان کے مثل ہوں گے مگر ان کی طرح گناہوں کی گرانباریوں میں دبے ہوئے نہ ہوں جنہوں نے نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو اور نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ہاتھ بٹایا ہو، ان کا بوجھ تم پر ہلکا ہوگا اور یہ تمہارے بہترین معاون ثابت ہوں گے اور تمہاری طرف محبت سے جھکنے والے ہوں گے اور تمہارے علاوہ دوسروں سے ربط ضبط نہ رکھیں گے انہیں کو تم خلوت و جلوت میں اپنا مصاحب خاص ٹھہرانا پھر تمہارے نزدیک ان میں زیادہ ترجیح ان لوگوں کو ہونا چاہیے کہ جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں اور ان چیزوں میں کہ جنہیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لیے ناپسند کرتا ہے تمہاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں چاہے وہ تمہاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں۔ پرہیزگاروں اور راست بازوں سے اپنے کو وابستہ رکھنا۔ پھر انہیں اس کا عادی

Scanned with CamScanner

بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامہ کے بغیر تمہاری تعریف کر کے تمہیں خوش نہ کریں۔ کیونکہ زیادہ مداح سرائی غرور پیدا کرتی ہے اور سرکشی کی منزل سے قریب کر دیتی ہے اور تمہارے نزدیک نیکوکار اور بدکردار دونوں برابر نہ ہوں اس لیے کہ ایسا کرنے سے نیکوں کو نیکی سے دور کرنا اور بُروں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے ہر شخص کو اسی کی منزلت پر رکھو، جس کا وہ مستحق ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اسی وقت کرنا چاہیے جب کہ وہ ان سے حسن سلوک کرتا ہو اور ان پر بوجھ نہ لادے اور انہیں ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے۔ جو ان کے بس میں نہ ہوں۔ تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے کہ اس حسن سلوک سے تمہیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے۔ کیونکہ یہ اعتماد ہی تمہاری طویل اندرونی اُلجھنوں کو ختم کر دے گا اور سب سے زیادہ تمہارے اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہو اور سب سے زیادہ بے اعتمادی کے مستحق وہ ہیں جن سے تمہارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو۔

اور دیکھو! اس اچھے طور طریقے کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اس امت کے بزرگ چلتے رہے ہیں اور جس سے اتحاد و یک جہتی پیدا اور رعیت کی اصلاح ہوئی ہے اور ایسے طریقے ایجاد نہ کرنا کہ جو پہلے طریقوں کو کچھ ضرر پہنچائیں اگر ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کر جانے والوں کو ثواب تو ملتا رہے گا، مگر انہیں ختم کر دینے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا اور اپنے شہروں کے اصلاحی امور کو مستحکم کرنے اور ان چیزوں کے قائم کرنے میں کہ جن سے اگلے لوگوں کے حالات مضبوط رہے تھے علماء و حکماء کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں جن کی فلاح و بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی و خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے۔ تیسرا انصاف کرنے والے قضاۃ کا ہے۔ چوتھا حکومت کے وہ عمال جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے۔ پانچواں خراج دینے والے مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا۔ چھٹا تجارت پیشہ و اہل حرفہ کا۔ ساتواں فقراء و مساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جو سب

Scanned with CamScanner

سے پست ہے اور اللہ نے ہر ایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی حد بندی کر دی اور وہ (مکمل) دستور ہمارے پاس محفوظ ہے۔

فوج

(پہلا طبقہ) فوجی دستے یہ بحکم خدا رعیت کی حفاظت کا قلعہ، فرمانرواؤں کی زینت، دین و مذہب کی قوت اور امن کی راہ ہیں۔ رعیت کا نظم و نسق انہی سے قائم رہ سکتا ہے اور فوج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے جو اللہ نے اس کے لیے معین کیا ہے کہ جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے اور اپنی حالت کو درست بناتے اور ضروریات کو بہم پہچانتے ہیں۔ پھر ان دونوں طبقوں کے نظم و بقا کے لیے تیسرے طبقے کی ضروریات ہے کہ جو قضاۃ، عمال اور منشیان دفاتر کا ہے کہ جن کے ذریعے باہمی معاہدوں کی مضبوطی اور خراج اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور معمولی اور غیر معمولی معاملوں میں ان کے ذریعے وثوق و اطمینان حاصل کیا جاتا ہے اور سب کا دارو مدار سوداگروں اور صناعوں پر ہے کہ وہ ان کی ضروریات کو فراہم کرتے ہی بازار لگاتے ہیں اور اپنی کاوشوں سے ان کی ضروریات کو مہیا کر کے انہیں خود مہیا کرنے سے آسودہ کر دیتے ہیں اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جن کی اعانت و دستگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے گزارے کی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں اور ہر طبقے کا حاکم پر حق قائم ہے کہ وہ ان کے لیے اتنا مہیا کرے جو ان کی حالت درست کر سکے اور حاکم خدا کے ان تمام ضروری حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا مگر اسی صورت میں کہ پوری طرح کوشش کرے اور اللہ سے مدد مانگے اور اپنے کو حق پر ثابت و برقرار رکھے اور چاہے اس کی طبیعت پر آسان ہو یا دشوار، بہر حال اس کو برداشت کرے فوج کا سردار اس کو بنانا جو اپنے اللہ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تمہارے امام کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہو، سب سے زیادہ پاک دامن ہو، اور بردباری میں نمایاں ہو۔ جلد غصہ میں نہ آ جاتا ہو۔ عذر معذرت پر مطمئن ہو جاتا ہو۔ کمزوروں پر رحم کھاتا ہو، اور طاقتوروں کے سامنے اکڑ جاتا ہو، نہ بدخوئی اسے جوش میں لے آتی ہو، اور نہ پست ہمتی اسے بٹھا دیتی ہو۔ پھر ایسا ہونا چاہیے کہ تم بلند خاندان، نیک گھرانے اور عمدہ روایات رکھنے والوں اور

Scanned with CamScanner

ہمت و شجاعت اور جود و سخاوت کے مالکوں سے اپنا ربط وضبط بڑھاؤ کیونکہ یہی لوگ بزرگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ پھر ان کے حالات کی اس طرح دیکھ بھال کرنا، جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

ایڈمنسٹریشن

مال گزاری کے معاملہ میں مال گزاری ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا، کیونکہ باج اور باج گزاروں کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کیے جاسکتے ہیں سب اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہوسکتا ہے جو آباد کیے بغیر خراج چاہتا ہے، وہ ملک کی بربادی اور بندگان خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے اور اس کی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔

اب اگر وہ خراج کی گرانباری یا کسی آفت ناگہانی یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آب پاشی کے ختم ہونے یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے یا سیرابی کے نہ ہونے کے باعث اس کے تباہ ہونے کی شکایت کریں تو خراج میں اتنی کمی کردو جس سے تمہیں ان کے حالات سدھرنے کی توقع ہو، اور ان کے بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی نہ محسوس ہو، کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گے اور اس کے ساتھ تم ان سے خراج تحسین اور عدل قائم کرنے کی وجہ سے بے پایاں مسرت بھی حاصل کرسکو گے اور اپنے اس حسن سلوک کی وجہ سے کہ جس کا ذخیرہ تم نے ان کے پاس رکھ دیا ہے تم (آڑے وقت پر) ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسا کر سکو گے اور رحم انصاف کے جلو میں سیرت عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنایا ہے، اس کے سبب سے تمہیں ان پر وثوق و اعتماد ہو سکے گا، اس کے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت، ہو تو وہ انہیں بطیب خاطر جھیل لے جائیں گے۔ کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لاد دو گے، وہ اٹھا لے گا اور زمین کی تباہی تو اس سے آتی ہے کہ

Scanned with CamScanner

کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہو جائیں اور ان کی تنگ دستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال و دولت کے سمیٹنے پر تل جاتے ہیں اور انہیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے بہت کم فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔

غریب عوام

پھر خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف کرنا پسماندہ افتادہ طبقہ کے بارے میں جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ وہ مسکینوں محتاجوں، فقیروں اور معذوروں کا طبقہ ہے ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہوتے ہیں اور کچھ کی صورت سوال ہوتی ہے۔ اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں اس کے اس حق کی حفاظت کرنا جس کا اس نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے۔ ان کے لیے ایک حصہ بیت المال سے معین کر دینا اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو، کیونکہ اس میں دور والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک والوں کا ہے اور تم ان سب کے حقوق کی نگہداشت کے ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ لہٰذا تمہیں دولت کی سرمستی ان سے غافل نہ کر دے کیونکہ کسی معمولی بات کو اس لیے نظر انداز نہیں کیا جائے گا کہ تم نے بہت سے اہم کاموں کو پورا کر دیا ہے۔ لہٰذا اپنی توجہ ان سے نہ ہٹانا اور نہ تکبر کے ساتھ ان کی طرف سے اپنا رُخ پھیرنا اور خصوصیت کے ساتھ خبر رکھو ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہیں سکتے۔ جنہیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہوں گی اور لوگ انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے۔ تم ان کے لیے اپنے کسی بھروسے کے آدمی جو خوف خدا رکھنے والا متواضع ہو مقرر کر دینا کہ وہ ان کے حالات تم تک پہنچاتا رہے پھر ان کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کرنا جس سے کہ قیامت کے روز اللہ کے سامنے حجت پیش کر سکو کیونکہ رعیت میں دوسروں سے زیادہ یہ انصاف کے محتاج ہیں اور یوں تو سب ہی ایسے ہیں کہ تمہیں ان کے حقوق سے عہدہ برآ ہو کر اللہ کے سامنے سرخرو ہونا ہے اور دیکھو یتیموں اور سال خوردہ بوڑھوں کا خیال رکھنا، کہ جو نہ کوئی سہارا رکھتے ہیں اور نہ سوال کے لیے اُٹھتے ہیں اور یہی وہ کام ہے جو حکام پر گراں گزرا کرتا ہے، ہاں خدا ان لوگوں کے لیے جو عقبیٰ کے طلب گار رہتے ہیں، اس کی گرانیوں کو ہلکا کر دیتا ہے، وہ اسے اپنی ذات پر جھیل لے

Scanned with CamScanner

جاتے ہیں اور اللہ نے جو اُن سے وعدہ کیا ہے اس کی سچائی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

اور تم اپنے وقت کا ایک حصہ حاجت مندوں کے لیے معین کر دینا جس میں سب کام چھوڑ کر انہی کے لیے مخصوص ہو جانا اور ان کے لیے عام دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لیے تواضع و انکساری سے کام لینا اور فوجیوں، نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا تا کہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں۔ کیونکہ میں نے رسول ﷺ کو کئی موقعوں پر فرماتے سنا ہے کہ "اس قوم میں پاکیزگی نہیں آسکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا۔" پھر یہ کہ اگر ان کے تیور بگڑیں یا صاف صاف مطلب نہ کہہ سکیں، تو اسے برداشت کرنا اور تنگ دلی اور نخوت کو ان کے مقابلہ میں پاس نہ آنے دینا۔ اس کی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کو پھیلا دے گا، اور اپنی فرماں برداری کا تمہیں ضرور اجر دے گا اور جو حسن سلوک کرنا اس طرح کہ چہرے پر شکن نہ آئے اور نہ دینا تو اچھے طریقے سے عذر خواہی کر لینا۔

حکمران اور رعایا

سب سے بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہ نے واجب کیا ہے۔ حکمران کا رعیت پر اور رعیت کا حکمران پر ہے کہ جسے اللہ نے والیٔ و رعیت میں سے ہر ایک کے لیے فریضہ بنا کر عائد کیا ہے اور اسے ان میں ربط محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ رعیت اسی وقت خوش حال رہ سکتی ہے جب حاکم کے طور طریقے درست ہوں اور حاکم بھی اسی وقت صلاح و درستگی سے آراستہ ہو سکتا ہے۔ جب رعیت اس کے احکام کی انجام دہی کے لیے آمادہ ہو۔ جب رعیت فرماں روا کے حقوق پورے کرے اور فرمانروا رعیت کے حقوق سے عہدہ برآ ہو تو ان میں حق باوقار، دین کی راہیں استوار اور عدل و انصاف کے نشانات برقرار ہو جائیں گے اور پیغمبر ﷺ کی سنتیں اپنے راستے پر چل نکلیں گی اور زمانہ سدھر جائے گا۔ بقائے سلطنت کی توقعات پیدا ہو جائیں گی اور دشمنوں کی حرص و طمع یاس و ناامیدی سے بدل جائے گی اور جب رعیت حاکم پر مسلط ہو جائے یا حاکم رعیت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقع پر ہر بات میں اختلاف ہوگا۔ ظلم

Scanned with CamScanner

کے نشانات اُبھر آئیں۔ دین میں فساد بڑھ جائیں گے۔ شریعت کی راہیں متروک ہو جائیں گی۔ خواہشوں پر عمل درآمد ہوگا شریعت کے احکام ٹھکرا دیے جائیں گے۔ نفسانی بیماریاں بڑھ جائیں گی اور بڑے سے بڑے حق کو ٹھکرا دینے اور بڑے سے بڑے باطل پر عمل پیرا ہونے سے بھی کوئی نہ گھبرائے گا۔ ایسے موقع پر نیکوکار، ذلیل اور بدکردار عزت دار ہو جاتے ہیں اور بندوں پر اللہ کی عقوبتیں بڑھ جاتی ہیں۔ لہٰذا اس حق کی ادائیگی میں ایک دوسرے کو سمجھانا اور ایک دوسرے سے بخوبی تعاون کرنا۔

ٹیکسوں کی وصولی

اللہ وحدہٗ، لاشریک کا خوف دل میں لیے ہوئے چل کھڑے ہو، اور دیکھو! کسی مسلمان کو خوفزدہ نہ کرنا اور اس (کے املاک) پر اس طرح سے نہ گزرنا کہ اسے ناگوار گزرے اور جتنا اس کے مال میں اللہ کا حق نکلتا ہو اس سے زائد نہ لینا۔ جب کسی قبیلے کی طرف جانا تو لوگوں کے گھروں میں گھسنے کے بجائے پہلے ان کے کنوؤں پر جا کر اُترنا پھر سکون و وقار کے ساتھ ان کی طرف بڑھنا یہاں تک کہ جب ان میں جا کر کھڑے ہو جاؤ تو ان پر سلام کرنا اور آداب و تسلیم میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھنا اس کے بعد ان سے کہنا کہ اے اللہ کے بندو! مجھے اللہ کے ولی اور اس کے خلیفہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اگر تمہارے مال میں اللہ کا کوئی حق نکلتا ہے تو اسے وصول کروں لہٰذا تمہارے مال میں اللہ کا کوئی واجب الادا حق ہے کہ جسے اللہ کے ولی تک پہنچاؤ؟ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ نہیں تو پھر اس سے دُہرا کر نہ پوچھنا اور اگر کوئی ہاں کہنے والا کہے، تو اسے ڈرائے دھمکائے یا اس پر سختی و تشدد کیے بغیر اس کے ساتھ ہو لینا اور جو سونا یا چاندی (درہم و دینار) وہ دے لے لینا اور اگر اس کے پاس گائے، بکری یا اُونٹ ہوں تو ان کے غول میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونا کیونکہ ان میں زیادہ حصہ تو اسی کا ہے اور جب (اجازت کے بعد) ان تک جانا تو یہ انداز اختیار نہ کرنا کہ جیسے تمہیں اس پر پورا قابو ہے اور تمہیں اس پر تشدد کرنے کا حق حاصل ہے دیکھو نہ کسی جانور کو بھڑکانا، نہ ڈرانا اور نہ اس کے بارے میں اپنے غلط

Scanned with CamScanner

رویہ سے مالک کو رنجیدہ کرنا۔ جتنا مال ہو اس کے دو حصے کر دینا اور مالک کو یہ اختیار دینا کہ وہ جو حصہ چاہے پسند کر لے اور جب وہ ایک حصہ منتخب کر لے تو اس انتخاب پر معترض نہ ہونا، یونہی ایسا ہی کرتے رہنا یہاں تک کہ بس اتنا رہ جائے جتنے سے اس مال میں جو اللہ کا حق ہے وہ پورا ہو جائے تو اسے بس تم اپنے قبضہ میں کر لینا اور اس پر بھی اگر وہ پہلے انتخاب کو مسترد کر کے دوبارہ انتخاب کرنا چاہیے، تو اس کا موقع دو اور دونوں حصوں کو ملا کر پھر نئے سرے سے وہی کرو جس طرح پہلے کیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے مال سے اللہ کا حق لے لو اور میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ لوگوں کو آزردہ نہ کریں اور نہ انہیں پریشان کریں، اور نہ ان سے اپنے عہدے کی برتری کی وجہ سے بے رحمی برتیں کیونکہ وہ دینی بھائی اور زکوٰۃ وصدقات کے برآمد کرنے میں معین و مددگار ہیں۔

یہ معلوم ہے کہ اس زکوٰۃ میں تمہارا بھی معین حصہ اور جانا پہچانا ہوا حق ہے اور اس میں بیچارے مسکین اور فاقہ کش لوگ بھی تمہارے شریک ہیں اور ہم تمہارا حق پورا پورا ادا کرتے ہیں، تو تم بھی ان کا حق پورا پورا ادا کرو۔ نہیں تو یاد رکھو کہ روز قیامت تمہارے ہی دشمن سب سے زیادہ ہوں گے، اور وائے بدبختی اس شخص کی جس کے خلاف اللہ کے حضور فریق بن کر کھڑے ہونے والے فقیر، نادار، سائل، دھتکارے ہوئے لوگ قرض دار اور (بے خرچ) مسافر ہوں۔ یاد رکھو! کہ جو شخص امانت کو بے وقعت سمجھتے ہوئے اسے ٹھکرا دے اور خیانت کی چراگاہوں میں چراتا پھرے اور اپنے کو اور اپنے دین کو اس کی آلودگی سے نہ بچائے، تو اس نے دنیا میں بھی اپنے کو ذلتوں اور خواری میں ڈالا، اور آخرت میں بھی رسوا و ذلیل ہوگا۔

بیت المال

مجھے تمہارے متعلق ایک ایسے امر کی اطلاع ملی ہے کہ اگر تم اس کے مرتکب ہوئے ہو تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض، اپنے امام کی نافرمانی کی، اور اپنی امانت داری کو بھی ذلیل و رسوا کیا۔

Scanned with CamScanner

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے (بیت المال، کی) زمین کو صفا چٹ میدان کر دیا ہے اور جو کچھ تمہارے پاؤں تلے تھا اس پر قبضہ جما لیا ہے اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا، اسے نوش جان کر لیا ہے تو تم ذرا اپنا حساب مجھے بھیج دو اور یقین رکھو کہ انسانوں کی حساب فہمی سے اللہ کا حساب کہیں زیادہ سخت ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک اور عامل کو لکھا:

''میں نے تمہیں اپنی امانت میں شریک کیا تھا اور تمہیں اپنا بالکل مخصوص آدمی قرار دیا تھا اور تم سے زیادہ ہمدردی مددگاری اور امانت داری کے لحاظ سے میرے قوم قبیلہ میں میرے بھروسے کا کوئی آدمی نہ تھا۔ لیکن جب تم نے دیکھا کہ زمانہ تمہارے چچازاد بھائی کے خلاف حملہ آور ہے اور دشمن بپھرا ہوا ہے۔ امانتیں لٹ رہی ہیں اور تو تم نے بھی اپنے ابن عم سے رُخ موڑ لیا اور ساتھ چھوڑ دینے والوں کے ساتھ تم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اور خیانت کرنے والوں میں داخل ہو کر تم بھی خائن ہو گئے۔ اس طرح نہ تم نے اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ ہمدردی ہی کا خیال کیا، نہ امانت داری کے فرض کا احساس کیا۔ گویا اپنے جہاد سے تمہارا مدعا خدا کی رضامندی نہ تھا اور گویا تم اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی روشن دلیل نہ رکھتے تھے اور اس اُمت کے ساتھ اس کی دنیا بٹورنے کے لیے چال چل رہے تھے اور اس کا مال چھین لینے کے لیے غفلت کا موقع تاک رہے تھے چنانچہ جب اُمت کے مال میں بھرپور خیانت کرنے کا موقع تمہیں ملا، تو جھٹ سے دھاوا بول دیا اور جلدی سے کود پڑے اور جتنا بن پڑا اس مال پر جو بیواؤں اور یتیموں کے لیے محفوظ رکھا گیا تھا۔ یوں جھپٹ پڑے۔ جس طرح پھرتیلا بھیڑیا زخمی اور لاچار بکری کو اچک لیتا ہے اور تم نے بڑے خوش خوش اسے حجاز روانہ کر دیا، اور اسے لے جانے میں گناہ کا احساس تمہارے لیے سدراہ نہ ہوا، خدا تمہارے دشمنوں کا بُرا کرے، گویا یہ تمہارے ماں باپ کا ترکہ تھا۔

Scanned with CamScanner

جسے لے کر تم نے اپنے گھر والوں کی طرف روانہ کر دیا۔ اللہ اکبر! کیا تمہارا قیامت پر ایمان نہیں؟ کیا حساب کتاب کی چھان بین کا ذرا بھی ڈر نہیں؟ اے وہ شخص جسے ہم ہوشمندوں میں شمار کرتے تھے، کیونکر وہ کھانا اور پینا تمہیں خوش گوار معلوم ہوتا ہے جس کے متعلق جانتے ہو کہ حرام کھا رہے ہو اور حرام پی رہے ہو تم ان یتیموں، مسکینوں، مومنوں اور مجاہدوں کے مال سے جسے اللہ نے ان کا حق قرار دیا تھا اور ان کے ذریعہ سے ان شہروں کی حفاظت کی تھی، کنیزیں خریدتے ہو، اور عورتوں سے بیاہ رچاتے ہو، اب اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں کا مال انہیں واپس کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور پھر اللہ نے مجھے تم پر قابو دے دیا، تو میں تمہارے بارے میں اللہ کے سامنے اپنے کو سرخرو کروں گا اور اپنی اس تلوار سے تمہیں ضرب لگاؤں گا۔ جس کا وار میں نے جس کسی پر بھی لگایا، وہ سیدھا دوزخ میں گیا۔ خدا کی قسم اگر حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ بھی وہ کرتے جو تم نے کیا ہے۔ تو میں ان سے بھی کوئی رعایت نہ کرتا اور نہ وہ مجھ سے اپنی کوئی خواہش منوا سکتے، یہاں تک کہ میں ان سے حق کو پلٹا دیتا میں رب العالمین کی قسم کھاتا ہوں کہ میرے لیے یہ کوئی دل خوش کن بات نہ تھی کہ وہ مال جو تم نے ہتھیا لیا، میرے لیے حلال ہوتا، اور میں اسے بعد والوں کے لیے بطور ترکہ چھوڑ جاتا، ذرا سنبھلو اور سمجھو کہ تم عمر کی آخری حد تک پہنچ چکے ہو اور مٹی کے نیچے سونپ دیے گئے ہو، اور تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے پیش ہیں، اس مقام پر کہ جہاں ظالم حسرت کی صدا بلندی کرتا ہوگا، اور عمر کو برباد کرنے والے دنیا کی طرف پلٹنے کی آرزو کر رہے ہوں گے۔ حالانکہ اب گریز کا کوئی موقع نہ ہوگا۔"

عالم اور منصف

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض دو شخص ہیں ایک وہ جسے اللہ نے

Scanned with CamScanner

اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہو، یعنی اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی توفیق سلب کر لی ہو جس کے بعد وہ سپاس راہ سے ہٹا ہوا بدعت کی باتوں پر فریفتہ اور گمراہی کی تبلیغ پر ڈٹا ہوا ہے وہ اپنے ہوا خواہوں کے لیے فتنہ اور سابقہ لوگوں کی ہدایت سے برگشتہ ہے وہ تمام ان لوگوں کے لیے جو اس کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد اس کی پیروی کریں گمراہ کرنے والا ہے۔ وہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے اور خود اپنی خطاؤں میں جکڑا ہوا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جس نے جہالت کی باتوں کو اِدھر اُدھر سے بٹور لیا ہے۔ وہ اُمت کے جاہل افراد میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اور فتنوں کی تاریکیوں میں غافل و مدہوش پڑا رہتا ہے اور امن و آشتی کے فائدوں سے آنکھیں بند کر لیتا ہے چند انسانی شکل وصورت سے ملتے جلتے لوگوں نے اسے عالم کا لقب دے رکھا ہے حالانکہ وہ عالم نہیں وہ ایسی باتوں کو سمجھنے کے لیے منہ اندھیرے نکل پڑتا ہے جن کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے یہاں تک کہ وہ جب اس گندے پانی سے سیراب ہو لیتا ہے اور لایعنی باتوں کو جمع کر لیتا ہے تو لوگوں میں قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں میں مشتبہ رہنے والے مسائل کے حل کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے اگر کوئی اُلجھا ہوا مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو اپنی رائے سے اس کے لیے بھرتی کی فرسودہ دلیلیں مہیا کر لیتا ہے اور پھر اس پر یقین بھی کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ شبہات کے اُلجھاؤ میں پھنسا ہوا ہے۔ جس طرح مکڑی خود ہی اپنے جالے کے اندر۔ وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اس نے صحیح حکم دیا ہے یا غلط۔ اگر صحیح بات بھی کہی ہو، تو اسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں غلط نہ ہو۔ اور غلط جواب ہو تو اسے یہ توقع رہتی ہے کہ شاید یہی صحیح ہو، وہ جہالتوں میں بھٹکنے والا جاہل اور اپنی نظر کے دھندلا پن کے ساتھ تاریکیوں میں بھٹکنے والی سواریوں پر سوار ہے۔ نہ اس نے حقیقت علم کو پرکھا، نہ اس کی تہہ تک پہنچا۔ وہ روایات کو اس طرح درہم و برہم کرتا ہے جس طرح ہوا سوکھے ہوئے تنکوں کو۔ خدا کی قسم! وہ ان مسائل کے حل کرنے کا اہل نہیں جو اس سے پوچھے جاتے ہیں اور نہ اس منصب کے قابل ہے جو اسے سپرد کیا گیا ہے جس چیز کو وہ نہیں جانتا اس چیز کو وہ کوئی قابل اعتنا علم ہی نہیں قرار دیتا اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے اور جو بات اس کی سمجھ

Scanned with CamScanner

میں نہیں آتی اسے پی جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنی جہالت کو خود جانتا ہے۔ (ناحق بہائے ہوئے) خون اس کے ناروا فیصلوں کی وجہ سے چیخ رہے ہیں اور غیر مستحق افراد کو پہنچی ہوئی میراثیں چلا رہی ہیں۔ اللہ ہی سے شکوہ ہے ان لوگوں کا جو جہالت میں جیتے ہیں اور گمراہی میں مر جاتے ہیں۔ ان میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں جب کہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسا پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں۔ اس وقت جب کہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے۔ ان کے نزدیک نیکی سے زیادہ کوئی بُرائی اور بُرائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں۔

دعوتوں میں شرکت

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ والی بصرہ عثمان ابن حنیف کو وہاں لوگوں نے کھانے کی دعوت دی ہے اور وہ اس میں شریک ہوئے ہیں تو انہیں تحریر فرمایا:

> اے ابنِ حنیف! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں میں سے ایک شخص نے تمہیں کھانے پر بلایا اور تم لپک کر پہنچ گئے کہ رنگا رنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمہارے لیے چُن چُن کر لائے جا رہے تھے، اور بڑے بڑے پیالے تمہاری طرف بڑھائے جا رہے تھے مجھے اُمید نہ تھی کہ تم ان لوگوں کی دعوت قبول کر لو گے جن کے یہاں فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں اور دولت مند مدعو ہوں، جو لقمے چباتے ہو، انہیں دیکھ لیا کرو، اور جس کے متعلق شبہ بھی ہو اسے چھوڑ دیا کرو اور جس کے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو اس میں سے کھاؤ۔

خوشا نصیب اس شخص کے کہ جس نے اللہ کے فرائض کو پورا کیا۔ سختی اور مصیبت میں صبر کیے پڑا رہا، راتوں کو اپنی آنکھوں کو بیدار رکھا اور جب نیند کا غلبہ ہوا، تو ہاتھ کو تکیہ بنا کر ان لوگوں کے ساتھ فرش خاک پر پڑا رہا کہ جن کی آنکھیں خوف حشر سے بیدار، پہلو بچھونوں سے الگ اور ہونٹ یادِ خدا میں زمزمہ سنج رہتے ہیں، اور کثرت استغفار سے جن کے گناہ چھٹ گئے ہیں۔ یہی

Scanned with CamScanner

اللہ کا گروہ ہے اور بے شک اللہ کا گروہ کامران ہونے والا ہے۔

اے ابن حنیف! اللہ سے ڈرو، اور اپنی ہی روٹیوں پر قناعت کرو کہ جہنم کی آگ سے چھٹکارا پا سکو۔

وڈیرے

دیکھو! اپنے ان سرداروں اور بڑوں کا اتباع کرنے سے ڈرو کہ جو اپنی جاہ و حشمت پر اکڑتے اور اپنے نسب کی بلندیوں پر غرور کرتے ہوں اور بدنما چیزوں کو اللہ کے سر ڈال دیتے ہوں اور اس کی قضا و قدر سے ٹکر لینے اور اس کی نعمتوں پر غلبہ پانے کے لیے اس کے احسانات سے یکسر انکار کر دیتے ہوں۔ یہی لوگ تو عصبیت کی عمارت کی گہری بنیاد، فتنہ کے کاخ و ایوانوں کے ستون اور جاہلیت کے نسبی تفاخر کی تلواریں ہیں، لہٰذا اللہ سے ڈرو، اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کے دشمن نہ بنو۔

حاکمِ وقت

(اے لوگو!) تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو۔ کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انہیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ تند مزاجی سے چرکے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم کر دے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ وہ دوسروں کے حقوق کو رائیگاں کر دے گا اور انہیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ اُمت کو تباہ و برباد کر دے گا۔

یومِ حساب

وہ ایسا دن ہوگا کہ اللہ حساب کی چھان بین اور عملوں کی جزاء کے لیے سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا۔ وہ خضوع کی حالت میں اس کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پسینہ منہ تک پہنچ کر

Scanned with CamScanner

ان کے منہ میں لگام ڈال دے گا۔ زمین ان لوگوں کی سمت لرزتی اور تھرتھراتی ہوگی۔ اس وقت سب سے بڑا خوش حال وہ ہوگا جسے اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ اور سانس لینے کو کھلی فضا مل جائے۔

جہاد

جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنے خاص دوستوں کے لیے کھولا ہے۔ یہ پرہیز گاری کا لباس، اللہ کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے جو اس سے پہلو بچاتے ہوئے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ خدا اسے ذلت وخواری کا لباس پہناتا اور مصیبت وابتلا کی رِدا اوڑھا دیتا ہے اور ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ ٹھکرا دیتا ہے اور مدہوشی وغفلت کا پردہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے اور جہاد کو ضائع و برباد کرنے سے حق اس کے ہاتھ سے لے لیا جاتا ہے۔ ذلت اسے سہنا پڑتی ہے اور انصاف اس سے روک لیا جاتا ہے۔

حکومت اور حاکمیت

اور ہاں بے شک حکم اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے۔ مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ لوگوں کے لیے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا (اگر اچھا ہوگا تو) کافر اس عہد میں لذائذ سے بہرہ اندوز ہوگا اور اللہ اس نظامِ حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا۔ اسی حاکم کی وجہ سے مال (خراج وغنیمت) جمع ہوتا ہے، دشمن سے لڑا جاتا ہے، راستے پر امن رہتے ہیں، اور قوی سے کمزور کا حق دلایا جاتا ہے، یہاں تک کہ نیک حاکم (مرکر یا معزول ہوکر) راحت پائے، اور بُرے حاکم کے مرنے یا معزول ہونے سے دوسروں کو راحت پہنچے۔

جنگی حکمت عملی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دشمن کی طرف بھیجے ہوئے ایک لشکر کو یہ ہدائتیں فرمائیں:

> ''جب تم دشمن کی طرف بڑھو یا دشمن تمہاری طرف بڑھے تو تمہارا پڑاؤ ٹیلوں کے آگے یا پہاڑ کے دامن میں یا نہروں کے موڑ میں ہونا چاہیے

Scanned with CamScanner

تا کہ یہ چیز تمہارے لیے پشت پناہی اور روک کا کام دے، اور جنگ بس ایک طرف یا (زائد سے زائد دو طرف سے ہو) اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور ٹیلوں کی بلند سطحوں پر دیدبانوں کو بٹھا دو تا کہ دشمن کسی کھٹکے کی جگہ سے یا اطمینان والی جگہ سے (اچانک) نہ آپڑے اور اس بات کو جانے رہو کہ فوج کا ہراول دستہ فوج کا خبر رسان ہوتا ہے، اور ہراول دستے کو اطلاعات ان مخبروں سے حاصل ہوتی ہیں (جو آگے بڑھ کر سُراغ لگاتے ہیں) دیکھو تتر بتر ہونے سے بچے رہو، اُترو تو ایک ساتھ اُترو، اور کوچ کرو تو ایک ساتھ کرو، اور جب رات تم پر چھا جائے، تو نیزوں کو (اپنے گرد) گاڑ کر ایک دائرہ سا بنالو، اور صرف اُونگھ لینے اور ایک آنکھ جھپکی لے لینے کے سوا نیند کا مزہ نہ چکھو۔"

غیبت

جن لوگوں کا دامن خطاؤں سے پاک صاف اور بفضل الٰہی گناہوں سے محفوظ ہے، انہیں چاہیے کہ وہ گنہگاروں اور خطا کاروں پر رحم کریں اور اس چیز کا شکر ہی (کہ اللہ نے انہیں گناہوں سے بچائے رکھا ہے) ان پر غالب اور دوسروں کے عیب اُچھالنے سے مانع رہے چہ جائیکہ وہ عیب لگانے والا اپنے کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے بُرائی کرے اور اس کے عیب بیان کر کے طعن و تشنیع کرے یہ آخر خدا کی اس پردہ پوشی کو کیوں نہیں یاد کرتا جو اس نے خود اس کے ایسے گناہوں پر کی ہے جو اس گناہ سے بھی جس کی وہ غیبت کر رہا ہے بُرے تھے اور کیونکر ایسے گناہ کی بنا پر اس کی بُرائی کرتا ہے جب کہ خود بھی ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہو چکا ہے اگر بعینہ ویسا گناہ نہیں بھی کیا تو ایسے گناہ کیے ہیں کہ جو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ خدا کی قسم! اگر اس نے گناہ کبیرہ نہیں بھی کیا تھا اور صرف صغیرہ کا مرتکب ہوا تھا۔ تب بھی اس کا لوگوں کے عیوب بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

اے خدا کے بندے! جھٹ سے کسی پر گناہ کا عیب نہ لگا، شاید اللہ نے وہ بخش دیا ہو، اور اپنے کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے لیے بھی اطمینان نہ کرنا شاید کہ اس پر تجھے عذاب ہو۔ لٰہذا

Scanned with CamScanner

تم میں سے جو شخص بھی کسی دوسرے کے عیوب جانتا ہو۔ اسے ان کے اظہار سے باز رہنا چاہیے اس علم کی وجہ سے جو خود اسے اپنے گناہوں کے متعلق ہے اور اس امر کا شکر کہ اللہ نے اسے ان چیزوں سے محفوظ رکھا ہے کہ جن میں دوسرے مبتلا ہیں۔

انسانیت

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کے نام لکھا تھا کہ تمھاری ریاست کے زمینداروں نے تمھاری سنگ دلی، تحقیر آمیز برتاؤ اور تشدد کے رویہ کی شکایت کی ہے، لہٰذا ان کے لیے نرمی کا ایسا شعار اختیار کرو جس میں کہیں کہیں سختی کی بھی جھلک ہو، کبھی سختی کرلو، کبھی نرمی برتو اور اعتدال میں رہو۔ (نہج البلاغہ)

حاکمِ وقت اپنی رعایا کے نفسیاتی حالات کو مدنظر رکھے، اس کے حکومتی قوانین ایسی حکمت عملی پر مشتمل ہوں، جو حالات سے ملتے جلتے ہوں اور حالات کے تقاضوں اور نظم و ضبط کے مطلوبہ قواعد کے درمیان توازن کا مظہر ہوں، اگر حکومت کے تنظیمی نظریات ایسے ناقابل ردوبدل قواعد وضوابط پر قائم ہوں، جن میں نفسیات اور انسانی جذبہ کا احترام نہ ہو تو یہ سخت غلطی اور بڑی بھول ہے، گویا کسی بھی ادارہ، تنظیم، تحریک، جماعت، سوسائٹی یا انجمن کا ادارتی نظم ونسق اندرونی و بیرونی دباؤ سے پاک رہنے کے بعد ہی پوری آزادی سے اپنا کام کرسکتا ہے۔

امیر کی اطاعت

"تم ایسے امیر کی اطاعت کرتے رہو جس کی جہالت کا تمھارے پاس عذر نہ ہو۔"

لہٰذا اگر امیر یا ذمہ دار جاہل ہو تو عوام معذور ہوں گے اور اس کی اطاعت لوگوں پر واجب نہ ہوگی، اس لیے کہ ایسا ذمہ دار اسے ہلاکت کی طرف لے جائے گا اور آپ یہ فرماتے ہیں کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ ایک جاہل و ناتجربہ کار ہو دوسرا ماہر و واقف کار دونوں میں بڑا فرق ہے۔ جاہل حاکم اپنے غلط حکم کے ذریعے رب کی نافرمانی کا

Scanned with CamScanner

مرتکب ہوسکتا ہے۔

حاکم اور محکوم کا باہمی تعلق

حاکم اور محکوم کا باہمی تعلق حکومت کے تنظیمی تسلسل یا مناصب کی درجہ بندی سے گزرنے والے خطوط پر نہیں قائم ہونا چاہیے بلکہ یہ تعلق حاکم اور محکوم کے مشترکہ مفاد سے وابستہ ہے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ مصر پر اپنا گورنر مقرر کرتے ہوئے اسے نصیحت کرتے ہیں:

> ''پھر کچھ امور ایسے ہیں جنھیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہیے، ان میں سے ایک حکام کے ان مراسلات کا جواب دینا جو تمھارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں اور ایک یہ کہ جب لوگوں کی حاجتیں تمھارے سامنے پیش ہوں اور تمھارے عملہ کے ارکان ان سے جی چرائیں تو یہ کام خود تمھیں انجام دینا ہے۔''

> ''اور ایسے لوگوں کی تم خاص خبر رکھو جو تم تک پہنچ نہیں سکتے اور جنھیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہوں گی اور لوگ انھیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے، تم ان کے لیے اپنے کسی معتمد آدمی کو جو خوف الٰہی رکھنے والا اور متواضع ہو مقرر کر دینا کہ وہ ان کے حالات تم تک پہنچاتا رہے۔'' (نہج البلاغہ)

اس عبارت میں نوکر شاہی حکومت کی حد بندیوں سے تجاوز کر گزرنے کی واضح ہدایت موجود ہے کہ جس میں ہر چیز کو حکومتی مناصب کی سیڑھیوں سے گزرنا ضروری ہوتا ہے اور کسی کو اس سے تجاوز کرنے کا حق نہیں ہوتا اور اگر کوئی ایسا کر لیتا ہے، تو وہ قانون کا باغی اور حکومت کی نگاہ میں مجرم ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے، اور یہ روپوشی انھیں بھی ان امور پر مطلع

Scanned with CamScanner

ہونے سے روکتی ہے کہ جن سے وہ ناواقف ہیں، جس کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہ میں چھوٹی اور چھوٹی چیز بڑی، اچھائی بُرائی اور بُرائی اچھائی ہوجایا کرتی ہے اور حق باطل کے ساتھ مل جاتا ہے۔" (نہج البلاغہ)

یہ ہیں لازماً مناصب کی سیڑھیوں سے گزرنے کے نقصانات، پس اس طویل سلسلہ سے معاملات کے رفتہ رفتہ آگے بڑھنے اور ایک سے دوسرے حاکم اور پھر تیسرے، پھر چوتھے اور پانچویں کے ذریعے سے عام آدمیوں تک منتقل ہوتے ہوتے بعض اوقات معاملات یکسر الٹ جاتے ہیں اور ان کی نوعیت بدل جاتی ہے، حق چیز باطل، چھوٹی چیز بڑی، اچھائی بُرائی اور بُرائی اچھائی ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ نصیحت میں فرمایا۔ دور حاضر کی نوکر شاہی حکومتیں اور تنظیمیں انھیں مشکلات سے دو چار ہیں، کیونکہ وہ اپنے معاملات و مسائل کو حل کرنے کے لیے مناصب کی انھیں سیڑھیوں سے گزرنے کو لازم کیے ہوئے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام ہیں۔

اس بیماری کا علاج حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ حاکم اعلیٰ اپنی رعایا سے زیادہ دنوں تک روپوش نہ رہے، کیونکہ اس کی روپوشی کی وجہ سے اس کی قراردادوں میں تبدیلی واقع ہوسکتی ہے، یا بہتر حالات وظروف میسر ہونے کے باوجود نہایت محدود دائرے میں اور مطلوبہ مقاصد سے قطع نظر اسے نافذ کیا جاسکتا ہے۔ حاکم اعلیٰ کا کارِ منصبی صرف رعایا کی ملاقات میں محصور نہیں ہے، بلکہ اس پر ایسا پُرسکون اور بے خوف ماحول پیدا کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس میں رعایا نہایت اطمینان سے اور بے خوف ہوکر اپنی مشکلات کو پیش کرسکے، اس لیے کہ روپوش نہ ہونے کا مطلب صرف رعایا کے روبرو ہونا اور ان سے ہم کلام ہونا نہیں ہے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ یہ ملاقات مفید ثابت ہو، چنانچہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

"تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجت مندوں کے لیے خاص کردینا، جس میں سب کام چھوڑ کر انھیں کے لیے مخصوص ہوجانا اور ان کے لیے ایک عام

Scanned with CamScanner

دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لیے تواضع و انکساری
سے کام لینا اور فوجیوں، پولیس والوں اور نگہبانوں کو ہٹا دینا تاکہ کہنے
والے بے دھڑک کہہ سکیں۔" (نہج البلاغہ)

اسی طرح آپ مکہ کے گورنر اور اپنے چچا زاد بھائی قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے نام لکھتے ہیں:

"اور دیکھو! لوگوں تک پیغام پہنچانے کے لیے تمھاری زبان کے سوا کوئی
سفیر ہونا چاہیے اور تمھارے چہرہ کے سوا کوئی تمہارا دربان نہ ہونا چاہیے۔"

جمود و تعطل کا مقابلہ

دور حاضر کی حکومتوں میں بعض نظریات و قواعد اور تنظیمی منصوبے مسائل کو حل کرنے میں جمود و تعطل، وقت، کوشش اور حقوق کے زیاں کا سبب بنتے ہیں اور بہت سارے کاموں کو سرے سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کو سوچا ہی نہیں جاتا، کیونکہ انھیں مناصب کی سیڑھیوں سے گزارنے میں طویل وقت اور بے شمار کارروائیاں درکار ہوتی ہیں، اسی خامی کا مقابلہ کرنے کے لیے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جو شخص سستی و کاہلی کرتا ہے وہ حقوق کو ضائع و برباد کرتا ہے۔"

چاق و چوبند نگرانی

ہر حکومتی تنظیم میں نگرانی و تجسس ایک اہم ذمہ داری ہے، امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس اہم ذمہ داری کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ آپ فرماتے ہیں:

"وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا، کیونکہ خفیہ طور پر ان کے امور کی نگرانی
انھیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کا باعث ہوگی۔"

گویا کسی فرد یا جماعت کی نگرانی و مخبری امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی بھلائی اور امانت کی ادائیگی کا سبب ہے، البتہ یہ فریضہ ایسے افراد کے توسط سے ادا کیا جائے گا جو

Scanned with CamScanner

سچے اور وفادار ہوں، تاکہ ان کی رپورٹیں عدل پر مبنی ہوں، ان میں ان کی خواہشات کا دخل نہ ہو۔ اس طرح حکومتی نگرانی اور تجسس اس مقام پر ترقی کی راہ میں مددگار ثابت ہورہی ہے اور عوام کو حرکت و عمل اور اخلاص و وفا کا عادی بنارہی ہے۔

جو قوانین غیر متبدل ہوں اور حکومت یا تنظیم میں رعایا کی حرکت و عمل کے لیے رکاوٹ اور حقوق کے ضائع ہونے کا سبب بن رہے ہوں، امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیاسی فکر میں ایسے قوانین یکسر مسترد ہیں۔

میرٹ

اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مصر پر اپنے گورنر کے نام تحریر فرماتے ہیں کہ پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا، ان کو خوب آزمائش کے بعد منصب دینا، کبھی صرف رعایت اور جانب داری کی بنا پر انھیں منصب عطا نہ کرنا۔'' لہٰذا جس شخص کو ملازمت دینی ہے یا عہدہ عطا کرنا ہے، سب سے پہلے اس کے ساتھ امتحانی کارروائی کرلینا ضروری ہے، کسی شخص کو عہدہ دینے یا کسی کو بلند منصب پر ترقی دتے ہوئے صدر نائب یا حاکم اعلیٰ کو جانبدارانہ کارروائی اور ذاتی دخل اندازی سے دُور رہنا چاہیے۔

آپ فرماتے ہیں: ''پھر اپنے منشیان دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا، اپنے معاملات ان کے سپرد کرنا جو ان میں بہتر ہوں۔ ان لوگوں کو نہیں جو تمھیں محبوب ہوں اور تمھارے خاندان سے ہوں۔'' گویا اس میدان میں ذاتی روابط اور مہربانی کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ اس کا معیار صرف حق اور اصول پسندی اور امانت سے ہے۔

منصبی گرفت میں امانت داری کی اہمیت

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اشعث بن قیس کے نام اسی مفہوم کا ایک خط اس طرح تحریر کرتے ہیں:

Scanned with CamScanner

"یہ عہدہ تمھارے لیے کوئی آزروقہ نہیں ہے، بلکہ وہ تمھاری گردن میں ایک امانت کا پھندا ہے اور تم اپنے حکمران بالا کے تابع ہو۔"

اس تحریر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکومتی ذمہ داریوں کو اللہ کی ایک امانت قرار دیا ہے اور ہر ذمہ دار پر ضروری ہے کہ اس امانت کی حفاظت کرے اور بعینہٖ اسے اس کے مالک کو واپس کردے، وہ اللہ کے سامنے اس امانت کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے اور مناصب کی درجہ بندی کے اعتبار سے اپنے حکمران بالا کے سامنے بھی جواب دہ ہے۔ امانت داری کا یہ احساس حکومت کی منصبی گرفت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کا ایک اہم سبب ہے اور یہی چیز انحراف و جانب دارانہ اقدامات کے بے جا مظاہر پر پابندی عائد کرتی ہے۔

قراردادوں میں مشاورت

جب ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شوارائیت پر رغبت دلانے والی تحریروں کو پڑھتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں اس ترغیب و تاکید کا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی قرارداد کی منظوری میں دوسروں سے صلاح و مشورہ ضرور لیا جائے۔ کوئی بھی فرد واحد، خواہ وہ فوجی کمانڈر ہو، وزیر خزانہ ہو، کسی ادارے کا منیجر ہو، یا کسی بھی میدان کا کوئی ذمہ دار ہو وہ تنہا کوئی قرارداد پاس نہ کرے، اس لیے کہ باہمی رائے و مشورہ کا نتیجہ درست ہوا کرتا ہے۔ اس میں کئی ذہن شریک ہوتے ہیں اور کئی ماہر و تجربہ کار لوگوں کے افکار و خیالات کا اضافہ ہوتا ہے، لہٰذا جو قرارداد خوب بحث و مباحثہ اور غور و فکر کے بعد سامنے آئے گی اس پر سب لوگ متفق ہوں گے اور وہ درستگی کے زیادہ قریب ہوگی۔

شورائیت ہی مشورہ سے انجام پانے والے کاموں کی کامیابی کی ضمانت دے سکتی ہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مشورہ کیا کرو، کامیابی مشاورت میں ہے۔"

سرکاری ملازمین کا انتخاب

اچھے ملازمین اور عہدیداران کا انتخاب حکومت کی ترقی کی راہ میں مشکلات کو رکاوٹ

Scanned with CamScanner

نہیں بننے دیتا، جو بعض اوقات عہدیدار کی کمزوری یا عام ماحول سے اس کی ناموافقت کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہیں۔ مالک بن اشتر نخعی کے بقول کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط پر جب غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گورنروں کے انتخاب کے وقت آپ ان کے اندر چند اہم شرائط کا پایا جانا ضروری سمجھتے تھے:

''پھر اپنے عہدیداروں کے بارے میں نظر رکھنا اور ان کو خوب آزمائش کے بعد منصب دینا، کبھی صرف رعایت اور جانب داری کی بنا پر انھیں منصب عطا نہ کرنا، اس لیے کہ یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو تجربہ کار اور غیرت مند ہوں، اچھے خاندانوں میں سے ہوں، اور جن کی خدمات اسلام کے سلسلہ میں پہلے سے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں، حرص وطمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب ونتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔''

پس یہ شرطیں صرف کام کرنے کی حد تک مطلوبہ صلاحیت میں محدود نہیں ہیں بلکہ ان میں عامل کی شخصیت کو نفسیاتی، سماجی اور خاندانی اعتبار سے آزما لینے کو لازم کیا گیا ہے کہ مبادا وہ خواہشات کے پیچھے بہک جائے اور آپ کی نیت میں فتور اور مقاصد میں تبدیلی آجائے۔ اسی طرح اس کی قدیم معاشرتی زندگی اور نئے معاشرہ کے ماحول وتقاضوں سے اس کی ہم آہنگی کی توقعات اور ان سے نمٹنے والی صلاحیتوں کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ان مراحل سے گزرنے کے بعد ہی کوئی عہدہ کسی کے سپرد کیا جاسکتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

''پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا، کیونکہ اس سے انھیں اپنے نفوس کو درست رکھنے میں مدد ملے گی اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان کے ہاتھوں میں بطور امانت ہوگا۔ اس کے بعد بھی وہ تمھارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمھاری حجت ان پر قائم ہوگی۔''

چنانچہ جب کسی فرد میں یہ صلاحتیں پائی جائیں اور اسے اعلیٰ معیار کی تنخواہ بھی ملے تو

Scanned with CamScanner

بلاشبہ وہ آدمی نہایت عمدہ طریقے سے اپنی ذمہ داری نبھائے گا اور ریاست یا کوئی بھی ادارہ جس سے وہ مربوط ہے، اس کی ترقی کے لیے مسلسل محنت و مشقت کرے گا۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"دل کھول کر انھیں اتنا دینا کہ جو ان کے ہر عذر کو غیر مسموع بنا دے اور لوگوں کی انھیں کوئی احتیاج نہ رہے، اپنے یہاں انھیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمھارے دربار میں ان کے سلسلہ میں کوئی غلط طمع نہ کر سکے۔"

گویا حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کو رشوت خوری سے روکنے کے لیے دو بنیادی اسباب کی فراہمی ضروری ہے۔

(الف) دل کھول کر نوازش کرنا (یعنی اعلیٰ معیار کی تنخواہ) جس سے اس کی تمام ضروریات پوری ہو جائیں اور خود کو دوسروں سے بے نیاز سمجھے۔

(ب) باعزت مقام دینا، تاکہ اپنے منصب پر باقی رہتے ہوئے وہ امن و اطمینان محسوس کرے، اسے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو آج اسی کو منصبی سلامت کہا جاتا ہے۔

چنانچہ جب کسی عہدیدار کی زندگی محفوظ و مامون ہو اور اس کے عہدہ و منصب میں استقرار ہو تو اسے ان تمام چیزوں کے بعد اور ضرورت ہی کس چیز کی رہ جاتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ ضمانتیں ملک کے اعلیٰ عہدہ داروں کو تفویض کی جاسکتی ہیں اور بڑی بڑی کمپنیوں، اداروں کے مالکان اور اسلامی تحریکات کے قائدین کو بھی اس رعایت کا مستحق ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

یہ کامل ضمانت عہدیدار کے ذہن و دماغ میں بہتر سے بہتر انتظامی فکر کی ضامن ہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیاسی فکر حکومتی عہدہ دار کو اس حد تک محفوظ و مال دار بنانے کو واجب کرتی ہے کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہو جائے، یعنی صرف ماہانہ تنخواہ پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ عہدہ دار کی ضرورت کی تکمیل کو معیار بناتے ہیں اور پھر اسے عہدہ نبھانے کے لیے حفاظتی ماحول فراہم کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

آپ فرماتے ہیں:

''اپنے یہاں انھیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمھارے دربار میں ان کے سلسلہ میں کوئی غلط طمع نہ کر سکے۔''

تجربہ کاروں کی رفاقت

تجربہ کار لوگ ہی حقیقی علم و معرفت کا منبع ہوتے ہیں اور یہ فطری تقاضا ہے کہ متعلّم نظریاتی علوم کے اساتذہ سے زیادہ تجربہ کار افراد سے مستفید ہو۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس قاعدہ کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:

''تمھارے بہترین مشیر کار عقل مند، اہل علم، تجربہ کار اور پختہ عزم والے لوگ ہیں۔''

اور فرمایا:

''سب سے بہتر لوگ جن سے تم مشورہ لو، وہ تجربہ کار لوگ ہیں۔''

علماء اور تجربہ کاروں کی رفاقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اہل علم اور بردبار لوگ تمھارے سب سے بہترین ساتھی ہونے چاہئیں۔''

آپ کی یہ تمام نصیحتیں دراصل قواعد و اصول کی حیثیت رکھتی ہیں، جن کا مقصد ایک کامیاب مسلمان تیار کرنا اور پھر ایسی معاشرہ سازی ہے جو مسلسل کامیابی اور ترقی پر گامزن ہو۔

باپ جیسی مشفقانہ قیادت

گورنر یا حاکم اعلیٰ صاحب اقتدار ہونے سے پہلے اپنے ماتحت ذمہ داروں کے لیے باپ کی حیثیت رکھتا ہے، وہ ان کے ساتھ اپنی اولاد جیسا برتاؤ کرے۔ جس طرح ایک باپ اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے اسی طرح حکومت کے لیے اعلیٰ عہدیدار ان کی ذہن سازی کرے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالک بن اشتر کے نام لکھا تھا، فرماتے ہیں:

Scanned with CamScanner

"پھر ان کے حالات کی اس طرح دیکھ بھال کرنا جس طرح ماں باپ اپنی
اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔"

لہٰذا ہر ذمہ دار کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ماتحت کارندوں سے باپ بیٹوں جیسا برتاؤ کرے، ان پر نرمی رکھے، غلطی کرنے پر معافی کو ترجیح دے، سزا دے تو تربیت کے انداز میں دے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گڈ گورنینس (اچھی حکمرانی) کے بارے میں تجاویز آج بھی قابل عمل ہیں اور جن کی روشنی میں ایک مثالی فلاحی ریاست کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ریاست مدینہ کے عالمی تہذیبوں پر اثرات

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو ان کے پیروکاروں کی تعداد ایک سو تھی۔ مسلمانوں نے صرف ایک صدی میں بحر اوقیانوس (Altantic Ocean) سے چین تک کے علاقوں کو فتح کر چکے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلفائے راشدین کے زمانے میں ریاست مدینہ جزیرہ عرب شام مصر ایران شمالی افریقہ اور وسطی ایشیا کے علاقوں تک پھیل چکی تھی بنو امیّہ دور کے چند عشروں میں اسلامی سلطنت شمالی افریقہ سے یورپ کے مختلف علاقوں قبرص سپین اور وسطی ایشیاء سے سندھ اور ہندوستان تک وسیع ہو چکی تھی۔ اللہ نے قرآن کو نور اور روشنی قرار دیا ہے یہ روشنی دنیا کے مختلف علاقوں میں پہنچ گئی۔ اسلام نے سائنس، تعلیم، ثقافت، طب، تجارت اور عسکری شعبوں میں دنیا کی رہنمائی کی۔ نامور مؤرخ اپنی معروف تصنیف ''تمدن عرب'' میں لکھتے ہیں۔

> ''عربوں نے چند صدیوں میں اندلس کو مالی اور علمی لحاظ سے یورپ کا سرتاج بنا دیا یہ انقلاب صرف علمی و اقتصادی نہ تھا اخلاقی بھی تھا انہوں نے نصاریٰ کو انسانی خصائل سکھائے ان کا سلوک یہود و نصاریٰ کے ساتھ وہی تھا جو مسلمانوں کے ساتھ تھا انہیں سلطنت کا ہر عہدہ مل سکتا تھا ان کے زمانے میں لاتعداد گرجوں کی تعمیر اس امر کی شہادت ہے۔ مسلمانوں کے انسانی اخلاقی سلوک سے متاثر ہو کر غرناطہ کے انیس لاکھ عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا مسلمانوں نے مدارس قائم کیے، کارخانے لگائے اور نہریں جاری کیں۔''

Scanned with CamScanner

ایک اور نامور مؤرخ ڈیورانٹ (Will Durant) لکھتا ہے:

''اندلس پر عربوں کی حکومت عادلانہ، منصفانہ اور مشفقانہ تھی جس کی مثال تاریخ میں موجود نہیں۔ نظم و نسق مثالی تھا قوانین سے معقولیت اور انسانیت ٹپکتی تھی۔ جج قابل اور انصاف کرنے والے تھے۔ عیسائیوں کے معاملات ان کے قوانین کے مطابق ان کے اپنے عالم اور قاضی حل کرتے تھے۔ پولیس کا انتظام مثالی تھا اور بازاروں میں ناپ تول کی نگرانی کی جاتی تھی روم کے مقابلے میں ٹیکس کم تھا۔ کسانوں کے لیے عربوں کی حکومت ایک نعمت تھی انہوں نے بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں مزارعین میں تقسیم کر دی تھیں۔''

اسلامی تہذیب نے ایک ہزار سال تک دنیا پر حکمرانی کی جس کے زوال کے بعد برطانوی سلطنت صرف دو سو سال عروج پر رہی جبکہ امریکا ساٹھ سال کے بعد زوال پذیر ہے۔ ساتویں صدی سے سترھویں صدی تک مسلم اقتدار عربوں سے ایرانیوں، ترکوں اور مغلوں کو منتقل ہوا اور مدینہ و مکہ کے بعد دمشق، بغداد، مصر، قرطبہ اور استنبول طاقت کے مراکز بنے بنوامیہ اور بنو عباس اور فاطمید کے بعد تیمور لنگ، عثمانیوں، سفویڈ اور مغلوں نے دنیا پر حکمرانی کی۔

اسلام کے خلفاء نے قرطبہ اور بغداد میں جو لائبریریاں قائم کیں ان میں پانچ لاکھ کتب تھیں جبکہ یورپین ایک ہزار کتب سے زیادہ ذخیرہ نہ کر سکے۔ آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی تک ابن سنیا میڈیسن ابونصر الفرابی، لسانیات، ابن بطوطہ سیاح، ابن رشد فلاسفر، ابوبکر الرازی، تیمور لنگ، گریٹ الیگزینڈر اور نادر شاہ سوری نے عدل و انصاف کا مثالی نظام قائم کیا ان دونوں حکمرانوں کے بیٹے بھی سزا سے نہ بچ سکے۔ صلاح الدین ایوبی نے گڈ گورنینس کا مثالی نظام قائم کیا اس نے سب کچھ عوام پر نثار کر دیا اور اس کا کفن دفن بھی سادگی سے کرنا پڑا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مثالی دور کی یاد تازہ کر دی اور عمر ثانی کہلائے۔

Scanned with CamScanner

تاجروں، ولیوں اور صوفیاء نے اپنے عملی کردار سے اسلام کے فروغ کے لیے قابل ستائش خدمات انجام دیں۔ جب تک مسلمان ریاست مدینہ کے بنیادی اصولوں امانت، دیانت، صداقت، مساوات، انصاف وراحتساب کے ساتھ جڑے رہے ان کو عروج حاصل رہا اور وہ دنیا پر حکمرانی کرتے رہے۔

اسلامی تہذیب کا زوال

ایک حدیث کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے قیامت کی بہتر (72) علامات بتائیں جو درحقیقت اسلامی تہذیب کے زوال کا سبب ہیں۔

''بہتر (72) چیزیں قرب قیامت کی علامات ہیں۔ جب تم دیکھو کہ لوگ نمازیں چھوڑنے لگیں۔ امانت میں خیانت کرنے لگیں۔ سود کھانے لگیں۔ حرام کو حلال سمجھنے لگیں۔ جھوٹ بولنے لگیں۔ معمولی بات پر خون ریزی کرنے لگیں۔ بلند و بالا عمارتیں بنانے لگیں۔ دین بیچ کر دنیا سمیٹنے لگیں۔ رشتہ داروں سے بدسلوکی ہونے لگے۔ انصاف کمزور ہو جائے جھوٹ سچ بن جائے۔ خیانت کرنے والے کو امین اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے۔ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے۔ تہمت اور بہتان تراشی عام ہو جائے۔ بارش کے باوجود گرمی ہو۔ اولاد غم و غصّہ کا موجب ہو۔ کمینوں کی ٹھاٹھیں ہوں۔ شریفوں کا ناک میں دم آجائے۔ امیر، وزیر، مشیر جھوٹ کے عادی بن جائیں۔ امین خیانت کرنے لگیں۔ سردار ظلم پیشہ ہوں۔ عالم اور قاری بدکار ہوں۔ جب لوگ بھیڑ کی کھالیں پہننے لگیں ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار اور لوہے سے زیادہ سخت ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں ایسے فتنے میں ڈال دے گا جس میں وہ یہودی ظالموں کی طرح بھٹکتے پھریں گے۔ جب سونا عام ہو جائے گا۔ چاندی کی مانگ ہوگی۔ گناہ زیادہ ہو جائیں گے امن کم ہو جائے گا۔ مصاحف کو آراستہ کیا جائے گا۔ مساجد میں نقش و نگار کیے جائیں گے۔ اُونچے اُونچے مینار بنائے جائیں گے۔ دل ویران ہوں گے۔ شرابیں پی جائیں گی۔ شرعی سزاؤں کو معطل کر دیا جائے گا۔ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔ جو لوگ (کسی زمانے میں) ننگے پاؤں اور ننگے بدن رہا کرتے تھے وہ بادشاہ بن بیٹھیں گے۔ زندگی کی دوڑ اور تجارت میں عورت

Scanned with CamScanner

مرد کے ساتھ شریک ہو جائے گی۔ غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی۔

مسلمان بھی بغیر کہے جھوٹی گواہی دینے کے لیے تیار ہو گا۔ جان پہچان پر سلام کیا جائے گا۔ غیر دین کے لیے شرعی قانون پڑھا جائے گا آخرت کے عمل سے دنیا کمائی جائے گی۔ غنیمت کو دولت امانت کو غنیمت کا مال اور زکوٰۃ کو تاوان قرار دیا جائے گا سب سے ذلیل آدمی قوم کا حکمران بن بیٹھے گا۔ بیٹا اپنے باپ کا نافرمان ہو گا۔ ماں سے بدسلوکی کرے گا۔ بیوی کی اطاعت کرے گا۔ بدکاروں کی آوازیں مسجد میں بلند ہونے لگیں گی۔ گانے والی عورتیں داشتہ رکھی جائیں گی۔ سرراہ شرابیں اُڑائی جائیں گی۔ ظلم کو فخر سمجھا جائے گا۔ انصاف بکنے لگے گا۔ پولیس کی کثرت ہو جائے گی۔ قرآن کو نغمہ سرائی کا ذریعہ بنا لیا جائے گا۔ درندوں کی کھال کے موزے بنائے جائیں گے اور اُمت کا پچھلا حصہ پہلے لوگوں کو لعن طعن کرنے لگے گا اس وقت سُرخ آندھی، زمین میں دھنس جانے، شکلیں بگڑ جانے اور آسمان سے پتھر برسنے جیسے عذابوں کا انتظار کیا جائے۔ [ابو نعیم: حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیا]

جب تک ریاست مدینہ اور مسلم ریاستوں میں یہ بہتر بُرائیاں اور کمزوریاں نہیں تھیں اسلامی تہذیب عروج پر رہی اور پوری دُنیا پر حکمرانی کرتی رہی۔

دنیا کے نامور مؤرخ اور فلاسفر متفق ہیں کہ اگر مسلمان قرآن کے بنیادی اُصولوں اخلاق اور اقدار سے رشتہ جوڑ لیں تو وہ ایک بار پھر عروج حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن اور سیرت آج بھی سیاسی سماجی اور معاشی انقلاب برپا کرنے کے لیے بہترین ہتھیار ہیں۔ ریاست مدینہ کا کامیاب ماڈل ہمارے لیے مشعل راہ بن سکتا ہے۔ ایک بار پھر دنیا پر حکمرانی کرنے کے قابل بن سکتی۔ دنیا میں امن اور انصاف کے قیام کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثالی اور لافانی ماڈل انسانوں کے پاس موجود ہے۔ ایسا ماڈل دنیا کی اور کسی تہذیب کے پاس موجود نہیں ہے۔"

Scanned with CamScanner

مدنی سماج

مدینہ کے عرب دوسرے عربوں کی طرح بت پرست تھے۔ صدیوں سے یہودیوں کے ساتھ رہنے سہنے کی وجہ سے اللہ کے نبیوں کے بارے میں مختلف روایات سے آگاہ ہو چکے تھے ان کو علم تھا کہ ایک جلیل القدر پیغمبر مبعوث ہونے والے ہیں جو انسانوں کو دین حق کی دعوت دیں گے۔ اہل مدینہ کو قریش مکہ کی طرح یہ اندیشہ لاحق نہیں تھا کہ نئے دین کی وجہ سے خانہ کعبہ پر ان کی بالادستی ختم ہو جائے گی اور عرب میں ان کا اثر و رسوخ باقی نہیں رہے گا۔ اہلِ مدینہ اوس اور خزرج کے درمیان قبائلی جنگوں سے تنگ آ چکے تھے اور امن کے متلاشی تھے۔ عرب میں تہذیب و اخلاق زوال پذیر ہو چکے تھے۔ جہالت کی بنا پر ظلم و ستم اور جبر و تشدد معمول بن چکا تھا۔ شراب نوشی، عورتوں کا عریاں رقص، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، لاتعداد بیویاں رکھنا، والد کی وفات کے بعد اپنی ماؤں کو آپس میں بانٹ لینا اور بیویاں بنا کر رکھنا یا فروخت کر دینا عام تھا۔ قبیلوں کا پیشہ ہی چوری، لوٹ مار اور قتل و غارت گری تھا۔ یتیموں کا مال کھانا اور غریبوں کو ستانا عام تھا۔ مدینہ کے لوگوں کو بنیادی حقوق حاصل نہیں تھے۔ عدل و انصاف اور مساوات کا تصور موجود نہیں تھا۔ سیاسی سماجی معاشی اور معاشرتی حالات زوال پذیر تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ مکے سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ان کے پاس قرآن کی ہدایت موجود تھی۔ آپ ﷺ نے قرآن کی تعلیمات اور احکامات کے مطابق ریاست مدینہ کی تشکیل نو کی جس کی خوشبو اور روشنی سورج کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی۔ مدینہ میں مسجد نبوی کی

Scanned with CamScanner

تعمیر کے بعد نماز پنج گانہ کا آغاز ہوا لوگ بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ مسجد میں ہی مدینہ کا پہلا مدرسہ قائم ہوا جس میں لوگ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونے لگے۔ انصار اور مہاجرین مواخات کے بعد بھائی بھائی بن گئے اور اللہ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے سے مالی تعاون کرنے لگے۔ میثاق مدینہ نے ریاست مدینہ کو امن اور سلامتی کا گہوارہ بنا دیا مسلمان اور غیر مسلم سب ریاست کے برابر کے شہری تھے ان کے درمیان کسی قسم کا امتیاز باقی نہ رہا۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے عملی اخلاق و کردار اور انصاف سے ریاست مدینہ کے لوگوں کو متاثر کرنے لگے۔ جو بیرونی وفد مدینہ آتے وہ اللہ کے رسول ﷺ کے بے مثال ماڈل سے متاثر ہو کر واپس جاتے اور اپنے علاقوں میں جا کر ریاست مدینہ کے واقعات بیان کرتے۔ قبیلہ بنو تمیم کا ایک وفد بڑی شان و شوکت کے ساتھ مدینہ آیا۔ وفد کے سربراہ نے اپنے خطبے میں کہا کہ خدا کا شکر ہے جس کے لطف و کرم سے ہم تاج و تخت کے مالک، قیمتی خزانوں سے مالا مال اور معزز لوگ ہیں ہماری برابری کا دعویٰ کون کر سکتا ہے۔

مسلمانوں کی جانب سے ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوابی خطبے میں کہا ہر طرح کی تعریف خدا کو سزاوار ہے جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اسی نے ہم کو بادشاہت دی اور اپنے بندوں میں سے بہترین شخص کا انتخاب کیا جو سب سے زیادہ با اخلاق با کردار اور صادق و امین ہے۔ اللہ نے اس پر اپنی کتاب نازل کی اس کی دعوت پر مہاجرین اور انصار نے لبیک کہا۔ بنو تمیم کے وفد نے اسلام قبول کیا۔ ریاست مدینہ میں یہ اصول طے پایا کہ عزت اور احترام کا معیار دولت نہیں بلکہ تقویٰ یعنی پرہیزگاری، اخلاق اور کردار ہے۔

طائف کے عربوں کا ایک وفد مدینہ پہنچا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے المناک سلوک کو نظر انداز کر کے عفو و درگزر کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے اسلام قبول کرنے کے لیے زنا سود اور شراب کی شرطیں رکھیں اللہ کے رسول ﷺ نے شرطیں مسترد کر دیں اور ہمیشہ کے لیے فیصلہ کر دیا کہ اسلام لانے کے لیے اللہ کے سامنے بلا شرط سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ طائف کے وفد نے

Scanned with CamScanner

اسلام قبول کرلیا۔ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے ان کو مسجد نبوی میں خیمہ لگا کر ٹھہرایا اور ان کی خود تواضع کی۔ جب وفد کے سربراہ نے اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور واضح کر دیا کہ مدنی سماج میں کوئی تعصب نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نبیوں اور اس کی الہامی کتب پر ایمان لاؤ اور ان میں کوئی فرق نہ کرو۔ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے جو آج تک زندہ ہے جب کہ دوسری الہامی کتب متروک اور منسوخ ہو چکی ہیں۔ نجران کے عیسائیوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے عربوں کی سماجی زندگی تہذیب و ثقافت میں انقلاب برپا کر دیا۔ آپ ﷺ نے رنگ و نسب کے سب غرور مٹا کر تمام انسانوں کو مساوات کا عملی درس دیا۔ کوئی اجنبی مسجد نبوی میں آتا تو وہ صحابہ کرام علیہم السلام میں سے اللہ کے رسول ﷺ کو پہچان نہیں سکتا تھا سب اکٹھے مسجد کی چٹائیوں پر تشریف فرما ہوتے۔ لباس کم و بیش ایک جیسا ہوتا اللہ کے رسول ﷺ نے ممتاز نظر آنے کے لیے کوئی جبہ اور عمامہ نہ پہنا ہوتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کالے گورے، عربی عجمی، امیر اور غریب سب کو مساوی حقوق دیے۔ آپ ﷺ نے غلامی کو ختم کیا اور غلاموں کو آزاد کرنا کارِ ثواب قرار دیا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن زینب سے کر کے برادری اور قبائلی بت توڑ دیے۔ اسلام سے قبل عورتیں مردوں کی ملکیت اور جائداد تصور ہوتی تھیں اللہ کے رسول ﷺ نے خواتین کو مردوں کے برابر حقوق دیے ان کو وراثت میں جائداد کا حق دیا گیا۔

اللہ کے رسول ﷺ ازواج مطہرات سے بے مثال حسن سلوک کا عملی مظاہرہ کر کے اپنی اُمت کو باور کرا دیا کہ مدنی سماج میں عورتیں مساوی حقوق اور حسن سلوک کی مستحق ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مدنی سماج کی بنیاد امانت دیانت، صادقت وعدہ ایفائی اور انصاف پر رکھی اور ارشاد فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں۔

Scanned with CamScanner

نمبر 1: وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔

نمبر 2: بات کرے تو جھوٹ بولے۔

نمبر 3: امانت میں خیانت کرے۔

مدنی سماج کا سبق یہ ہے کہ جس ریاست میں لوگ وعدے پورے نہ کرتے ہوں جھوٹ بولتے ہوں، امانت میں خیانت کرنے والے کرپٹ ہوں انصاف نہ کرتے ہوں اس ریاست میں اللہ کی رحمت اور برکت نہیں ہوتی اور سماج میں امن کی بجائے فساد اور انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ قرآن کے مطابق اللہ نے ایسی قوموں پر عذاب نازل کر کے انھیں عبرت کا نشان بنا دیا جو اپنے عہد سے پھر گئیں۔ ناپ تول میں بددیانتی کرنے لگیں اور انصاف سے ہٹ گئیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اخلاقی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ عرب کے علاقوں اور قبیلوں میں جو عمال، امیر مقرر کیے جاتے وہ نماز کا طریقہ سکھاتے، زکوٰۃ جمع کرتے اور اوامر و نہی کی تبلیغ کرتے۔ لوگوں کو قرآن کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا۔ ریاست مدینہ میں شامل علاقے مسجد نبوی کے اسلامی سیکرٹریٹ کے ساتھ جڑتے گئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ یعنی بہترین نمونہ نے لوگوں کو بہت متاثر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق، امانت، صداقت اور وعدے کا پاس کرنا دوسروں کے لیے باعث کشش تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریب پرور تھے قرض لے کر ان کی ضروریات پوری کر دیتے۔ مال غنیمت جمع کرنے کی بجائے اسے مستحق افراد میں تقسیم فرما دیتے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرتے کہ ''ضرورت سے زیادہ اللہ کے راستے میں خرچ کر دو'' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بھیک مانگنے سے منع فرماتے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی تلقین کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل سے فرمایا تمھارے گھر میں جو چیز ہے وہ لاؤ۔ سائل ایک کپڑا لے کر آیا اسے چار درہم میں نیلام کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو درہم گھر کے اخراجات کے لیے رکھ لو اور دو درہم کی کلہاڑی خرید اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کیا کرو ایک ہفتہ کے بعد اس کے پاس دس درہم جمع ہو

Scanned with CamScanner

گئے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے انسانوں کو انسانی وقار سے آشنا کیا۔ اسلام سے پہلے طاقت ور ہی عزت اور وقار کا مستحق سمجھا جاتا تھا آپ ﷺ نے قرآن کی تعلیم کے مطابق انسانی وقار کو تقویٰ کے ساتھ جوڑا اور ارشاد فرمایا انسانوں میں محترم اور باوقار وہ ہے جو بُرائیوں کو ترک کرنے والا اور نیکیوں میں دوسرے سے آگے ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ کو نصیحت کرتے کہ گفتگو نرم لہجے میں کریں دلیل اور تہذیب سے جواب دیں اور اشتعال سے گریز کریں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"بے شک اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو وہ سختی پر عطا نہیں کرتا۔" [مسلم]

اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ کرام کو غرور اور تکبّر سے منع فرماتے اور خبردار کرتے کہ ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر غرور اور تکبر ہوگا [ابن ماجہ] ریاست مدینہ میں لوگوں کو غصّے سے روکا جاتا۔ ایک بار ایک صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نصیحت کی درخواست کی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا غصّہ نہ کیا کرو آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو اکھاڑے میں کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصّہ میں اپنے آپ پر قابو رکھے۔ اللہ کے رسول ﷺ جب غیر مسلموں سے بیعت لیتے تو ان سے عہد لیتے۔

1- اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔

2- زنا نہیں کریں گے۔

3- چوری نہیں کریں گے۔

4- ایسے کسی شخص کو قتل نہیں کریں گے جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہو۔

مدنی سماج میں والدین کا احترام کیا جاتا تھا اور والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس

Scanned with CamScanner

پروٹوکول پر عمل کیا جاتا تھا ارشاد ربانی ہے:

"والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اگر وہ تمھارے پاس ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو اُف تک نہ کہو نہ ان کو جھڑک کر جواب دو ان کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے رحم اور شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا اور تمھارا رب خوب جانتا ہے تمھارے دلوں میں کیا ہے۔" [بنی اسرائیل: 24-23]

ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں آپ ﷺ نے پوچھا تمھارے والدین ہیں اس نے کہا میرے والدین حیات ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اپنے والدین کی خدمت اور راحت کے لیے جدوجہد کرو یہی تمھارا جہاد ہے۔ [ابی داؤد]

اللہ کے رسول ﷺ اپنے رفقاء کو خرچ کرنے کی ہدایت فرماتے۔ مسکینوں، معذوروں، یتیموں اور بیواؤں کی دادرسی کرنے کی نصیحت کرتے اور ارشاد فرماتے کہ مال و دولت دنیا میں ہی رہ جائے گا اور آخرت میں نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایسی بات بتانے کی درخواست کی جو اسے جنت میں لے جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اللہ کی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو رشتے داروں اور قرابت داروں کا حق ادا کرو۔ غریب رشتے داروں سے ترک تعلق کرنے والا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ [بخاری، مسلم]

مدنی سماج میں پڑوسی کے حقوق پر بہت توجہ دی جاتی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے

Scanned with CamScanner

صحابہ کرام کو پڑوسیوں کے بارے میں ہدایت فرمائی۔

1- پڑوسی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔

2- فوت ہو جائے تو جنازے میں شرکت کرو۔

3- قرض مانگے تو استطاعت کے مطابق اسے قرض دو۔

4- اس کی کمزوری پر پردہ ڈالو۔

5- اس کو کوئی نفع یا خوشی ملے تو اسے مبارک دو۔

6- اسے صدمہ پہنچے تو تعزیت کرو۔

7- اپنی عمارت کو اس کی عمارت سے اُونچا نہ کرو تا کہ اس کے لیے ہوا اور روشنی میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

8- گھر میں اچھا کھانا پکاؤ تو اس کی مہک پڑوسی کے گھر نہ جانے دو اگر یہ نہ کر سکو تو اس کے گھر کچھ کھانا بھیج دیا کرو۔

مدنی سماج میں گھر کے ماحول اور ہمسائے کے حقوق پر خصوصی توجہ دی گئی تا کہ ایک پُرامن اور صالح معاشرہ تشکیل پا سکے۔

قرآن کے مطابق ان قوموں کو تباہ کر دیا گیا جو ناپ تول میں کمی کر کے سماجی ناانصافی اور فساد کی مرتکب ہوتی تھیں اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین نے ریاست مدینہ میں ناپ تول پر پوری توجہ دی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ کی منڈی میں نگران مقرر کیے جو ناپ تول کی نگرانی کرتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی، سخت مشقت اور حکمرانوں کا ظلم و ستم مسلط کر دیا جاتا ہے۔" [ابن ماجہ]

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی اُمت کو انتباہ کیا کہ جو شخص اپنا سودا بیچنے کے لیے جھوٹی قسم کھاتا ہے اس کے لیے قیامت کے روز دردناک عذاب ہو گا۔ [مسلم] امانت، دیانت اور

Scanned with CamScanner

صداقت مدنی سماج کی بنیادی خوبیاں تھیں جن کی بنا پر ریاست مدینہ کے خوشگوار اثرات پوری دنیا پر مرتب ہوئے۔

اللہ کے رسول ﷺ غلاموں اور خادموں سے حسن سلوک کی تاکید کرتے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرمائے گا۔ ریاست مدینہ میں کسی کو غلاموں اور خادموں پر ظلم کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ ریاست کے شہری اللہ اور قانون دونوں سے ڈرتے تھے۔ ریاست مدینہ کے کئی گورنروں، عاملوں اور امیروں کو ریاستی قوانین کی خلاف ورزی پر کڑے احتساب کا سامنا کرنا پڑا۔ ریاست مدینہ کے لوگ مقامی امیر سے لے کر امیر المومنین تک دادرسی کے لیے رابطہ کر سکتے تھے۔ بیوروکریسی اور نوکر شاہی کا کوئی تصور نہیں تھا۔

مدنی سماج کی بنیاد اعتدال اور میانہ روی کے سنہری اصول پر رکھی گئی کسی فرد کو انتہا پسندی کی اجازت نہ تھی۔ خلافت کے دور میں اعتدال، سادگی اور کفایت شعاری کے مناظر ہر جانب نظر آتے جبکہ ملوکیت میں اسلام، قرآن اور سیرت کے بنیادی اصولوں سے انحراف نظر آنے لگا۔ سماجی، معاشی اور سیاسی انتہا پسندی عروج پر پہنچ گئی اور ریاست مدینہ رفتہ رفتہ زوال پذیر ہونے لگی۔

ریاست مدینہ میں تجسّس اور غیبت نہیں تھی یہ دونوں سماجی بُرائیاں معاشرے کو کمزور، تقسیم اور برباد کر دیتی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہدایت فرمائی مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی کھوج نہ لگایا کرو کیوں کہ جو دوسروں کے عیب ڈھونڈتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب ظاہر کر دیتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بہتان سے منع فرمایا اور نصیحت فرمائی جب کوئی خبر تم تک پہنچے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو۔ جھوٹی من گھڑت اور بے بنیاد خبریں پھیلا کر سماج میں انتشار اور اختلاف پیدا نہ کرو۔

مدنی سماج میں صبر اور شکر کا مظاہرہ کیا جاتا۔ لوگ قرآن کی تعلیم کے مطابق آزمائش کے

Scanned with CamScanner

دوران صبر کا مظاہرہ کرتے ان کا اللہ پر توکل مضمحل نہ ہوتا۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشکل اور مصیبت سے نجات پانے کے نفل ادا کرتے۔ مومن کو خوشی ملتی تو شکر کرتا اور تکلیف پہنچتی تو صبر کرتا۔ اللہ کے بندے ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے۔ مدنی سماج میں الحمد للہ (اللہ تیرا شکر) مقبول جملہ تھا۔ کھانے اور پینے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرتے۔

ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری وصیت میں اپنی اُمت کو سورۃ الانعام کی آیات نمبر 151 سے 153 پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی اور مدنی سماج کی تشکیل کے لیے بھی ان آیات پر خصوصی توجہ فرمائی۔

ارشاد ربانی ہے:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہیے میں تمھیں سناؤں تمھارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں؛

1- یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔
2- والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔
3- اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں ان کو بھی دیں گے۔
4- بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوں۔
5- کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمھیں کی ہے شاید تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔
6- یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ بلوغت کی عمر تک پہنچ جائے۔

Scanned with CamScanner

7- ناپ تول پورا کرو۔ انصاف کرو، ہم ہر شخص پر ذمے داری کا اتنا ہی بوجھ ڈالتے ہیں جتنا اس کے لیے ممکن ہو۔

8- جب تم بات کہو تو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتے دار کا ہی کیوں نہ ہو۔

9- اللہ کے عہد (وعدہ) کو پورا کرو ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمھیں کی شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔

10- اللہ کی ہدایت ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمھیں گمراہ کر دیں گے یہ ہے ہدایت جو تمھارے رب نے تمھیں دی ہے تا کہ تم گمراہی سے بچو۔"

مفسرین نے ان آیات کو ام الکتاب اور قرآن کی بنیاد قرار دیا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ان آیات کی روشنی میں ہی ریاست مدینہ کی تشکیل کی۔ اسلامی ریاست کی بنیاد بھی انھی اُصولوں پر رکھی جانی چاہیے تا کہ مسلمان دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو ہوسکیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کے خلفائے راشدہ کی تعلیم وتربیت قرآنی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ہوئی تھی۔ چاروں خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن اور سنت کے مطابق ریاست مدینہ کی تشکیل بھی کی اور حکومتی نظم ونسق بھی چلایا۔ اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکمل ادراک تھا کہ خلافت کا منصب حکمرانی اور فرماں روائی کے لیے نہیں بلکہ خلق خدا کی بے غرض اور بے لوث خدمت کے لیے ہے جس کے لیے وہ دنیا میں مسلمانوں کے سامنے آخرت میں اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ آپ نے دربار خلافت کے لیے جو مہر بنوائی اس پر خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بجائے نعم القادر اللہ "اللہ ہی سب سے بہتر با اختیار حاکم ہے" کے الفاظ کندہ کرائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی سادہ زندگی بسر کی۔ مال غنیمت بیت المال میں رکھنے کی بجائے فوری تقسیم کر دیتے۔ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کی

Scanned with CamScanner

جو رائے اور سفارش قرآن و سنت کے منافی ہوتی اسے مسترد کر دیتے۔ آپ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا اور بزورِ شمشیر ان سے زکوٰۃ وصول کی تاکہ مستحق افراد کی بنیادی ضروریات پوری کی جا سکیں۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو سوال پیدا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ ہوں گے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہوں گے ایک صحابی نے کہا ہم سب مومنین ہیں اور آپ امیر المومنین ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کے پہلے امیر المومنین بننے کا اعزاز مل گیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یروشلم گئے آپ ایک گرجا کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا پادری نے کہا کہ گرجے کے اندر نماز ادا کر لیجیے آپ نے فرمایا اگر میں نے گرجے میں نماز ادا کی تو مسلمان اسے مسجد بنا لیں گے لہٰذا آپ نے باہر جا کر نماز پڑھی آپ نے حکم جاری کیا کہ کوئی مسلمان گرجے کے اندر نماز نہ پڑھے اور نہ ہی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر اذان دے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں سخت قحط رونما ہوا۔ لوگ بھوک کی وجہ سے مدینہ کے قرب و جوار میں جمع ہونے لگے ان کے قیام اور طعام کا انتظام بیت المال سے کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خادم آپ کے لیے دودھ لے کر آیا آپ نے فرمایا کسی مسکین کو پلا دو اگر مجھے اچھی غذا ملتی رہی تو مجھے ان لوگوں کی تکلیف کا احساس کیسے ہو گا جو فاقوں میں مبتلا ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملت کے بزرگ اور اللہ کے رسول ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی ان کی امامت میں مدینہ سے باہر نماز استسقاء ادا کی گئی اللہ نے مسلمانوں کی دعا قبول فرمائی اور کھل کر بارش ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں نئے علاقے فتح ہونے سے مال غنیمت

Scanned with CamScanner

میں اضافہ ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدنی سماج کو سرمایہ داری اور اجا گیرداری سے محفوظ رکھنے کے لیے معاشی حد بندی کر دی اور مسلمانوں کے لیے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ جن کے پاس ضرورت سے زیادہ سرمایہ اور جاگیریں تھیں وہ واپس لے کر بیت المال میں جمع کیا گیا۔ بیت المال کے حساب کتاب کے لیے رجسٹر رکھا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ کی اس حدیث پر عملدرآمد کیا۔

''تم میں جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اس کو دے دے جس کے پاس نہیں ہے۔ جس کے پاس ضرورت سے زائد کھانے پینے کا سامان ہے وہ اس کو دے دے جس کے پاس نہیں ہے۔'' [مسلم]

اس حدیث کا ماخذ قرآن کی آیت ہے جس میں ارشاد ربانی ہے کہ

''ضرورت سے زیادہ (مال و دولت) اللہ کے راستے میں خرچ کر دو۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں شہریوں کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے رات کو شہر کا دورہ کرتے ایک رات آپ کو ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز آئی آپ نے دریافت کیا تو پتا چلا کہ بچے بھوکے ہیں آپ بیت المال سے کھانے پینے کا سامان لے کر آئے اور بچوں کی والدہ کو دیا۔ مدنی سماج ایک فلاحی سماج تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معروف قول ہے ''دریائے فرات کے کنارے کتا بھی بھوک سے مر گیا تو عمر قیامت کے روز جواب دہ ہو گا۔''

قیصر روم ہرقل کا سفیر مدینہ آیا تا کہ امیر المومنین کو قیصر کے بادشاہ کی جانب سے تحائف پیش کر سکے۔ سفیر نے امیر المومنین کے بارے میں پوچھا تو ایک صحابی نے نخلستان (باغ) کی جانب اشارہ کیا۔ سفیر نے جا کر دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجور کے درخت کے سائے میں سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو رہے ہیں اور درّہ (کوڑا) قریب پڑا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاگے تو سفیر نے ان سے کہا آپ بلاشبہ شہریوں سے عدل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ باغ میں پہرہ دار کے بغیر چین کی نیند سو سکتے ہیں۔ ایک دفعہ نجران سے چادریں آئیں آپ نے تقسیم کر

Scanned with CamScanner

دیں۔آپ نے اپنے لیے کرتا سلوالیا۔ مسجد نبوی میں ایک صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے سوال کیا کہ آپ کے حصے میں ایک چادر آئی تھی آپ نے اس چادر سے کرتہ کیسے بنوالیا۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبداللہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے حصے کی چادر
امیرالمومنین کو دے دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے
دیکھا تو اس کا بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا اور فرمایا کہ جوانی میں ہم اس سے جزیہ وصول
کرتے رہے بڑھاپے میں اس کو رسوا نہیں کر سکتے۔

Scanned with CamScanner

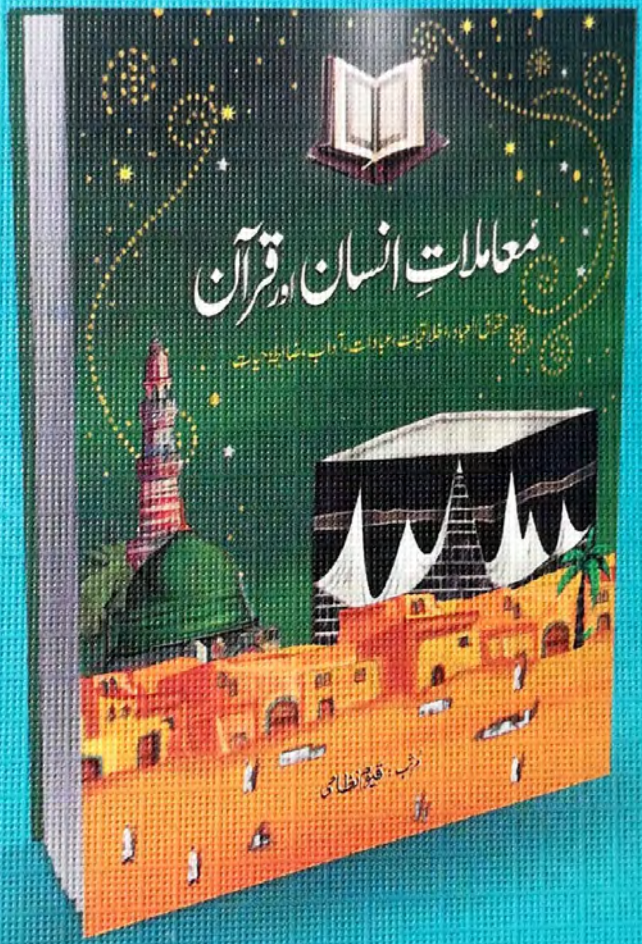

مُعاملاتِ انسان اور قرآن

حقوق العباد، اخلاقیات، عبادات، آداب، ضابطہ حیات

Scanned with CamScanner

"اللہ تعالیٰ اس مردِ مومن کو رونق اور تازگی بخشے جس نے میری حدیث سنی اسے یاد رکھا اور اسے آگے پہنچایا۔" [ترمذی]

قیوم نظامی کے قلم سے

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلم کی سیرت طیبہ
پر منفرد اور مکمل کتب، مستند حوالوں کے ساتھ

BK CODE: 3453
ISBN: 978-969-708-876-8

for Online Order:
www.jbdpress.com

جہانگیر بک ڈپو

Since 1923

Scanned with CamScanner